ملفوظات حضرت سید نوشو پاک قادریؒ

معرفت

چہار بہار
(فارسی)

حقیقت

طریقت

شریعت

خزائن الاسرار
(اُردو)

سید ہاشم شاہ

سرِ حلقۂ مردانِ حق آگہ نوشہ
سرشار زجامِ لی مع اللہ نوشہ
پرسیدم کیست صاحبِ حل و عقد
گفتند رجالِ غیب نوشہ نوشہ

ملفوظات شیخ الاسلام حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ

”چہار بہار“

معروف بہ

”خزائن الاسرار“

از

سید محمد ہاشم شاہؓ

نام کتاب : "چہار بہار" تصنیف سید محمد ہاشم شاہؒ

نام ترجمہ : "خزائن الاسرار" بہ سید شرافت حسین نوشاہیؒ

اشاعت خصوصی بہ اہتمام : سید جاوید احمد سجادہ نشین دربار عالیہ
حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ

سرورق : القیوم کمپیوٹر گرافکس

مقدمہ نو : سید جاوید احمد

ناشر : ادارہ "ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ"
مکان نمبر 16 گلی نمبر 7 آصف بلاک
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

تاریخ طبع : (اول بار 2003ء)

قیمت : =/75 روپے

فہرست مطالب

دیباچہ

حضرت حاجی محمد نوشو پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ کا شمار برصغیر پاک و ہند میں قادری سلسلہ کے جید صوفیائے کرام میں ہوتا ہے اور قادری سلسلہ کی ایک بڑی شاخ آپ کے نام سے منسوب ہو کر قادری نوشاہی کہلاتی ہے جو پاکستان میں روحانی تعلیمات کی ترویج کے لیے معروف اور کثیر التعداد مریدین پر مشتمل ہے۔

حضرت نوشو پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حیات مبارکہ میں تبلیغ دین کا سلسلہ بصورت وعظ اور تصانیف جاری کیا جس کی ترویج اور اشاعت کا سلسلہ اُن کے اہل خاندان خصوصاً سید شرافت نوشاہی کی خاص پہچان ہے۔ سید صاحب نے نوشاہی قادری سلسلہ کی کتابوں کی اشاعت کیلئے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے اسی سلسلہ میں سید ہاشم کی فارسی کتاب ''چہار بہار'' جو ملفوظات نوشو پاک سرکار پر مشتمل ہے کو ترتیب فرمایا جس کا موضوع سخن کچھ یوں ہے کہ سرکار نوشو پاک کے مرید خاص حضرت سچیارؒ نے آپ سے شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت کی بابت سوال کیے جن کے جوابات نوشو پاک نے مرحمت فرمائے جو تصوف کے رموز و کنایہ پر ایک مدلل اور مکمل کتاب کی صورت میں ہیں سید ہاشم شاہ جن کی شہرت دوامی کی اصل بنیاد اُن کا پنجابی کا عارفانہ کلام ہے جس میں خصوصاً سسی پنوں' سوہنی مہینوال اور دوہڑے بین الاقوامی سطح پر سراہے جاتے ہیں اور پنجاب میں بالخصوص بڑی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ سید ہاشم شاہ نے اپنے روحانی مرشد امجد حضرت نوشو پاک اور پیر سچیارؒ کے درمیان تقریباً دو سو سال قبل ہونے والی گفتگو کو اپنے پیر اور والد مکرم حاجی محمد شریفؒ کے عطا کردہ مکاشفاتی تصرفات کی روشنی میں رموز اسرار روحانیت پر ''چہار بہار''

کی صورت طبع آزمائی فرمائی۔ سید شرافت نوشاہی نے کتاب مذکور کا اُردو ترجمہ بنام ''خزائن الاسرار'' کر کے اُسے زیور طباعت سے آراستہ کیا اور مرکز تحقیقات فارس ایران و پاکستان کے تعاون سے ''ادارہ معارف نوشاہیہ'' کے زیر سرپرستی شایع کیا تھا۔ جو اب نایاب ہو چکا ہے۔

زیر نظر کتاب دربار عالیہ سید ہاشم شاہؒ کے موجودہ سجادہ نشین سید جاوید احمد کی سید شرافت نوشاہی کے ترجمہ کی عمدہ صورت میں دوبارہ اشاعت کی ایک کامیاب کوشش ہے جو قابل صد تحسین ہے سرورق ہی سے کتاب کی خوبصورتی اور موضع کی گہرائی کا اندازہ ہو جاتا ہے جبکہ مقدمہ نویس سجادہ نشین دربار عالیہ نے سید ہاشم شاہ کے اصل حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے اور مسخ شدہ حقائق کی تردید کی ہے۔ یہ درست ہے کہ خاندان کے بزرگوں سے ملنے والی سینہ بہ سینہ معلومات یقیناً قابل اعتماد سمجھی جانی چاہیے اور معلومات متذکرہ پر غیر ضروری طویل بحث عبث معلوم ہوتی ہے۔

سجادہ نشین کی سعئی جمیل کا استقبال کرتا ہے اور اُمید کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس کام کو جاری وساری رکھیں گے اور بزرگوں کے ''کتب خزینے'' عوام الناس کی فلاح کے لئے اُن تک پہنچاتے رہیں گے اگرچہ اُن کی پیشہ وارانہ مصروفیات بطور انفورسمنٹ آفیسر فوڈ ڈائریکٹوریٹ پنجاب کے پیش نظر یہ کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اُن کی توفیقات میں اضافے کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

حفیظ تائب

مقدمہ نو

حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ پنجابی ادب کی تاریخ کے افق پر اس رخشندہ ستارے کی مانند ہیں جو اپنے جلو میں کئی ماہتاب اور آفتاب لیئے پھرتا ہے اور جس کی کرنوں سے پنجابی ادب کی راہوں کے مسافر تا ابد راہنمائی حاصل کر کے اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں رہیں گے۔

حضرت شاہ صاحب کا شمار پنجابی زبان کے ان استاد شعرا میں ہوتا ہے جن کی مثال پیش کرنا فی الوقت ممکن نظر نہ آتا ہے۔ پنجابی زبان میں ان کے بے مثال کلام میں درد کی گہرائی کو ہر قاری محسوس کرتا ہے اور پنجابی ادب کے ایک اور درخشندہ ستارے حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنی آفاقی تصنیف سیف الملوک میں ہاشم شاہ کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں کر کے شاہ صاحبؒ کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اور انہیں استاد شعرا کا درجہ دیا ہے۔

ہاشم شاہ دی حشمت برکت گنتر وچ نہ آوئے
در یتیم جواہر لڑیاں ظاہر کڈھ لیاوئے
اوہ بھی ملک سخن دے اندر راجہ سی سر کردا
جس قصے دی چڑھے مہمے سویوی سر کردا
مختصر کلام اوہناں دی درداں بھجی بوٹی
درد ہویا تاں سبھ کجھ ہویا کیا لمی کیا چھوٹی
بیت ترازو تول بنایوس سارے لذت والے
کلیاں چن چن ہار پروتس نرگس تے گل لالے

آپ کی تصانیف پنجابی فارسی، سنسکرت اور گورمکھی زبان میں ہیں جن کی تعداد ایک محتاط انداز کے مطابق تقریباً 30 کے قریب بنتی ہے جن میں لاتعداد تو موضوعات شامل ہیں۔ (جس کی تفصیل آئندہ باب میں درج کی جائے گی۔

ہندوستان کی سرزمین اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے صوفیائے کرام کی احسان مند اور مرہون منت ہے کہ ان کی تعلیمات کی روشنی تقریباً ایک ہزار سال سے زائد مدت گزرنے کے باوجود روز افزوں پھیلتی ہی جا رہی ہے اور اگر تاریخ میں کبھی سرزمین اندلس پر بھی اولیائے کرام کے قدوم میمنت جاگزیں ہو جاتے اور ان کی تعلیمات کی روشنی پھیل جاتی تو شاید وہاں کبھی دوبارہ

اس قدر دبیز اندھیرا نہ چھاتا کہ اب اندلس کے کسی کونے سے اللہ اکبر کی کوئی صدا تک نہیں گونجتی۔ جو علمائے اندلس کی کج بحثیوں کے نتیجے میں سامنے آئی۔ صوفیائے کرام کی کثیر تعداد نے اپنے افکار کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے نہ صرف زبانی تبلیغ کو ذریعہ بنایا بلکہ اپنے خیالات کا اظہار تحریر کو بناتے ہوئے نثر اور شعر کی اصناف کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جس کی مثال نجمۃ البلاغہ جو اماموںؑ کے امام جملہ سلاسل تصوف کے بانی حضرت مولا علیؑ وجہہ الکریم شیر خدا سے شروع ہو کہ غنیۃ الطالبین بطریق۔ الحق جو غوث پاک اعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینیؒ سے ہوتی ہوئی حضرت امام غزالیؒ کی کیمیائے سعادت اور مکاشفۃ القلوب کی شکل اختیار کرتی گئی اور ہندوستان میں شہنشاہ تصوف حضرت سید علی ہجویریؒ کی تصنیف کشف المحجوب سے شروع ہوئی اور ہر دور کے تقریباً ہر نامور صوفی نے اپنے کلام کو اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے لئے تاقیامت رہنمائی کے لئے چھوڑا ہے جن میں حضرت غریب نواز خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنجؒ حضرت امیر خسروؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت سید حاجی محمد المعروف نوشہ گنج بخشؒ حضرت سید بلھے شاہؒ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ غرض جملہ سلسلہ ہائے تصوف کے اولیائے کرام نے کسی نہ کسی صورت میں اپنے اپنے انداز میں کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور پیچھے چھوڑا جسے پڑھ کر ہزاروں لاکھوں نے توبۃ النصوح کا راستہ اختیار کیا اور یوں یہ رشد و ہدایت کے چشمے جو آقائے نامدار حضور پرنور ﷺ کے نور ضوفشاں سے براہ راست سیراب شدہ تھے اور رہتی دنیا تک تشنگان روحانیت کے دلوں میں پیدا ہونے والی امید کی کرن کو چندے آفتاب چندے ماہتاب بناتے ہوئے ان کی روحوں کو ازلی نور کے بے پناہ جلوؤں سے سیراب کرتے رہیں گے۔

سید محمد ہاشم شاہ انہیں صوفیائے کرام میں سے نوشاہی قادری سلسلہ کے ایک مایہ ناز صوفی ہیں جن کا شمار برصغیر پاک و ہند میں پنجابی زبان کے لیجنڈ اور استاد شعرا میں ہوتا ہے جس کی تصدیق لندن سے شائع ہونے والی کتاب Legends of the Punjab سے ہوتی ہے جس کے مصنف R.E. Temple 1886ء کا ذکر Christopher Shackle نے اپنی تصنیف Hashim Shah میں اپنے ترجمانی مقدمہ میں کیا جو اکتوبر 1983ء میں لندن سے شائع کی گئی۔ مزید ایم اے پنجابی کے سلیبس میں ان کی شاعری کی نسبت پیپر سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ان کو پڑھے بغیر کوئی شخص پنجابی میں ماسٹر نہ کہلا سکتا ہے۔ مزید

مصدقہ اطلاعات کے مطابق ہندوستان میں اب تک سید محمد ہاشم شاہ پر تقریباً 170 مفکرین مقالات لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں جبکہ پاکستان میں بھی کافی تعداد میں مفکرین نے تحقیق کرنے پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔

من مقر احقر فقیر بندہ ناچیز سید محمد ہاشم شاہؒ کی ساتویں پشت میں عدم سے وجود میں آ کر طلسم دلربا دنیا کے چنگل میں ایسا پھنسا کہ عمر عزیز کی پچاس بہاریں رائیگاں گزرنے کے بعد یک بیک ان کا طلبیدہ بزرگوں کے قدموں میں جا بیٹھا اور حسرت و یاس زدہ کشکول گدائی دراز کر دیا جس پر تربیت شیخ کے لئے دریائے زندگی کے بھنور میں ڈوبتا ابھرتا کشاں کشاں اپنے شیخ مکرم کے آستانہ عالیہ واقع جیون پورہ شریف شیخوپورہ میں حضرت سرکار عبد الحمید کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور یوں ڈوبتی نیاء کو مرشد کامل نے سہارا دے کر کنارے پر پہنچایا اور دریائے وحدانیت میں غوطہ زنی کی تربیت سے سرفراز فرمایا۔ آپ سرکار اکثر فرماتے ہیں کہ خزانہ آپ کے گھر میں ہے آپ کو صرف تربیت کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ یوں تھکا ہوا راہی خداوند کریم کے خصوصی فضل و کرم اور بزرگوں اور مرشد کی خصوصی توجہ سے سرچشمہ ہدائیت حضور پر نور ﷺ کے خصوصی فیضان سے روشناس ہونے والوں کی آخری قطار میں حاضر خدمت کیا گیا۔ جیسے دریا سے نہر اور نہر سے دریا کا ہی پانی چھوٹے راجباہوں کی صورت میں اس سے مزید چھوٹے کھالوں کی صورت میں کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کا نور بتدریج مختلف شکلیں اختیار کرتا ہوا مرید تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ بجلی کے پاور ہاوس کی مثال بھی گو دنیاوی ہے مگر پاور ہاوس سے براہ راست کسی گھر کو بجلی کا کنکشن نہ مل سکتا ہے۔ پہلے پاور ہاوس سے 44000kv پھر 11000 اور پھر بتدریج اس کی طاقت کم کرتے کرتے 440 اور 220 وولٹ پر لا کر کسی گھر کو کنکشن دیا جاتا ہے۔ یہ سب دنیاوی نظام خدائی نظام کی نقلیں ہی تو ہیں جو آب کائنات نے انسانوں کو ودیعت کی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی براہ راست دریا سے اپنے کھیت کو پانی لگا سکتا ہے اور اگر کوئی پاور ہاؤس سے 44000KV بجلی کا کنکشن اپنے گھر کے لئے لے کر اپنا بجلی کا نظام چلا سکتا ہے۔ تو پھر براہ راست خدائے لم یزل اور حضور پر نور ﷺ سے بھی بغیر مرشد کامل کی راہنمائی کے از خود ایسا کیا جا سکتا ہے تو پھر ہم کیوں اس بات پر مصر نظر آتے ہیں کہ ہم براہ راست ہی خدا کے انوار سے فیضیاب ہونا چاہتے ہیں اور ان خطرات کو بھول جاتے ہیں جو دریا کے از خود باہر آنے پر سیلاب کی صورت میں بستیوں کی بستیاں غرق کر دیتا ہے اور تباہی و بربادی پھیل جاتی

ہے۔ جبکہ 44000KV کا کنکشن براہ راست گھریلو استعمال جہاں 220V کا سامان موجود ہے۔ اس گھر کو دھماکہ سے بھسم کرنے کے لئے کافی ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو قرآن پاک تو پڑھتے ہیں مگر اس میں بیان کردہ حکایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کلیم اللہ کے خطاب سے سرفراز فرمائے گئے اور اللہ کے ان پیارے انبیاء اور رسل کی فہرست میں شامل کئے گئے جن پر کتاب اتاری گئی اور شریعت بھی عطا فرمائی گئی۔ اگر چہ آپ نے اپنے کلیم اللہ سے براہ راست خطاب تو فرمایا مگر رب ارنی کہنے پر بھی اپنے دیدار سے براہ راست مستفیض ہونے سے بار بار روکا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ضد کرنے پر اپنے نور کی صرف ایک تجلی کوہ طور پر ڈالی تو کوہ طور انوار الٰہی کی ایک ہی جھلک برداشت نہ کر سکا اور جل کر سیاہ ہو گیا اور حضرت خود بے ہوشی میں چلے گئے۔ اگر اس کا پیارا نبی علیہ براہ راست پہاڑ پر گری ہوئی ایک تجلی برداشت نہ کر سکا تو پھر کون مائی کا لال ہے جو رب قدیر سے براہ راست بغیر کسی وسیلہ کے اس کے نور کی جھلک برداشت کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ بات ذرا طوالت اختیار کر گئی مگر روحوں میں اٹھتے طوفانوں کو کون روک سکا ہے اور طوفان بھی وہ جو دریائے وحدانیت میں غوطہ زنی سے قبل صرف اس دریائے بے کنار کے تصور سے ہی رب محمد ﷺ لوگوں کے دلوں اور روحوں میں اپنے پیارے حبیب ﷺ اور ان کے نسل در نسل سلسلہ در سلسلہ بیعت شدہ مرشدان کرام کے ذریعے ودیعت فرماتا ہے۔ سرگردان عشق کے شوق کی راہیں ان کے مہربان مربی خود وا فرما دیتے ہیں جیسے میرے مرشد پاک کا فرمان مبارک ہے کہ عشق اپنے راستے خود تلاش کرتا ہے۔ میں کہ گم کردہ راہ عشق تو نہ ہوں لیکن بقول میاں محمد بخش صاحبؒ

خشخش جنا قدر نہ میرا تے مرشد نوں وڈیاں
میں گلیاں دار روڑہ کوڑا تے محل چڑھایا سایاں

سید ہاشم شاہؒ نے از خود اپنے کلام کے مطالعہ کی آتش شوق کو مہمیز لگا دی اور ان کے اس کلام کے علاوہ جو میرے جد اکرم حضرت سید محمد اکبر شاہ تھرپالویؒ سجادہ نشین دربار عالیہ نے اپنے وصال سے قبل مجھے مخطوطات کی شکل میں عطا فرما دیا تھا میں نے ہر اس کتاب کی تلاش شروع کر دی جو مختلف ذرائع سے چھپ کر بازار میں دستیاب تھی۔ جن میں سسی پنوں، سوہنی مہینوال کا کارے تذکرہ ہاشم اور Hashim Shah Sassi Pannun جو برطانوی محقق کرسٹو شیکل کی انگریزی زبان میں شائع کردہ ہے کو اپنے کتب خانہ کی زینت بنانے سے قبل ان کا مطالعہ کرنا

ضروری سمجھا تا کہ حضرت ہاشم شاہؒ کے نسب تاریخ پیدائش اور دیگر احوال کے بارے میں موجود مواد کا تجزیہ کیا جا سکے اور اصل حقایق جو مختلف محققین مرتبین' ناشرین مترجمین سے دیگر کتابوں میں بغیر تحقیق شائع کئے ہیں اس کی چھان پھٹک کر کے مسخ شدہ معلومات کی بیخ کنی کی جائے اور شاہ صاحب کے نبیرہ ہونے کے ناطے اور سجادہ نشین دربار عالیہ ہونے کی نسبت سے اصل حقایق کو منظر عام پر لایا جائے چونکہ جن بزرگوں کی اولاد ان کی روحانی کمائی پر خواب خرگوش کے مزے لیتی ہے لوگ از خود بغیر تحقیق ایسی معلومات ان سے چسپاں کر دیتے ہیں جن کا اصل حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ چند ایک نے تو اصل مصنف کا نام تک سرورق سے گم کر دیا اور محققین مرتبین ناشرین اور مترجمین نے خواب میں سوئی ہوئی ہاشم شاہ کی نسل کی اس مجرمانہ غفلت سے خوب فائدہ اٹھایا اور از خود جملہ حقوق بھی محفوظ کئے اور یوں اصل مخلوطات شاہ صاحب کے گھرانے کے پاس محفوظ ہونے کے باوجود ملکیتی حقوق بھی از خود ہی حاصل کر لئے۔

حضرت قبلہ کی ایک تصنیف بنام ''چہار بہار'' بزبان فارسی جو اصل مخطوطات جناب سید محمد اکبر شاہؒ سجادہ دربار عالیہ دادا حضور اور سید غلام نبی شاہ مصنف تذکرہ ہاشمیہ کی تحویل میں تھے اس کی بابت معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ ''خزائن الاسرار'' کے نام سے سید شرافت نوشاہی قادری نے مرکز تحقیقات فارس ایران کے تعاون سے ادارہ معارف نوشاہیہ کی وساطت سے شائع کیا جو مکتبہ عالیہ ۱۵ ایبک روڈ لاہور نے طباعت سے آراستہ کیا تھا کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر کتاب کا کوئی نسخہ بازار سے نہ دستیاب ہو سکا۔ آتش عشق پر شائد بزرگوں کو ترس آ گیا اور سید مشتاق احمد جو میرے چچا اور درگاہ پر انتظام و انصرام کے ذمہ دار ہیں نے برسبیل تذکرہ نسخہ کا ذکر کیا اور ایک نسخہ عطا بھی فرمایا۔ مطالعہ پر سرورق پر مصنف کتاب کا نام ہی موجود نہ پایا اور اندر کے صفحات گیرد آورندہ شیخ محمد ہاشم شاہ تھرپالوی کے غلط اندراجات کرتے ہوئے قصہ مختصر کر دیا گیا۔ نسخہ مذکور کے پیش گفتار مقدمہ از سید عارف نوشاہی کے مطالعہ پر پیش کردہ معلومات بابت اصل نسخہ فارسی میں ماسوائے چند ایک قابل اعتماد کے دیگر تمام تفصیلات یوں محسوس ہوئیں جیسے مترجم بہ اہتمام حضرت مصنفؒ کی تصنیفی کاوشوں کو زیر کر کے اپنی کاوشوں کو چند سراہنے کی غیر رسمی مگر ارادی کوششوں میں مصروف ہیں اور کلام حضرت نوشہ گنج بخشؒ جو آپ نے اپنے مرید باصفاء حضرت پیر محمد سچیارؒ سے فرمایا کو کسی کتاب یا دیگر ماخذ سے اخذ شدہ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی کتاب کوئی مخزن ایسا موجود ہوتا جس کی مدد سے سید ہاشم شاہؒ نے چہار بہار تصنیف کی تو وہ

حضرت نوشو پاکؒ یا حضرت پیر محمد سچیارؒ کے کتب خانے یا ان کے خاندان کے افراد کے پاس ضرور موجود ہوتا جبکہ ایسا نہ تھا اور خود سید شرافت نوشاہی مترجم نے تصنیف مذکور کے ترجمہ صفحہ نمبر 10 پر اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ وہ خود ماسٹر سید غلام نبی وسن پورہ (جو کہ ہاشم شاہؒ کے خاندان کے ایک بزرگ تھے) کے پاس گئے اور نسخہ مخطوطہ دیکھنے اور پڑھنے کے بہانے بزرگ موصوف کی اجازت کے بغیر راتوں رات اُس کی کچی پنسلوں سے نقل تیار کر لی اور اپنی اس سعی کو کتب سلسلہ نوشاہیہ کی تلاش اور فراہمی اور ان تھک محنت کی داستان بیان کیا ہے۔

اصل حقائق جو سینہ بسینہ راقم الحروف تک پہنچے ہیں اُن کے مطابق حضرت سید ہاشم شاہؒ اپنے والد مکرم حاجی اطرمین محمد شریفؒ کے مرید تھے جو حضرت بخت جمال جھنگیؒ کے مرید باصفا اور خلیفہ تھے حضرت ہاشم صاحب کو بذریعہ کشف تمام گفتگو مابین حضرت نوشہ پاک گنج بخشؒ اور حضرت پیر محمد سچیارؒ سے آگاہ فرمایا گیا جسے وہ اپنے پیر صاحب کے عطا کردہ تصرفات کی مدد سے ایک قادر الکلام شاعر اور مصنف ہونے کے ناطے ضبط تحریر میں لائے نہ تو اُن کے سامنے کوئی مواد تھا اور نہ کوئی دیگر ماخذ تھا جس کی مدد سے وہ ۱۲۰۹/۱۷۹۴ عیسوی میں اغلباً ۱۵۳۵ھ یا اس کے اردگرد ہونے والی گفتگو کو تقریباً دو سو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد ضبط تحریر میں لاتے۔ لہذا یہ بات بلا حیل و حجت پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے اور مدلل اور مکمل ہے کہ تصنیف مذکور سید صاحب کے اپنے مرشد امجد حضرت سید نوشو پاکؒ کے حاجی محمد شریفؒ کے واسطہ سے عطا کردہ تصرفات کشفی و روحانی کا ہی نتیجہ ہے۔

مزید براں نسخہ مذکور میں ''چہار بہار'' کی تصنیف تدوین اشاعت اور ترجمہ کے بارے میں غیر ضروری سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس طرح حضرت سید ہاشم شاہؒ کے نسب/تاریخ پیدائش اور دیگر کے بارے میں بھی جملہ پنجابی ادب کی تحقیق کے حوالہ سے ہر مسئلہ پر صریحاً ایسی معلومات فراہم کی گئی جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اختلاف رائے کی ایسی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جسے اصل حقائق کو دھندلانے اور سید ہاشم شاہ کی تاریخ پیدائش ان کے نصب اور ان کی لازوال تصنیفات کو گہنانے کی ایک کامیاب کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ سید غلام نبی شاہ (بزرگ خاندان) کی اس سلسلہ میں فراہم کردہ معلومات پر انحصار نہ کرنا اور کتاب ''سلسلہ ہاشمیہ'' میں مندرجہ معلومات کی دوسری معلومات کے مقابل نفی کرنے کی کوشش بھی اسی سلسلہ کی کڑی معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ شجرہ نسب تک کو زیر بحث لانا اور اُس کی کڑیاں گمشدہ ثابت کر کے ہاشم

شاہ صاحب کو غیر گیلانی حتیٰ کہ سید تک مشکوک کرنے کی کوشش بھی یقیناً باز پُرس کی متقاضی ہے۔

سید ہاشم شاہ کے فارسی اور پنجابی مناجات حضرت غوث الاعظمؒ کے باریک بین مطالعہ اور ان کی آپؒ سے محبت اور اس کا لازوال بیان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضرت کا روحانی کے ساتھ جسمانی تعلق بھی آپ سے ضرور بالضرور ہے۔ خادم کو زندگی میں خدائے بزرگ و برتر نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں متعدد بار ایسے مواقع فراہم کئے جو بصورت رویا اور بصورت واقعاتی شہادت پیش کئے جاسکتے ہیں جو اس امر کی تصدیق اور اعلان ہیں کہ حضرت سید ہاشم شاہؒ کا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ غوث پاک اعظم سے روحانی کے علاوہ صلبی رشتہ بھی موجود ہے اور جس جرأت کا ذکر نسخہ چہار بہار مذکور میں احاطہ تحریر میں لایا گیا کہ آج تک خاندان ہاشم شاہ میں کسی کو اپنے نام کے ساتھ گیلانی لکھنے کی جرأت نہ ہوئی ہے میں اپنے جدامجد سے معذرت کے ساتھ کہ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو ازراہ کسر نفسی ''نوشاہی فقیر'' کہلانا پسند فرمایا ہے۔ جبکہ دراصل ان کا نسبی واسطہ بھی موجود ہے جسے تکبر سے بچنے اور کسر نفسی کرتے ہوئے جان بوجھ کر ایسا کیا کیونکہ اصل صوفی فقیر اور درویش کی یہی صفات ہیں کہ وہ نمائش و نمود سے پرہیز اختیار کرتے ہیں اُن رویا اور واقعاتی شہادتوں کا ذکر غیر ضروری اور تفاخر میں گردانتا ہوں لہذا خاموشی جو کہ یقیناً افضل اور بہتر ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ تحریر مذکور سے صرف مسخ شدہ حقائق و واقعات کی تصحیح کرنا ہی مقصود تھا۔ اس ضروری بحث کو سمیٹتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ سید ہاشم شاہ کے خاندان کے بزرگ سید غلام نبی شاہ کی مرتبہ ''سلسلہ ہاشمیہ'' کی کتب میں مندرج تمام قسم کی معلومات کو حرف آخر تصور کیا جائے کیونکہ وہی معلومات دُرست اور حقیقت پر مبنی ہیں جن کے مطابق چند ضروری معلومات ذیل ہیں۔

نسب: حضرت محمد سید ہاشم شاہؒ کا سن پیدائش ۱۱۴۸ ہجری مطابق ۱۷۳۵ عیسوی بمقام مدینہ منورہ ہے آپ کے اجداد حلب کے علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریفؒ ۴۰ سال تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور مسجد نبوی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے آپ نے اس دوران چالیس حج فرمائے اور جب ہاشم شاہ کی عمر ۴ سال تھی تو آپ نے ہندوستان مراجعت فرمائی اور گورداسپور کے قصبہ جگدیو میں مقام فرمایا درس و تدریس کے علاوہ اپنے آبائی پیشے حکمت کو جاری فرمایا اور حضرت بخت جمالؒ سے

سلسلہ نوشاہیہ قادریہ میں بیعت فرمائی حضرت سید ہاشم شاہ نے ابتدائی درس وتدریس اپنے والد اور پیر صاحب حضرت حاجی محمد شریف سے پائی جسکا ثبوت ''چہار بہار'' میں اپنے والد پیر کے حضور مناجات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت کا سلسلہ نصب ۱۴ پشتوں پر حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث صمدائی سے جاملتا ہے جو خاندانی ذرائع کے علاوہ فقرنامہ میں بھی موجود ہے جس کی جلد عجائب گھر لاہور میں موجود ہے اور اس کی کاپی خاندان کے افراد کے پاس بھی موجود ہے اور لوک ورثہ کی اشاعت شدہ کتاب ''ہاشم شاہ'' اس کی تصدیقی سند کے طور پر موجود ہے۔ ہاشم شاہ کے وصال کے بارئے میں بھی مختلف آرا کا اظہار کیا گیا ہے جبکہ دراصل ہاشم شاہ نے ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳عیسوی میں تقریباً ۱۱۰ سال کی عمر میں ۲۷ رمضان المبارک بروز جمعتہ الوداع جگد یو ہاشم شاہ میں انتقال فرمایا آپ کا جسد خاکی آپ کی وصیت کے مطابق تھرپال ضلع سیالکوٹ میں دفن کیا گیا جہاں ہر سال ۴ جون/۲۲ جیٹھ کو آپ کا سالانہ عرس انتہائی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

ہاشم شاہ کی بابت یہ بحث زوروں پر چلتی رہی کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر تھے یا نہیں ہر دو گرویوں نے اپنے اپنے دلائل پیش کر کے بصورت دیگر کو غیر ضروری بحث کو جاری رکھا نہ اُس میں کوئی تحقیق کا کام تھا اور نہ ہی تصدیق کا جبکہ شاہ صاحب کے کلام میں ہی ایسے ثبوت موجود تھے جو انہیں حق گو فقیر منش صوفی ثابت کرنے کے لئے کافی تھے۔

کہہ سن حال حقیقت ہاشم ہن دئے بادشاہاں دی
ظلموں کوک گئی اسمانیں دکھیا زور دلاں دی
آدمیاں دی صورت وسدے راکھش آدم خورئے
ظالم، چور، پلیت زناہی خوف خدائیوں کو رئے
بس ہور نہ کہہ کجھ ہاشم جیوں رب رکھے رہنا
ایہہ گل نیں فقیراں لایق بُرا کسے نوں کہنا

مگر ہاشم شاہ کو درباری شاعر ثابت کرنے کے کوشاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بقول ان کے پیش کیئے جانے والے قصیدے کو کسی ریکارڈ پر ثابت نہیں کر سکے۔ اس سلسلہ میں بھی غلام نبی شاہ صاحب کی رائے پر ہی اتفاق کرنا ضروری ہوگا ''واقعات وحالات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت بابا ہاشم شاہ صاحب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نہ تو درباری شاعر تھے اور نہ ہی ملک

الشعراء مزید احمد یار جس کا تعلق دربار سے رہا ہے اُس نے ہاشم شاہ کو کہیں بھی درباری شاعر نہیں لکھا ہے۔ شائد اس سے زیادہ کسی دیگر ثبوت کی ضرورت نہ ہے۔

حضرت حاجی محمد شریفؒ کے انتقال پر جب ہاشم شاہؒ کی عمر صرف ۱۴/۱۲ سال بیان کی گئی آپ نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق خاندانی امور کو ازخود سنبھال لیا اور درس و تدریس/حکمت کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا اور اپنے پیچھے اُس وقت کی مروجہ تمام تر زبانوں میں شاعری اور نثر کی صورت میں وہ معرکتہ الصراخزانہ چھوڑا کہ آج تک جس کی مثال پیش نہ کی جاسکی۔ جس میں سسی پنوں، سوہنی مہینوال، دوڑھے اور ڈیوڑھے پنجابی کے ادب کی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ چکی ہیں۔ جبکہ فارسی زبان میں متعدد تصانیف کا قیام اعلیٰ وارفع ہے جس میں ''چہار بہار'' دوامی شہرت کی حامل کتاب ہے جو فارسی زبان کی وجہ سے جواب زبان زد عام نہ ہے جناب سید شرافت نوشاہی نے قبل ازیں مندرجہ حوالہ کے مطابق ماصل کر کے اردو ترجمہ فرمایا جو اقصیٰ قابل داد اور قابل صد تحسین ہے جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں اور خداوند ذوالجلال سے اُن کی اس سعی کو اپنے حضور قبول فرما کر اُن کے اور ہمارے روحانی اجداد سید نوشہ پاکؒ کی طفیل اُن کے درجات بلند فرمائے اور زندگی کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرماتے ہوئے ان کی بخشش کے اسباب اور سامان مہیا فرمائے آمین۔

''چہار بہار'' کا اردو ترجمہ از سید شرافت نوشاہیؒ بعنوان ''خزائین الاسرار'' جواب کتابی صورت میں عام دستیاب نہ ہے اور بقول ''لوک ورثہ'' ہاشم شاہ، مطبوعہ لوک ورثہ اسلام آباد آوٹ آف پرنٹ ہے کیونکہ میڈیا کے اس ترقی یافتہ دور میں وقت کو کمی عوام کی کتابوں سے دور لے جا رہی ہے اور ان کتابوں کی اشاعت اب نفع بخش بھی نہ ہے اور مزاجاً ہم لوگ مذہب سمیت دیگر امور میں ''شارٹ کٹ'' کے عادی ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میں اپنے اجداد کی سعی کو لاحاصل ہونے سے بچانے کے لئے صرف اُردو ترجمہ کی اشاعت پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ فارسی زبان پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں ماسوائے درس و تدریس کے تقریباً متروک قرار پا چکی ہے۔ میں جناب سید شرافت نوشاہیؒ کی بطور مترجم کوشش کو سلام کرتا ہوں اور عقیدۃً اُن کا تحریر کردہ مقدمہ بطور تبرک شامل اشاعت کر رہا ہوں تاکہ تاابد شائقین اُن کے لئے دعاگو ہیں۔

میں اپنی اس ترتیب و اشاعت کو اپنے والد مکرمی سید منظور احمد شاہ جو اپنے وقت کے جید صحافی اور کہنہ مشق شاعر، نقاد اور ادیب تھے جو منظور انور قریشی کے قلمی نام سے معروف تھے کے نام

کرتا ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کے لئے دعائے خصوصی دعا کا طالب ہوں کہ خدائے بزرگ و برتر اُنہیں اولیائے کرام سے اُن کی محبت کے طفیل (جو اُنہوں نے اپنی آغوش باصفا سے ہمیں ابتدائی درس کے طور پر ازبر کروادی) اپنے جوار رحمت و عافیت میں جگہ دے۔ میں بہت مشکور ہوں اپنے مجلس ہاشم شاہ کے مہربان دوستوں کا جن میں احسان باجوہ صاحب انوار الحق پنوں صاحب صدر اور جناب سعید شہزاد جنرل سیکرٹری جو مجلس ہاشم شاہؒ کے روح رواں ہیں جن کے اصرار مسلسل پر اس سوچ میں پیہم غرق رہا کہ اجداد کی عنائیت کردہ جملہ نوازشات کا ذرہ برابر تو حساب دینا چاہئے۔

قبول فرمائیں اس صورت یا اس صورت

اللہ ہو علیم فی مائے

دیوے عقل سلیم نی مائے

مرشد دی جے نظر سولی

کر دیوے عظیم نی مائے

آخر میں ہیں مشکور ہوں اپنے دوست افتخار بٹ صاحب (پبلشرز ایمپوریم) کا جو کتابی دنیا میں میرے لئے فغر راہ ثابت ہوئے اور جن کی اپنی دوست ریاض مصطفے صاحب کی طفیل مہربانیوں اور کاوشوں کی عملی صورت آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں میرے پیر سائیں سرکار پاک کا فرمان ہیروں میں تولنے لایق ہے جو فرماتے ہیں "دوست کا دوست بھی دوست ہوا کرتا ہے"۔

تمت بالخیر

فقیر سید جاوید احمد شاہ

سجادہ نشین

دربار عالیہ حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ

(نوشاہی قادری)

تھرپال شریف تحصیل و ضلع نارووال

چہار بہار

از ارشادات

فخر الاولیا ۔ امام الاصفیا ۔ فرزند مصطفیٰ ۔ جگر گوشۂ مرتضیٰ ۔

نائب ذات قادریہ ۔ امام سلسلہ نوشاہیہ ۔ شیخ الاسلام

حضرت سید حافظ شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش مجدد اکبر علوی

قادری قدس سرہ العزیز ۔ متوفی دوشنبہ ۸ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۴ھ

مرتبہ

حضرت مولانا حکیم شیخ محمد ہاشم بن حاجی محمد شریف نوشاہی ساکن جگدیو

مدفون تھرپال ضلع سیالکوٹ

چہار بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در مدح و ثنائے حق تعالیٰ عز اسمہٗ

بنام آنکہ نامش درج جانہا ‏ ‏ ‏ بیانش زیور حسن زبانہا

کلید ہر دَرِ مقصود ہر دل ‏ ‏ ‏ نجات و عفو و رحمت بخش ایں گل

ہر جا اوست و جائے ندارد ‏ ‏ ‏ کلید کُنہ او رائے ندارد

چگونہ طے کنم دریائے آتش ‏ ‏ ‏ سمندر ے شود پنہاں ز ذاتش

چہ باشی مرغ وہم آنجا چہ باشی ‏ ‏ ‏ کند تیغ تحیّر پر تراشی

شکستہ طالب و مطلوب بربام ‏ ‏ ‏ ہزاراں دام در رہ گام برگام

زبانم کے تواں گفت ایں بیانہا ‏ ‏ ‏ ملول ست ایں بہ بند استخوانہا

ثنائش ہر کہ در گفتار آراست ‏ ‏ ‏ شط بے قید را در کاسہ انداخت

خیالم تیز وہم چوں برق تُندست | ولے در عرصۂ میدانش کُندست
تمیزاے فکر در ذاتش مگس وار | دریں وا ماندہ اند عنقائے بسیار
اگر جوئی کہ آں بے چوں چگون ست | ز حدِ فکرت و دانش برون ست
ولے پرواز تو ایں جا تمام ست | کہ غیر از ذاتِ او دیگر کدام ست

مناجات بجناب باریتعالے جل قدرہٗ

الٰہی خستہ را برجستگی کن | ز خود بشکستہ را پیوستگی کن
دلم چوں آئینہ مصقول گرداں | بدریا کبریا مقبول گرداں
خیالم را عطا کن کج نہ پوید | زباں جُز درستی ہرگز نہ گوید
دلیل ناکسی از من جدا کن | برحمت غافری بر من نظر کن
درِ مقصود را بر من تو بکشا | بچشم جلوۂ انوار بنما
درونم معدنِ اسرار گرداں | برونم زاں جنوں خمار گرداں
بیفگن آتش عشقت درونم | بسوزد استخوان ولحم وخونم
نفس چوں آتشیں پرتاب گردد | شعاع برق زو بیتاب گردد

ز دردِ عشق تو بیمار باشم | شراب بے خودی سرشار باشم
شوم مستانہ و دیوانہ از خویش | نہ بینم جز تو ہرگز نوش و ہم نیش
خطا از ہاشم اے سازندہ ما | طفیلِ آلِ پیغمبر بہ بخشا

در نعت مبارک حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

بیا اے طوطیٔ طبعم تو در جوش | مشو در صحبتِ آئینہ خاموش
بہر طورے کہ داری نطق در خویش | چو موسیقار برگو اے وفاکیش
بنوبت خانۂ دنیا پُر آواز | ترا زیں بہ نباشد فرصتے باز
بکن فریاد و نالہ از سرِ سوز | بدرگاہِ شہنشہ عالم افروز
بگو احوالِ دردِ دو جہاں را | شہِ لولاک تاجِ مُرسلاں را
ترا ایں نالہ و زاری ضرورست | وگرنہ نعتِ او دُور از تو دُورست
زبانِ روح را شویم بہ کوثر | نباشد لائقِ آں نعتِ پیمبر
بجلوہ جبرئیل آں شُرخ رُو شد | چو از نعلین برداران او شد
چو تیغِ راستی اقبالش آہیخت | فراتش غفلت از کونین بگریخت

چو شمعِ نورِ احمد جلوه گر شد | نوائے شعله اش ز افلاک بر شد

چه گویم شانِ اقبالِ وجودش | بنائے هستی از عکسِ وجودش

چه گویم آل و اصحابانِ او هم | بگردِ ماه روان افواجِ انجم

چر افکرت چنان اندوهگین ست | که آن خواجه شفیع المذنبین ست

مناجات بجناب حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صانع کدام هست به بین نور و نار را | در تن که بست باهم خلطِ چهار را

ظاهر که کرد پردهٔ آن پرده دار را | صورت که داد باگل و هم برگ و خار را

جمله ظهورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

جنبش که داد ز اوّل باب چگونِ ددد | نابود را که داد این بهبود و هم نمود

پیدا که کرد اینسان تدبیرِ این وجود | قائم که کرد هستیٔ اندر زیان و سود

جمله ظهورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

عشقے که داد جنبش باذاتِ بے نشان | آن عشق بست صورت آمد درین جهان

نامش رسول هست تو اے بے خبر بدان | این سرّ او بحکمت دانست عارفان

جملہ ظہورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

بے صورتے کہ صورتِ مے لبست و شد پدید | آں تخم ایں درختِ جہاں ست چوں دمید
ایں شاخ و برگ و بار ازو جملہ سر کشید | آں بود نورِ احمد در پردہ کو درید

جملہ ظہورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

آں حرف کن کہ گفت شناس آں کدام بود | او از احد با حمد آمد پیام بود
یعنی بخویش خویش کنندہ کلام بود | روح و ملک ز نورِ محمد تمام بود

جملہ ظہورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

ایں جملہ کارخانۂ لولاک را ببیں | فردوس و عرش و کرسی و افلاک را ببیں
از بہرِ قماش وحل و دگر چاک را ببیں | روئیندہ اندریں وہم ایں خاک را ببیں

جملہ ظہورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

آں آبروئے ہر دو جہان و شفیع ما | گوئیم آں خدا را ہادی و رہنما
از بہر آنکہ صورتِ انساں نمود جا | ہاشیم و گرنہ ہست رسولِ خدا خدا

جملہ ظہورِ پرتوِ ذاتِ محمد ست

در نعت حضرت محبوب سبحانی قطب دو جہانی قدس سرہ العزیز

ثنائے محی دیں ایمان و دین ست	وظیفہ ہر ولی عابد ہمین ست
بہ بیشہ لامکاں کو راہ جو اند	بزیر سایۂ اقبال او اند
کسے کو ہست زیر سایۂ آں	نخواہد جام جمشید مہر سلیماں
زمینے کاندراں یک لحظہ بنشست	سر کونین را چوں کعبۂ ہست
بہ جاں بخشی کہ عیسٰے راغ درست	چہ است ایں از غلامانش نہ دُرست
اگر یوسف رُخ پیرم بہ بیند	زلیخا وار در راہش نشیند
جہاں را مہر و ماہ گرد ست آباد	دلاں را رونق ست از نور بغداد
پناہ اوست ایں دور سپہ را	ز پائیش آب خاک و مہر و مہ را
کمند ہمتش افتادہ پُر زور	کمند شیر فلک در بند چوں مور
بہ بحر وحدتش ابدال و اوتاد	چو غوک و ماہیاں مست اند دلشاد
سگ در غفلتم افتادہ گمراہ	ولے در سایۂ اش الحمد للہ
سگاں را جز زیاں کاری چہ ہوش ست	ہر آنکو صاحب ست او پردہ پوش ست

چناں پرم نہ گز بارِ عصیاں | شوم بے حرمت و حیراں پریشاں
مرا ہم خود با قبالت غرورست | کہ کارت پرورش نامت غفورست
طاعت مایۂ دارد نکوکار | ندارد تکیہ جز لطفت گنہ گار
نہ از من شد گنہ وز تو سخاوت | چہ شد در صاحب و بندہ تفاوت
برین آتش کہ از عصیاں بدارم | ز ابرِ رحمتت امید وارم
دریں طوفاں جہاں بر زشتیٔ من | نگہباں لطفِ تو ایں کشتیٔ من
منم بس رُوسیہ کن شستشوئے | بآبِ رحمت دہ آبروئے
توئی عصیاں بہ بخشی عالمے را | کدام ست آں خطا بخشد یکے را
دگر بخشد کسے یک بار باشد | نہ چوں تو دمبدم غفّار باشد
مرا جز معصیت مایۂ اگر نیست | ترا جز مغفرت کارِ دگر نیست
ولیٔ دیگراں با صد تمنّا | برائے بندگی آمد دریں جا
توئی کاں آمدی بخت جہاں را | برائے پردہ پوشی مجرماں را
شفیع و راحم و دانا و بیناست | پئے مردہ دلاں نامت مسیحاست

مسیحا بُد برائے روحِ مُردہ | نہ چوں تو بہر آنکس روح مُردہ

شفیعِ دو جہان و قطبِ عالم | ہُویدا در دو عالم غوثِ اعظم

چراغِ مصطفےٰ نورِ یدُ اللہ | پناہِ بے کساں محبوبِ اللہ

مناجات بجناب حضرت غوث الاعظم سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ العزیز

خستۂ و سرگشتہ حیرانم پشیمانم بریں | آہ رفت از من بغفلت مایۂ دنیا و دیں

زندگی کے خواہد آمد باز در دستم چنیں | ہمچو من نامہ سیہ کس نیست بر روئے زمیں

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

در جہاں اسمم ز بدکردار بد مشہور شد | ہم دلم پُر آبلہ چوں خوشۂ انگور شد

از سنانِ غم جگر چوں خانۂ زنبور شد | از دجامِ غم گرفت از ہر طرف رنجور شد

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

آتشِ عصیاں درونم روز و شب سوزد ہمی | دمیدم ز افعالِ خود دُود در دروں بر میکشم

سینہ را ناخن زنم ز افسوس مُوئے سر کنم | راندۂ و برگشتہ بخت از ہر طرف آں این منم

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

تاہنوز از طفلگی کارے نکردم جز گناه | این چنیں از کردهٔ خود شرمسارم ہم تباه

باز نشناسم سیه روآں خدا را آه آه | از ید شیطاں ذلیلم از کجا جویم پناه

عاصیم بہر خدا فریاد رس یا محی دیں

مایهٔ عقلے ندارم در جہاں ام بے ہنر | کاذبم شہوت پرستم مجرمم نا پاو سر

بیشمار اند ایں خطاہایم ز ریگ بحر و بر | گمرہم لیکن سگم افتاده ام بر در نگر

عاصیم بہر خدا فریاد رس یا محی دیں

نفس من بر من بلا افتاد در کارم بخیل | من چو مورم ناتواں افتاده ام در پائے پیل

این چه بختم واژگون ست وچه شد عمرم ذلیل | از که پرسم چوں روم چه کنم زمن گم شد سبیل

عاصیم بہر خدا فریاد رس یا محی دیں

جز خجالت دم نشد از من دریں عمر خزاں | توشهٔ ہرگز نکردم بہر عقبہ جاوداں

غوث اعظم قطب عالم رہنمائے گمرہاں | دستگیر بیکساں مشکل کشائے دوجہاں

عاصیم بہر خدا فریاد رس یا محی دیں

گر کلاه ژنده پوشم این چنیں از بہر آز | کوته بنیادم و نے حرص و ہوا دارم دراز

در یتیم چرخِ فلک آوارہ سازو حقہ باز | کن نظر بر حالِ من شاہِ شہاں عاجز نواز

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

گرچہ ایں افعال خود را در جہاں دارم نہاں | تا کے ایں پوشیدہ خواہد ماند در فصلِ خزاں

من چہ خواہم گفت با منکر نکیر آں زماں | عاقبت زرق و ریا ایں جملہ خواہد شد عیاں

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

چوں بامرش خواہد افتاد ایں چنیں روزِ نشور | زلزلہ در مغز جملہ روح لرزہ در قبور

آفتاب ارض و سما از جوشِ خود سازد تنور | آں زماں جبار خواہد گشت آں ذاتِ غفور

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

زندگی و خود پرستی در جہاں دائم کجا | ترسم از نزعِ رواں و زگور سخت و شمت جا

نیست آں کردم کہ او وقتِ بکار آید مرا | دستگیرم شو خدارا اندریں سیلِ فنا

عاصیم بہرِ خدا فریادرس یا محی دیں

ناامید و مضطرب ہرگز مشو ہاشم چنیں | دستگیرم ہست محبوبِ الٰہی محی دیں

رحمۃ للعالمین ست ہم شفیع المذنبیں | دمبدم ہم روز و شب فریاد کن دائم ہمیں

عاصیم بہر خدا فریادرس یا محی دیں

در مدح قطب عالم حضرت نوشہ گنج بخش قدس سرہ العزیز

چہ خوش میخانۂ وصفے گنج بخش ست | خودی و گمرہی را رنج بخش ست

ہر آنکو جرعہ خورد از جام نوشہ | شدہ منصور از انعام نوشہ

بداں زیں گنج بخش او را بگوئید | بیا بند از سگانش آنچہ جوئید

نگاہش مفلساں را زر بہ بخشید | ہزاراں مضغہہا را پُر بہ بخشید

چناں ایں عالم از بدعت بُری کرد | عروس فقر را زیور گری کرد

پرستندہ شریعت را چناں شد | نہال دین احمد زو جواں شد

چہ کرد آں تسہیری و درہوا شد | ہزاراں عارفاں را پیشوا شد

گذشت از عرصۂ ناسوت ولاہوت | کہ از پردیش وا ماند ملکوت

چناں آں آتش عشقش بزورست | ہراساں زو دل مجنوں بگورست

چہ ابر رحمتش بارید بر عام | بدریا طعن زن شد ہر یکے جام

نگاہ صیقل نوشہ قلندر | دلم را کرد آئینہ سکندر

مناجات بجناب حضرت نوشہ گنج بخش قدس سرہ العزیز

اے سرِ لشکر شہنشہ محی دیں عالی جناب
درگروہِ عاشقانِ بے ریا آں آفتاب

تاجدارانِ جہاں بپشت نگوں سر بر رکاب
من گدا او بیکسم بے مایہ ام کن مستجاب

عرضِ من بہرِ خدا یا پیر نوشہ گنج بخش

در ہمہ سر کارِ یزداں کار مختاراں توئی
حال چوں ما بیکساں بشیک نگہداراں توئی

بر سرِ ایں کشتِ ما بارندہ باراں توئی
از رہِ با کرم سوزندہ خاراں توئی

ہم بنامِ مصطفےٰ یا پیر نوشہ گنج بخش

سایہ ات خاصیتے بخشید با مسکیں ھما
سایہ اش شاہی بہ بخشد با گدا و بینوا

بشک از حق میکنی آگہ تو چوں قبلہ نما
با مسِ من زر بکن پارس توئی اے یار ما

صدقۂ ہم مرتضےٰ یا پیر نوشہ گنج بخش

سِر تو با سرِ حق ہمراز و ہم ہمخانہ الست
خانۂ تو بہرِ مخموران حق میخانہ الست

ہر کرا خواہی دہی در دستِ تو پیمانہ الست
ہر کہ از جرعہ تو خورد آں شوقِ حق دیوانہ الست

جرعۂ ہم دہ بما یا پیر نوشہ گنج بخش

حاکمی در حکم تو آں عالمِ ملکوت ہست　　　مالکی زیرِ قلم آں کشورِ جبروت ہست

چوں صدف در پیشِ تو آں پیشۂ ناسوت ہست　　　جائے تو در لامکاں کاں نامِ او لاہوت ہست

چہ کنم وصفِ شما یا پیر نوشہ گنج بخش

نامِ تو شہد ست من مفتوں براں ہمچوں مگس　　　تا دمم ہرگز نباشم مبتلا بر جامِ کس

اندریں دل بستہ و میرم مرادم ہست بس　　　وقتِ آں نزعِ رواں عالم ببیں بر من برس

اے شہِ راحت نما یا پیر نوشہ گنج بخش

جائے تو بر آسماں در مجلسِ آں بے پدر　　　لیک بر فرشِ زمیں تاباں نمائی چوں قمر

جلوہ ات ہر صادقے راہست روشن در جگر　　　دُور نبود گر تو از احوالِ من داری خبر

خواہشِ من دہ مرا یا پیر نوشہ گنج بخش

گر دِ نعلینت چو گردد بر سرم چوں سایہ بان　　　تا رکم بر اوجِ گردوں میرسد در دو جہاں

تا نیم مبغیم کجا باشند آں فردوسیاں　　　زندگی جاوید یابد نامِ من در ہر زباں

از دلم غم کن جدا یا پیر نوشہ گنج بخش

ہر چہ خواہی میکنی بر ہر امورے قادری　　　ہر چہ خواہی میدہی تو در سخاوت نادری

از برائے پردۂ ما در دو عالم چادری　　بیشک اے در پرورش با بیکساں چوں مادری

رحم کن یا بینوا یا پیر نوشہ گنج بخش

بیکسم از جام تو خالی نماند جام من　　مرغ مرادم زآسماں گیر و فگن در دام من

بخشش بکن ایماں بدہ با خیر کن انجام من　　بیشک شود از لطف تو فرخ مبارک نام من

سائل ز تو ہا شم گدا یا پیر نوشہ گنج بخش

در مدح قبلہ گاہی حضرت حاجی محمد شریف نوشاہی طاب ثراہ

دریں خمار خانہ غفلت آلود　　بزیر ایں کاسہ خونی و نابود

ہمہ کس حائل و در شاہ راہ است　　زدودِ آہِ شاں گردوں سیاہ است

دمے کو ہست ایں جا بے سپر ہست　　زآفت ہائے دوراں در خطر ہست

مگر جائیکہ زیں غمہا لطیف ست　　بسایۂ حضرتِ حاجی شریف ست

مرا در حرمتِ دارین او یافت　　کہ سایہ حاجی الحرمین او یافت

دلیلش رہنمائے عاشقان ست　　وجودش قبلۂ ہفت آسمان ست

جبینش مطلعِ انوارِ یزداں　　کلاہش مظہرِ اسرارِ جاناں

سران را ز آستانش تاج بر سر   خجسته نام او مفتاح هر در

بدرگه عالیش سائل هزاران   ولی و عابد و زاہد ثناخوان

کسے کو نان طلب کرد از درِ آن   بدادش مملکت با سائل نان

بحمد اللہ کہ ایں سان رہبرم ہست   خیالِ آن شہنشہ در سرم ہست

مناجات بجناب حضرت حاجی محمد شریف نوشاہی رحمہ اللہ

بیا اے ہنرور بدکانِ عشق   زمن بشنوی حرفِ زبانِ عشق

بگیر اے بتعجیل دامانِ عشق   ببیں ایں سخن را بدیوانِ عشق

قلم زن نوشتہ باوّل ردیف

بخوان نام حاجی محمد شریف

گر ایں نام یاد آوری جوہری   مقرّر لبسا برتری گوہری

وگرنہ چو زن بیوہ بے شوہری   تہی مانی از معدنِ گوہری

دُرے بے بہا را بگیر اے ظریف

بخوان نام حاجی محمد شریف

بداں کفر و منشیں بہ بے اعتقاد　　گو اورا ہمہ علم ہا ہست یاد

لعین ست مردود و شیطاں نہاد　　بیامیز با صادق و با مراد

کہ گویند ترا با زبانِ لطیف

بخواں نامِ حاجی محمد شریف

بفرما تو ایں نام با حق پرست　　نہ با خود پرستے کہ او خود پرست

بداند یقیں ہر کہ نیک اختر ست　　کہ در دو جہاں نامِ ایں رہبر ست

مگو با کسے لعنتی و کثیف

بخواں نامِ حاجی محمد شریف

یقیں نامِ ایں پارس و کیمیاست　　خدا را دریں داں ترا ایں رواست

خدا و خدا داں نہ ہرگز جداست　　شدن بے یقیں زیں ہمیں بس خطاست

ترا بارہا گفت و گوید حریف

بخواں نامِ حاجی محمد شریف

چو اکسیر ایں نام بیمار را　　رہِ مغفرت ہیں گنہ گار را

حصار آہنی ہست زردار را　　یقیں ذوالفقارست بیکار را

قوی تن شوی، ہمچو کوہِ نحیف

بخواں نام حاجی محمد شریف

فلک اژدہائے پُراز نیش ہست　　گر ایں چرخ با تو جفا کیش ہست

بسا مشکل و درد درپیش ہست　　مجرّب دوائے بریں ریش ہست

بکن تا شود جملہ آفت ضعیف

بخواں نام حاجی محمد شریف

زعرفاں شنو نکتۂ بے مثال　　اگر ہستی اے مرد فرخندہ فال

بیابی دریں رحمتِ لایزال　　ز آفات ہرگز نگیرد زوال

متابع تو فصلِ ربیع و خریف

بخواں نام حاجی محمد شریف

اگر صادق اے دل بریں در شوی　　اگر مفلسی کیمیا گر شوی

مکرّم معظّم مقرّر شوی　　بہر در بہر کار بہتر شوی

گران مایہ گشتی نہ باشی خفیف

بخوان نام حاجی محمد شریف

منِ فقر باشیم تو داننده باش | رہِ پارسایاں شناسنده باش
شب و روز این نام خوانده باش | قل و فاتحش ہم رسانندہ باش

درین رہ شوئے صادق وہم شریف

بخوان نام حاجی محمد شریف

خطاب بفکرِ خود

بیا اے شکرِ من غواص و خونخوار | شو اے گم اندریں دریائے زخّار
گہے چوں چرخ در چرخ بریں شو | گہے چوں مُردگاں زیر زمیں شو
بجو آں آتشِ پیشینہ گاں را | کن اے روشن ازاں شمع زباں را
ببیندازد چناں لمع سخن ہا | کند روشن درونِ انجمن ہا
تو اے ابرِ قلم بسیار دوّار | دریں دریائے کاغذ شو گہر بار
برآنہائے کہ در ہر دم ہراساں | دلِ اہل دلاں گوہر شناساں

بہائے قدرِ گوہر را بکوشند　　　دگر بینند ز و عیبے بپوشند

۱۲۰۹ ھ
ھزار و دو صد و نہ سال مے بود　　　چو ہاشم ایں روش اظہار بنمود

وجہِ تالیفِ کتاب مستطاب

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین وخاتم النّبیّین وعلیٰ آلہٖ و

اصحابہٖ اجمعین۔

بعد از نعتِ مجموعۂ اہلِ اسلام و عرفان ایں فقیر احقر الزمان محمد ہاشم ولد حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریف

میگوید کہ من در کتبِ معتبر نوشتہ دیدم و از زبانِ گوہر فشانِ عالی شانِ بزرگاں شنیدم کہ آں منبعِ اسرارِ وحدانی

ذکار حضرت پیر محمد سچیار رح چند سال بخدمتِ مرشدِ صاحبِ کمال در علمِ شریعت و طریقت ونشاندنِ نقشِ نقش

ز زبانِ گوہر فشانِ عالی شان حضرت گنج بخش جیو رح تلقین یافت۔ چندانکہ اگر قلم براں جاری داشتے کتابے

دے۔ پس ایں فقیر ازاں جواہرات دُر چیدہ بصندوقچہ نہاد۔ ازاں جملہ کلام مغز برآوردہ در کاغذ

طلب بزرگ سوالِ متعلّم وجوابِ معلّم۔ چہار سوال بوجہِ احسن بقلم آوردہ ایں نسخہ را چہار بہار نام نہاد

سوال اول۔ در شریعت یعنی بجا آوردن امر و نہی۔ سوال دوئم۔ در طریقت یعنی شناختن راہِ راست۔

سوال سوئم۔ در حقیقت کہ ہمہ از اوست۔ سوال چہارم۔ در معرفت کہ ہمہ اوست۔

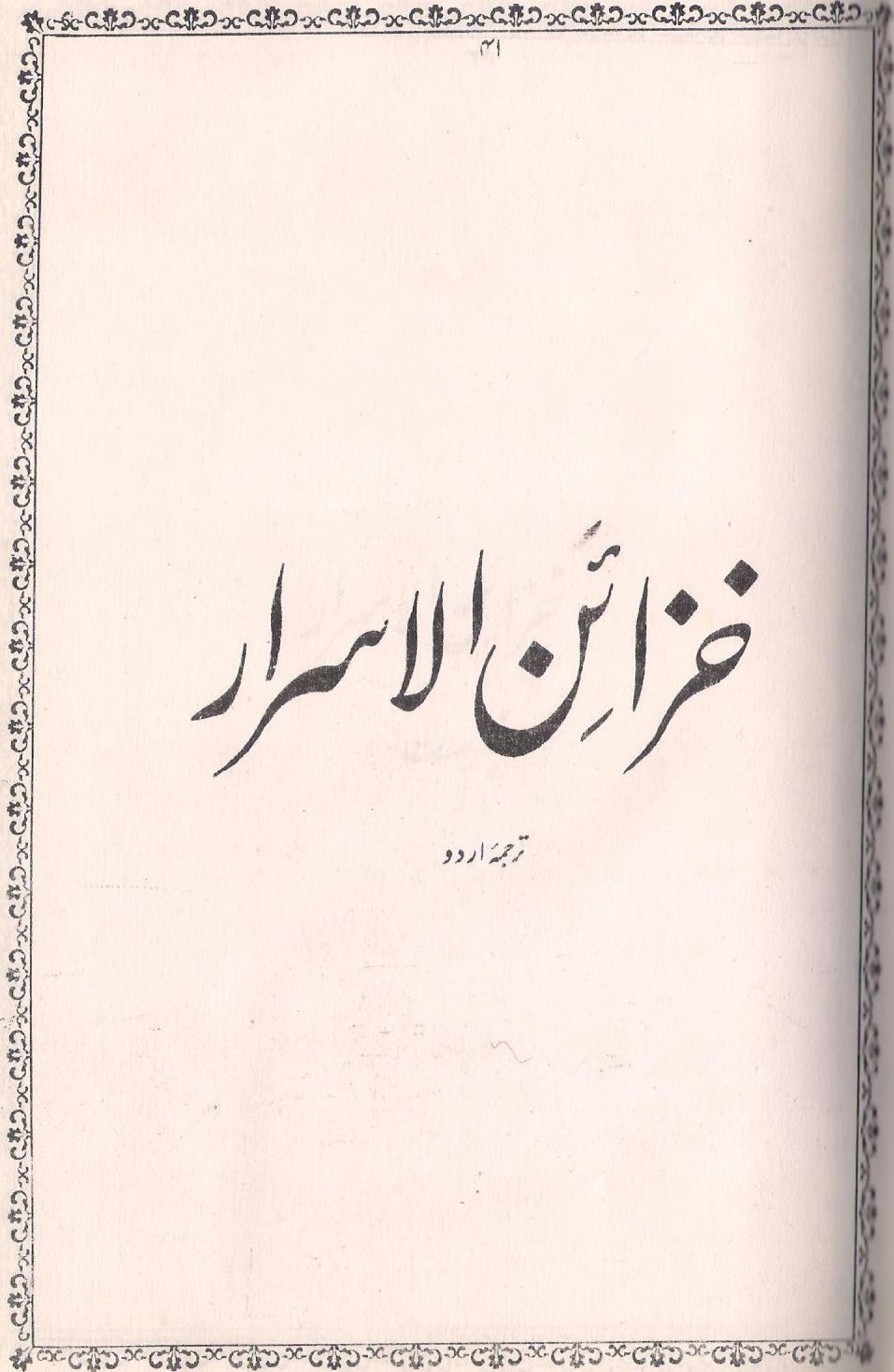
رباعی

سخنِ اوّل بشرطِ ایمان ست — در دوّم ابتدائے عرفان ست

صاحب اسرار مے شود بسوم — در چہارم وصالِ جانان ست

بہارِ اوّل در شریعت

۱- سوالِ حضرت پیر محمدؒ در خدمت حضرت گنج بخش جیوؒ۔ یا ہادیِ دوجہان و رہنمائے کون و مکان
زندگی خواب و وجود ہمچو حباب ست میخواہم کہ دست دراں دامن زنم و قدم براں راہ نہم کہ بیخِ غفلت
برکنم و ہر دو بوصولِ احسن بسر برم۔ یا پیر! من مے بینم کہ غریب و کدخدا۔ نادان و دانا دریں منجلابِ ہوسِ
عظیم افتادہ و نفسِ ایں کلبِ آلودہ ہمچو مگس در پالودہ گرفتار شدہ انفاسِ بے قیاس باخر رسانند و بہرہ ہیچ
نیابند۔ و باز در تعقبِ آں مترقب اند۔ دریں گرداب بیتاب و بے آب اند۔ و بسیار در اذیت و طنّت در تعب و
غضب ذلیل و علیل اند اما از ارادت و اطاعتِ ایں نابکار و ناسزاوار رُوگردان نشوند و استعاذت نور زند
و خیالِ رفتہ را اعادت نکنند۔ اغلب در حینِ حیات چند دفعات زحمت ہائے بے انتہا مے بینند کہ رجائے زندگی
ہیچ نمے ماند۔ نیز دراں دم مرہوب از گرگِ مرگ نشوند بلکہ استعانت از ادویات و لوازماتِ حکما جویند کہ
استطاعت و تقویت پیدا شود۔



خزائن الاسرار

ترجمۂ اردو

خزائن الاسرار

فہرست

خیال کی حقیقت

اپنے آپ کو کس طرح دیکھا جا سکتا ہے

بصارت اور بصیرت کی آنکھیں

دل کے صیقل کرنے والے افعال کیا ہیں؟

سچائی کی حقیقت

باختر کے شیشہ گر کی سچائی

سچائی اختیار کرنے کی نصیحت

صبر کی حقیقت

صبر گوہرِ بہا ہے

بی بی حبہ خاتون کا صبر

صبر کا نتیجہ

صدق (یقین) کی حقیقت

صدق معرفت کے خیمہ کی میخ ہے

خزائن الاسرار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

امابعد

جاننا چاہیئے کہ فقیر کو ابتدائے شعور سے خاندان عالیہ نوشاہیہ کی کتابوں کی اشاعت وترویج کا خیال مرکوز خاطر رہا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس سلسلہ عالیہ کی نایاب کتابوں کی جستجو میں رہا، چونکہ اس خاندان کی کتابوں کا بیشتر حصہ آجتک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا، اس لئے جہاں سے کوئی قلمی کتاب دستیاب ہوئی، اُس کو نقل کرلیا، اوراس سے خود بھی فائدہ اٹھایا، اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا، اسی طرح کئی نسخے مہیا کرلئے۔ چنانچہ کتاب مقامات حاجی بادشاہ المعروف رسالہ احمد بیگ، ثواقب المناقب، تذکرہ نوشاہیہ، تحایف قدسیہ، کنز الرحمت، تحفۃ الفقرا وغیرہ کتابیں اسی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ اِن کتابوں سے میں نے اپنی کتاب شریف التواریخ میں کافی فوائد حاصل کئے۔ قطب الاقطاب، شیخ الاسلام حضرت نوشہ گنج بخش رحمہ کے حالات ومقامات وخوارق وکرامات

اور حضور کی اولاد کرام و خلفائے عظام کے احوال خیر مآل کا اکثر سرمایہ انہیں کتابوں سے میسر ہوا، با ایں ہمہ آپ کے ملفوظات طیبات اور ارشادات عالیات کے متعلق کوئی کتاب نہ مل سکی، آخر فضل خداوندی اور تصرف بزرگان سے میری تلاش و جستجو زیور کامیابی سے مرصع ہوئی، یعنی ایک کتاب موسوم بہ بہار بہار فارسی قلمی ملاحظہ سے گذری جو حضور اقدس قدس سرہٗ کے ارشادات کا ایک بے بہا گنجینہ تھی، جو اس خاندان کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت شیخ محمد ہاشم بن شیخ حاجی محمد شریف قادری نوشاہی جگدیوی رح نے جمع فرمائی تھی، یہ کتاب مخزن الاسرار حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کے سوالات، اور حضرت گنج بخش رح کے جوابات پر مشتمل تھی، اس کے دیکھنے سے جو کیفیت دل پر طاری ہوئی، وہ وجد سے ہی تعبیر کی جاسکتی ہے، اس کتاب کا دستیاب ہونا میرے لئے ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک بے جان جسم میں تازہ رُوح کا سرایت کرنا، مگر شومئی قسمت سے یہ کتاب ایک ایسے شخص کے پاس تھی جو دقیانوسی خیالات کا ہے، اور اُن لوگوں سے ہے جو کتابوں کو ہوا لگانا بھی پسند نہیں کرتے، چہ جائیکہ کوئی اہل علم ان کو دیکھ لے یا فائدہ اٹھالے، ایسے لوگ کتابوں کو محض بزرگوں کے تبرکات سمجھ کر محفوظ رکھتے ہیں چونکہ یہ لوگ خود علم سے نا آشنا ہوتے ہیں، اس لئے کسی علمی بات کا شائع ہونا ان کو گوارا نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کی کتابیں اکثر نذر دیمک ہی ہوجایا کرتی ہیں، خیر۔ میں نے اُس شخص سے نقل کرنے کے واسطے کتاب طلب کی، پہلے اُس نے وعدہ کیا کہ کسی وقت نقل کے لئے دے دوں گا، دوسری ملاقات پر کہا کہ چونکہ

قلمی کتاب ہے میں دوسرے ہاتھوں میں نہیں دے سکتا، خود نقل کر کے دے دوں گا، تیسری ملاقات پر بجائے نقل دینے کے کتاب دکھانے سے ہی جواب دے دیا، ہر چند بعض احباب کی سفارشیں بھی کروائیں مگر کچھ فائدہ مترتب نہ ہوا، اور سوائے یاس و حسرت کے کچھ نقد وقت نہ ہوا، آخر اُس شخص سے پوچھنا ترک کر دیا، اور دیگر اہل علم گھرانوں سے اس کی تلاش شروع کی، پس بحکمِ من جد وجد (جوئندہ یابندہ) عرصہ دو سال کی جستجو کے بعد یہ کتاب مل گئی۔ اور ایک ایسے صاحب سے ملی جو نہایت مبارک نفس ہیں، اور جنہوں نے نہایت فراخدلی سے نقل کرنے کے واسطے عطا فرمادی، جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

پس میں نے وہ کتاب نقل کر لی، کتاب کیا ہے معرفت و توحید کا ایک سمندر ہے، چونکہ یہ کتاب فارسی زبان میں تھی، اور بالعموم زمانہ حاضرہ کے لوگ اس زبان سے کم واقفیت رکھتے ہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ عوام طالبانِ راہ حق اس سے مستفید ہوں، پس میں نے اسکو اردو زبان میں ترجمہ کر دیا، اور اس کا نام خزائن الاسرار ترجمہ اردو چہار بہار رکھا، اب یہ معارفِ الٰہیہ کا بیش بہا خزانہ سامنے آچکا ہے، اصحاب طریقت خود اندازہ لگالیں گے کہ اس کا کیا مرتبہ ہے؟ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید"۔

پڑھنے والوں اور فائدہ اٹھانے والوں سے استدعا ہے کہ وہ ضرور مترجم کو دعائے خیر سے خوشوقت فرمادیں، فللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

خادم آل محمد فقیر سید ابو الظفر شریف احمد شرافت قادری نوشاہی برخورداری

عافاہ اللہ مقیم آستانہ عالیہ نوشاہیہ ساہنپال شریف ضلع گجرات جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

صاحب ملفوظات

حضرت نوشہ گنج بخش

ولادت ۹۵۹ھ / ۱۵۵۲ء بمقام گھوگانوالی ضلع گجرات

وفات ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۴ء بمقام ساہن پال شریف ضلع گجرات

آپ کا نام حاجی محمد اور لقب نوشہ اور خطاب گنج بخش تھا۔

آپ نے ظاہری علوم میں کچھ اسباق اپنے والد صاحب (سید علاء الدین) سے پڑھے۔ پھر موضع جاگو تارڑ ضلع گجرات کے درس میں حافظ قائم الدین قاری اور حافظ بڈھا قاری سے تعلیم پائی۔

۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں حضرت سخی شاہ سلیمان قادری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب شیخ نے آپ کو خلافت عطا کی تو یہ الفاظ فرمائے:

"حاجی سلیمان ہے اور سلیمان حاجی ہے۔ جو شخص ان سے غیرت کرے گا گویا اس نے ہمارے ساتھ کی ہو گی۔"

شیخ نے آپ کا تقرر موضع نوشہراں تارڑاں میں کیا۔ بعد میں (۱۰۰۱ تا ۱۰۰۷ھ) جب آپ کی اجازت سے نیا گاؤں "ساہن پال" (ضلع گجرات) آباد ہوا تو آپ بھی وہیں منتقل ہو گئے۔

آپ کو تصوف و ولایت کے بڑے بڑے مقامات سے بہرہ حاصل تھا اور کسی مشائخ و علما نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ از آنجملہ ملا کمال الدین محمد کشمیری (م ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء)، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء)، مولانا محمد تقی مفتی پنجاب (زندہ ۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۹ء)۔ امرا بھی آپ کے معتقد تھے اور شاہجہان بادشاہ نے دو گاؤں درگاہ عالیہ کے مصارف کے واسطے بطور جاگیر دیئے تھے۔

حضرت نوشہ سلسلۂ قادریہ کی پنجاب میں نئی جماعت "نوشاہیہ" کے بانی ہیں،

ان کے خلفاء بعد میں اطراف پنجاب (سندھ، پھیلی بھیت، کشمیر، کابل و قندھار) تک پھیل گئے اور اس سلسلہ کی تبلیغ کی۔

حضرت نوشہ کے صوفیانہ افکار ان کی کتابوں (گنج شریف اور چہار بہار) سے بخوبی واضح ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے اور خود حضرت کے سوانح حیات پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات عیاں ہے کہ وہ تصوف کو اسلامی شریعت سے الگ نہیں رکھتے بلکہ ان کا قول اور فعل شرع اسلام کے عین مطابق ہے۔

فارسی آثار

حضرت نوشہ گنج بخش کے اردو اور پنجابی آثار کے علاوہ مندرجہ ذیل فارسی آثار بھی موجود ہیں:

۱۔ چہار بہار۔ ملفوظات

۲۔ تفسیر سورۂ نازعات۔ فقیر غلام محی الدین لاہوری کی بیاض "کشکول نوشاہی" مرتبہ شرافت مرحوم میں درج ہے

۳۔ دو فارسی شعر۔

یہ تینوں اثر اس مجموعہ میں چھاپ دیئے گئے ہیں۔

حضرت کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے:

۱۔ شریف التواریخ تالیف سید شرافت نوشاہی، جلد اول، ص ۹۱۶ - ۱۰۵۱، شائع کردہ ادارۂ معارف نوشاہیہ، ساہن پال ۱۹۷۸ء

۲۔ شریف التواریخ جلد دوم، ص ۱۶۱ - ۱۷۹، شائع کردہ ادارۂ معارف نوشاہیہ ۱۹۸۲ء

۳۔ تذکرۂ نوشہ گنج بخش تالیف سید شرافت نوشاہی۔ شائع کردہ الکتاب۔ لاہور ۱۹۷۸ء

مخاطب ملفوظات

حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح

آپ واقف راز لی مع اللہ ۔ رازدار اسرار لا الٰہ الا اللہ ۔ زبدۃ الاخیار ۔ قدوۃ الابرار ۔ صاحب زہد و ریاضت و صدق و دیانت ۔ اہل تقویٰ و طہارت تھے ۔ شیخ الاسلام حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز کے اکابر خلیفوں میں سے تھے ۔

نام ولدیت و ولادت | آپ کا نام پیر محمد ۔ لقب سچیار اور کنیت پوتش تھا ۔ نسبی تعلق گکھڑ قوم سے رکھتے تھے ۔

کتاب چار باغ پنجاب کے حاشیہ پر ص ۱۶۹ میں سچیار کا یہ ترجمہ لکھا ہے ۔

" سچیار لفظے ست مرکب از سچ ہندی بمعنی راست ۔ و یار فارسی بمعنی دوست و نام ۔ پس سچیار کسے کہ دوست حقانی راستی باشد " [۵]

سچیار ایک مرکب لفظ ہے سچ ہندی بمعنی راست ۔ اور یار فارسی بمعنی دوست اور دوستدار ۔ پس سچیار وہ شخص ہے جو ابتدائی حالات راستی (سچائی) کا دوست اور حامی ہو ۔

آپ کے والد بزرگوار کا نام مندرجہ ذیل کتابوں میں دولت خاں لکھا ہے ۔

(۱) ماہنامہ القادری نوشاہی ۔ گمٹالہ ضلع گوجرانوالہ بابت ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ تاریخ ۱۹۲۵ء ص ۲۰ " جناب پیر محمد سچیار قادری نوشاہی بن ملک دولت خاں "

(۲) گلزار نوشاہی ص ۸۲ ۔ مصنفہ مولوی محمد حیات قادری نوشاہی خطیب جامع شرقپور ۔ ضلع شیخوپورہ ۔ سال تالیف ۱۳۴۵ھ/۲۴

---

[۵] حاشیہ چار باغ پنجاب ۔ مصنفہ گنیش داس بڈہرہ قانونگوئے گجرات ۔ مرتبہ پروفیسر کرپال سنگھ ایم اے ہیڈ سکھ ہسٹری ڈیپارٹمنٹ خالصہ کالج امرتسر ۱۲ ترافق

(۳) اذکار الابرار در حالات حضرت شیخ پیر محمد سچیار، ص ۱۸ مولفہ حاجی الحرمین میاں نواب علی صاحب خلف میاں پیراں بخش صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت سچیار صاحب رح نوشہرہ شریف، ضلع گجرات۔

مگر ان تینوں شجرہ نگاروں نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ کہ فلاں کتاب میں سچیار صاحب کے والد کا نام وارث خاں لکھا ہے۔ بخلاف اس کے پرانے مصنفوں میں سے دو بزرگوں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی علی تھا۔ جیسا کہ

(۱) حضرت مولوی محمد اشرف صاحب فاروقی ہنجری رح متوفی ۱۲۲۵ھ مصنف کتاب کنز الرحمت نے اپنے ایک مناقب میں جو حضرت سچیار صاحب رح کی شان میں مخمس لکھا ہے فرماتے ہیں۔

حضرت پیر محمد قرۃ العین علی ہاتھ باندھے جن کے آگے ہیں کھڑے سارے ولی ۲

(۲) حضرت میاں غلام رسول خلیفہ میاں غلام مرتضٰی نوشاہی نظام آبادی متوفی ۱۲۲۴ھ نے اپنے بیاض قلمی میں شجرہ خاندان قادری نوشاہی لکھا ہے جس میں لکھتے ہیں۔

"الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت قطب العالم شیخ پیر محمد بن علی" ۳

تو ان معتبر اور قدیمی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سچیار صاحب رح کے والد بزرگوار کا نام نامی علی تھا۔ وارث خاں نہ تھا۔ غالباً وارث خاں آپ کا دادا تھا۔

سال پیدائش اگرچہ کسی مورخ نے آپ کا سال پیدائش بتصریح نہیں لکھا۔ مگر

۱۔ حضرت سید شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری متوفی ۱۱۵۲ھ نے رسالہ غوثیہ الموسوم اسرار الطریقت میں لکھا ہے۔ "گجرات کے اطراف میں نوشہرہ ایک گاؤں ہے وہاں شیخ پیر محمد نام ایک بزرگ

۲ یہ مناقب، کتاب کلیات اشرف، مرتبہ سید شرافت نوشاہی میں موجود ہے ۱۲۔

۳ یہ بیاض قلمی صاحبزادہ غلام سرور ولد میاں غلام رسول صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ عرب الٰہ نوشاہی قدس سرہ کے گھر بمقام گاجر گولہ، ضلع گوجرانوالہ موجود ہے ۱۲ شرافت۔

سو سال سے زیادہ عمر کے رہتے تھے۔

۲۔ اور حضرت سید عمر بخش صاحب نوشاہی سولنگری رح متوفی ۱۳۱۱ھ نے اپنی کتاب
مناقبات نوشاہیہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ حضرت سچیار صاحب رح کی عمر ایک سو سات (۱۰۷) سال تھی۔*

چونکہ حضرت سچیار صاحب رح کا سال وفات تحائف قدسیہ میں ۱۱۲۰ھ لکھا ہے اس لئے
اس سے ایک سو سات (۱۰۷) منہا کرنے سے آپ کا سال ولادت ۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۴ء ظاہر ہوتا ہے۔ اس
وقت اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔ سنہ ۴۸ جلوسی تھا۔

آپ کی پیدائش کا شرف علاقہ پوٹھوہار کے ایک گاؤں نڑالی[۵۴] نام کو ہوا۔ جو تحصیل
گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں آج بھی موجود ہے۔

آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والدین اپنا وطن چھوڑ کر وزیر آباد چلے آئے۔ آپ
بھی اُن کے ہمراہ اسی بستی میں آ گئے۔ صغر سنی میں ہی والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

بیعت و خلافت | آپ آغاز عمر میں ہی سفر کو نکلے۔ اس سے آپ کا مقصد تلاش شیخ تھا
چنانچہ حضرت نوشہ گنج بخش رح کی خدمت میں پہنچ کر۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔
انہوں نے ایک ہی نظر میں آپ پر معرفت کے دروازے کھول دیئے۔ اور خلافت و اجازت سے
مشرف فرما کر نوشہرہ مغلاں میں رہنے کا ارشاد فرمایا۔ جو گجرات سے چودہ (۱۴) میل مشرق
کی طرف واقع ہے۔[۵۵]

کشود فیض | حضرت سچیار صاحب رح اخفا پسند تھے۔ کسی قسم کا اظہار مناسب نہ سمجھتے
تھے۔ گرد و نواح میں بھی آپ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق دریافت کرتا
تو لوگ کہتے کہ یہ شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب بھڑوال رح کا پیر بھائی ہے۔ ایک خادم آپ کی
خدمت میں رہتا تھا۔ وہ کہا کرتا۔ میاں صاحب آپ کی زندگی میں آپ کو کوئی نہیں جانتا۔

---

۵۴ نڑالی مغلیہ عہد حکومت میں تجارتی جگہ تھی۔ تجارت پیشہ لوگ وہاں آباد تھے۔ کتاب چار باغ پنجاب
قلمی ورق ۷۶ پر تحریر ہے "دینجم نیرہ نڑالی کہ ساکناں آنجا ہمہ بیوپاری اند" ۵۵ کنز الرحمت ص ۱۰۴۔

* مرآۃ الغفور قلمی ورق ۹۵ ۔ ایشاں گفتند کہ این فقیر از برادران میاں عبدالرحمٰن است" شرافت

وفات کے بعد کیا ہوگا؟ آپ چپ ہو رہتے۔ ایک دن اُس خادم نے بہت مجبور کر دیا۔ آپ نے فرمایا
باہر جاؤ۔ جو آدمی تم کو سب سے پہلے ملے اُس کو ساتھ لے آؤ۔ جب وہ باہر گیا تو میاں ماچھی
سندھی رح جو حضرت نوشہ صاحب رح کے اکابر یاروں سے تھے۔ وہ ملاقی ہوئے۔ اُن کو ساتھ لے آیا
آپس میں باہم ملاقات ہوئی۔ میاں ماچھی صاحب رح نے سمجھ لیا کہ آپ مجھ سے رُشد چاہتے ہیں۔
چنانچہ آپ پر باطنی توجہ کی تو آپ کا فیض جاری ہو گیا۔ ایک ہی دن میں پانچسو آدمی آپ کی
بیعت سے مشرف ہو گیا۔ صاحب تشریف الفقرا لکھتے ہیں۔

"دہماں روز یمن و برکت و رُشد او | اُسی روز اُن کا یمن اور برکت اور رشد
بخانوادِ سچیار صاحب آمد۔ و پانصد کس | سچیار صاحب کے خاندان میں آ گیا۔ اور پانچ سو
در سلکِ خُدام سچیار صاحب گرد آمدند | آدمی سچیار صاحب کے خادموں کے سلسلہ میں
و شہرہ تمام بردم افتاد" ۶ | منسلک ہو گئے۔ اور لوگوں میں آپ کی بڑی شہرت ہو گئی۔

اپنے پیر کی محبت کا غلبہ | جس وقت آپ سے فیضان کثیر جاری ہوا۔ اور آپ کا شہرہ دُور
تک ہو گیا۔ تو آپ کے جدی میراسی آپ کے آبائی وطن پوٹھوہار سے آپ کے پاس نوشہرہ میں آئے
اور آپ کا نسب نامہ پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا میراسیو! اب اس نسب کی کوئی ضرورت نہیں۔
اور یہ شعر پڑھا۔ ۵

پیر پیر بیٹوں کوئی نہ آکھو نہ کوئی کہو سلیٹی | ذات صفات اُٹھائیں رہی جس جا کے نال چلیٹی

میرے نطفی صلبی نسبی اجداد کا نام چھوڑ دو۔ اب میرے لطفی اور ارشاد کے اجداد کا نام
لو۔ اور اس طرح کہو کہ پیر محمد حضرت نوشہ صاحبؒ کا۔ اور وہ حضرت شاہ سلیمان کے۔ اور وہ
حضرت شاہ معروف رح کے۔ اور وہ حضرت شاہ مبارک رح کے۔ ۵

---

۶ تشریف الفقرا قلمی مصنفہ فقیر سید غلام محی الدین نوشاہی برقنداری لاہوری اس کا ایک مخطوطہ
فقیرخانہ یعنی کتبخانہ فقیر سید شریف الدین بخاری لاہوری میں موجود ہے۔ اور دوسرا نسخہ میرے ذاتی کتبخانہ میں ہے ۱۲۔

۵ گنج شکر اُنوشاہی قلمی مصنفہ فقیر سید غلام محی الدین لاہوری اس کا ایک مخطوطہ میرے کتبخانہ میں موجود ہے ۱۲ شرافت

آپ کا فقر حالی تھا ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا آپ کے مرشد کا کیا نام ہے؟ آپ نے بتایا حاجی نوشہ صاحب۔ پوچھا اُن کے مرشد کا نام؟ کہا حضرت شاہ سلیمان۔ پوچھا اُن کے مرشد کا نام؟ کہا حضرت شاہ معروف۔ پوچھا اُن کے مرشد کا نام؟ کہا حضرت شاہ مبارک۔ پھر اُس نے آگے پوچھا کہ اُن کے مرشد کا کیا نام تھا؟ آپ کو اُس وقت طبیعت میں جوش آگیا۔ اور فرمایا۔ اے نجتی! میں میراثی تو نہیں ہوں کہ نسب نامہ پڑھتا جاؤں۔ ہمارا فقر حالی ہے۔ قالی نہیں۔ ۵۸

زمین کی ملکیت مرزا احمد اعظم بیگ آنریری اسسٹنٹ کمشنر و اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر افسر بند و بست ضلع گجرات۔ تاریخ ضلع گجرات ص ۲۹۔ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

"منجملہ ان کے پیر محمد نام وقت شاہجہاں بادشاہ کے خدمت میں نوشہ صاحب کے کہ فقیر کامل تھے۔ حاضر ہو کر بیعت اختیار کی۔ اور بطریق سیر اس ضلع میں آیا۔ اور کنارہ دریائے چناب جائے نشست پسند کر کے بیٹھ گیا۔ اور قوم کھوکھر کے گھر بیاہا گیا۔ اور اپنے سسرال سے بذریعہ ھبہ دختری کچھ رقبہ لے کر ملکیت بنائی۔ خانقاہ ان کی موضع نوشہرہ میں ہے اور اس ملک میں پیری ان کی مشہور ہے۔ اور اولاد ان کی بنام میانہ شہرت رکھتی ہے۔ دیہات ملکیت ان کے یہ ہیں۔ نوشہرہ۔ کوٹ میانہ۔ جھوٹہ کلاں"

عملیات

اگر آپ کسی کو دم کرتے یا تعویذ لکھ کر دیتے۔ تو اس کے بعد یہ شعر پڑھتے یا لکھتے۔

شعر

جو کجھ کریں سو توں کریں دُوجا کرے نہ کوئے
جو کوئی آکھے میں کیتا جگ وچ کوڑا ہوئے

---

۵۸ کشکول نوشاہی قلمی ۱۲ شرافت

معترفین کمالات

حضرت پیر سچیار صاحب رح کے متعلق کتابوں میں بہت کچھ آیا ہے۔ جو شریف التواریخ کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ کے طبقہ ششم میں لکھا جا چکا ہے۔ چند مزید اقتباس یہاں بھی لکھے جاتے ہیں۔

(۱)

منشی گنیش داس بوہرہ قانونگوئے گجرات۔ کتاب چار باغ پنجاب ص ۱۶۹ میں لکھتا ہے۔

"ہفتم تپہ دھارڑ جہوٹہ کہ موضع نانووال و نوشہرہ مغلاں و نوشہرہ میانہ از اعمال اوست۔ و خانقاہ پیر محمد سچیار اولیا کہ از خلفای حضرت نوشہ حاجی گنج بخش اولیا کہ در چک صحن پال خواب گاہ دارند فیض خدا یابی حاصل کردہ بودند۔ در زمین نوشہرہ زیارت گاہ است"

ساتواں تپہ دھارڑ جہوٹہ کا۔ جو کہ موضع نانووال اور نوشہرہ مغلاں اور نوشہرہ میانہ اس کے اعمال سے ہے۔ اور پیر محمد سچیار اولیائی خانقاہ جنہوں نے جناب حضرت نوشہ حاجی گنج بخش اولیا سے وصول الی اللہ کا فیض حاصل کیا تھا جن کا مزار چک ساہن پال میں ہے۔ نوشہرہ کی زمین میں زیارت گاہ ہے۔

(۲)

مخطوطہ در اسلاف فقیر عزیز الدین رضا لاہوری جلد ششم قلمی ورق ۱۶۲ پر فہرست اسمائے بزرگان دین میں آپ کا نام بدیں الفاظ درج ہے۔ "پیر محمد سچیار" [٥ف]

(۳)

تذکرۃ الاشرف لنسب نامہ سادات قلمی ورق ۷۰ پر حضرت نوشہ صاحب رح کے خلفا میں چھٹا خلیفہ آپ کو بدیں الفاظ لکھا ہے۔ "ششم شیخ پیر محمد سچیار" [٦ف]

[٥ف] نمبر کتاب ۳۶۶ - مجموعہ مخطوطات شیرانی - پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ۱۲

[٦ف] نمبر کتاب ۲۲۰۹ - مجموعہ مخطوطات شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ۱۲ [illegible]

مولوی احمد علی چشتی نظامی رح کتاب فخر عارفاں ، باب چہارم ، منزل ۳۹ - میں حضرت نوشہ صاحب رح کے حالات کے ضمن میں ص ۶۰۱ میں لکھتے ہیں۔

۱ - "از عمائد خلفائے وے شیخ پیر محمد بود"

۱ - حضور کے بڑے خلیفوں میں سے شیخ پیر محمد تھے۔

۲ - "یکے از مجازان حاجی شیخ زبیر محمد بود[۱۱] کہ طرز ابدال داشت"

۲ - حاجی نوشہ صاحب رح کے اجازت یافتہ بزرگوں میں سے ایک شیخ زبیر محمد تھے جو کہ ابدالوں کا سا طور و طریقہ رکھتے تھے۔

(۵)

شیخ نادر حسین بن شیخ محمد دین بن شیخ اللہ داد قریشی چیدلقی رح (متولد ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء متوفی ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء) کتاب تذکرہ صد لقیاں قلمی[۱۲] ص ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

"پنجاب کے ضلع گجرات میں ایک نوشہرہ میانہ مشہور گاؤں ہے۔ جو حضرت پیر محمد سچیار قوم گکھڑ کی اولاد کا مسکن ہے۔ صاحب موصوف حضرت محمد حاجی نوشاہ صاحب رح کے (جو نوشاہی قادری فرقے کے بانی ہوئے) خلیفہ اعظم تھے۔ ان کی اولاد باوجود قوم گکھڑ کے پیر طریقت ہونے کی وجہ سے میاں کہلاتی ہے۔ اس وقت میاں محمد اسلم بن میاں نواب علی سجادہ نشین ہے۔"

(۶)

مسٹر امان اللہ خان ارمان سرحدی کتاب عرس اور میلے ص ۲۹۱ پر لکھتے ہیں۔

"پیر سچیار کا اصل نام شیخ پیر محمد تھا۔ سچائی ، راستی اور صدق و صفا کے باعث سچیار (سچے) کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ حاجی محمد نوشاہ رح کے خلفا میں سے ہیں۔ اور بچپن میں ہی

---

[۱۱] آپ کا نام پیر محمد تھا۔ کتاب فخر عارفاں کے مرتب کرنے والے ڈاکٹر محمد باقر پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ہیں۔ انہوں نے غلطی سے اس کو زبیر محمد بنا دیا ہے۔ ایسی بیشمار فاش غلطیاں ان سے سرزد ہوئی ہیں۔ ۱۲

[۱۲] تذکرہ صد لقیاں کا قلمی نسخہ میں نے مولوی احمد حسین صاحب احمد قریشی قلعہ داری پروفیسر زمیندار کالج گجرات کے یاں دیکھا ہے۔

شرافت

ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ حاجی محمد نوشہ رح کی وفات کے وقت پیر محمد دریائے چناب
کے کنارے موضع نوشہرہ مغلاں میں رہتے تھے۔ جو گجرات کے قریب ہی واقع ہے۔"

(۲)

شیخ نادر حسین بن شیخ محمد دین قریشی صدیقی رح متقدم الذکر نے ایک واقعہ اپنی دو کتابوں
میں لکھا ہے جو یہاں دونوں میں سے درج کیا جاتا ہے۔

اول۔ تذکرہ صدیقیاں قلمی ص ۱۳۶ میں لکھتے ہیں۔

"اُن کے (شیخ عبدالحق المعروف شاہ چقو کے) فرزند ارجمند شاہ بھولا بڑے صوفی اور
صاحب ولایت وکرامت ہوئے ہیں۔ اپنے والد سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت پیر محمد سچیار
ان کی خدمت میں طلب فیض کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ہی پیر محمد سچیار کو ہمراہ لیا اور حضرت
نوشہ صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ اسی لئے میانہ نوشہرہ
کے حضرت سچیار کے گدی نشین آجتک مزار پُرانوار پر (جو جلال پور گجرات کی سڑک پر واقع ہے۔)
ربیع الاول کو ہر سال نذر نیاز جھکاتے ہیں۔"

دوم کتاب ذخیرہ معلومات میں لکھتے ہیں۔

"شاہ چقو کے ایک فرزند مسمی شاہ بھولا تھے۔ جو بڑے اولیائے کرام سے ہوئے ہیں۔ جن کا
مزار پُرانوار جلال پور اور گجرات کے درمیان واقع ہے۔ مرجع خاص وعام ہے۔ نوشہرہ کے سجادہ نشین
ہر سال میلہ نوشہرہ کے بعد وہاں مجلس سماع منعقد کرتے ہیں۔ اور نذرانہ سے ارادت کا ثبوت دیتے
ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نوشہرہ کے پیر محمد سچیار درحقیقت ملک پوٹھوہار کے رہنے والے تھے۔
اکھڑ قوم سے درخشاں گوہر تھے۔ دفعۃً ان کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ کسی پیر کامل کی تلاش
میں گھر بار چھوڑا۔ وطن کو خیر باد کہا۔ اور پھرتے پھراتے شاہ بھولا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمراہ
رہنا لیا۔ اور بیعت کی استدعا کی۔ آپ نے قیافہ سے معلوم کر لیا کہ یہ ہستی حاجی نوشہ صاحب رح
کے خوان فیض کا خوشہ چین ہوتا نظر آتا ہے۔ لہذا ان کو لے کر حاجی نوشہ صاحب رح کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ نوشہ صاحب رح نے ایک ہی نگاہ سے پیر محمد کو شکار کر لیا۔ اور تھوڑے عرصہ کی صحبت فیض اثر سے پیر محمد کا سینہ نورِ معرفت سے لبریز ہو گیا۔ پیر محمد سچیار کے لقب سے مشہور ہوئے۔"

شاہ بھولا کی ملاقات محل نظر ہے | اگرچہ صاحب کنز الرحمت نے بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

مصرع   بنز دیک بھولو برفتند شاں

یعنی آپ بھولو کے پاس گئے۔ مگر حضرت سچیار صاحب رح کی ملاقات شاہ بھولا سے محل نظر ہے کیونکہ

۱۔ سچیار صاحب رح کی ولادت ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔ اور بچپن میں حضرت نوشہ صاحب رح کی خدمت میں پہنچے۔ اگر آپ کی عمر اُس وقت چودہ ۱۴ سال ہی شمار کی جاوے تو سال بیعت ۱۰۲۷ھ ظاہر ہوتا ہے۔ اور شاہ بھولا رح کے دادا شیخ الہداد المعروف شیخ ستری رح مدفون گنجوہ ضلع گجرات ۱۰۱۱ھ میں وفات پاتے ہیں۔ مادۂ تاریخ "شیخ صاحب" ۱۰۱۱ھ ہے۔ تو ان سولہ ۱۶ سالوں میں پانچ پشتیں کیسے گزر سکتی ہیں۔ ان کا نسب یہ ہے۔

"شاہ بھولا بن شاہ حقو بن شیخ عبد الحکیم بن شیخ محمد امین بن شیخ الہداد ستری"

اس حساب سے تو شاہ بھولا رح۔ سچیار صاحب رح کے پوتے میاں محمد اکرم بن میاں عبد الجلیل رح کے معاصر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ بروایت دیگر شیخ الہداد ستری رح کی وفات ۲۱ ذیقعدہ ۱۰۷۸ھ کو ہوئی جو اس شعر سے ظاہر ہے۔

عقل تاریخ نقل آں مسعود
زد رقم - قدوۂ مشایخ بود ۱۰۷۸ھ

اس تاریخ کے لحاظ سے شیخ ستری صاحب رح کی وفات کے وقت حضرت سچیار صاحب رح کی عمر پینسٹھ ۶۵ سال ہو چکی تھی۔ اور آپ کی بیعت کو اُس وقت اکاون ۵۱ سال گزر چکے تھے۔ تو شیخ ستری صاحب رح کے پوتے کے پوتے یعنی پانچویں پشت بعد شاہ بھولا رح کے پاس بیعت کے لئے جانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

۳- نیز اس خاندانِ صدیقی کا پرانا تذکرہ بنام اَسْرَارُ الصِّدِّیق فارسی زبان میں موجود ہے جو ۱۲۵۵ھ میں قاضی فضل حق بن شیخ نجیب الدین بن شیخ محمد رمضان شہید وزیرآبادی رح نے تصنیف کیا۔ اس میں یہ واقعہ قطعاً مذکور نہیں۔ چنانچہ اس میں شاہ بھولا رح کا ذکر ان الفاظ میں تحریر ہے۔

"شاہ بھولا ابن شیخ عبدالحق مشہور شاہ حقو۔ موصوف باوصافِ پدر بزرگوار بودند در طریقت درجہ عالی یافتہ۔ اگرچہ از علم ظاہری اندک مایہ داشتند اما در علوم باطنی بحر مواج بودند کرامات آنحضرت بسیار از بسیار ست قبر درمیان گجرات و جلال پور زیارتگاہ است" ۱۳

شاہ بھولا۔ شیخ عبدالحق المشہور شاہ حقو کے فرزند تھے۔ اپنے والد ماجد کے اوصاف سے موصوف تھے۔ طریقت میں بلند مرتبہ پایا اگرچہ ظاہری علم سے تھوڑا سا حصہ رکھتے تھے۔ مگر باطنی علوم میں دریا کی مثل تھے۔ آپ کی کرامتیں بہت زیادہ ہیں۔ آپ کی قبر گجرات اور جلال پور کے درمیان زیارت گاہ ہے

تو ثابت ہوا کہ حضرت سچیار صاحب رح شاہ بھولا رح سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ اس لئے شاہ بھولا کے پاس آپ کا جانا ممکن نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے یہ واقعہ لکھا ہے محض شنیدہ روایت بلا تحقیق درج کر دی ہے۔

اولاد

حضرت سچیار صاحب رح کے ایک ہی فرزند میاں عبدالجلیل صاحب رح تھے۔ جو آپ کے ہی مرید و خلیفہ تھے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ کافی ہے۔

آجکل ان میں سے صاحبزادہ محمد اسلم خلف الرشید حاجی میاں نواب علی صاحب ۱۳۸۹ھ میں اپنے آباؤ اجداد کے سجادہ نشین ہیں۔ اور نوشہرہ میں سکونت رکھتے ہیں۔

۱۳ھ اسرار الصدیق قلمی ۲۳۹ ورق مصنفہ قاضی فضل حق صدیقی وزیرآبادی متوفی ۱۲۵۶ھ۔ اس کا ایک مخطوطہ قریشی احمد حسین صاحب احمد قلعہ داری پروفیسر زمیندار کالج گجرات کے کتب خانہ میں ہے ۱۲۰ شر الف

یارانِ طریقت | آپ کے یارانِ طریقت کے حالات اسی کتاب تذکرۃ النوشاہیہ کے دوسرے حصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ درج کئے جائیں گے۔

تاریخ وفات

آپ کے سالِ وفات کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱ - مفتی غلام سرور لاہوری رح نے خزینۃ الاصفیا جلد اول - ص ۲۰۲ میں آپ کی وفات ۱۱۵۲ھ سنہ لکھی ہے۔ اس کے بعد جن مورخوں نے خزینہ کا اتباع کیا ہے۔ انہوں نے یہی سنہ لکھا ہے۔

۲ - مرزا احمد اختر دہلوی رح نے تذکرہ اولیائے ہند ص ۱۰۵ میں آپ کا سال وفات ۱۱۵۲ھ سنہ لکھا ہے۔

۳ - حضرت سید حافظ فضل احمد صاحب نوشاہی رح نے دساوط العلوم میں آپ کی وفات ۱۱۱۰ھ سنہ لکھی ہے۔ اور مادہ تاریخ "رضا رحق" اخراج کیا ہے۔

۴ - مولانا محمد اشرف فاروقی منچری رح نے تذکرہ رحمت میں آپ کا انتقال ۱۱۱۶ھ سنہ میں لکھا ہے اور مادہ تاریخ "ذات حق" تحریر کیا ہے۔ ۵ میاں امام بخش لاہوری نے مرأۃ الغفور یہ میں ۱۱۲۱ھ سنہ لکھا ہے۔

مگر صحیح یہ ہے۔ کہ حضرت سچیار صاحب کا وصال بعمر ایک سو سات قمری کے بروز پنجشنبہ - پچیسویں ۲۵ ربیع الاول ۱۱۲۰ھ سنہ میں ہوا۔ یہ قول شیخ سرکمال لاہوری رح کا ہے۔ جو انہوں نے تحائف قدسیہ میں لکھا ہے۔ اور یہی معتبر ہے۔

اس کے مطابق چودھویں ۱۲ جون ۱۷۰۸ء سنہ تھی۔ اور بہادر شاہ عرف شاہ عالم ولد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کو تخت نشین ہوئے۔ اسوقت ایک سال سات روز ہوئے تھے۔

مدفن | آپ کا مزار مبارک نوشہرہ شریف (میانہ) علاقہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں موضع عدالت گڑھ کے مغربی جانب بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ پختہ چار دیوار بنی ہوئی ہے چبوترہ پر چار قبریں ہیں۔ جنوبی قبر آپ کی ہے۔

مادہ تاریخ وفات "سچیار اہل خبر" ۱۱۲۰ھ

عرس مبارک آپ کا عرس شریف ہر سال ماہ ربیع الاول میں ہوتا ہے۔ اس کے متعلق امان اللہ سرحدی نے اپنی کتاب عرس اور میلے میں ص ۲۹۱ پر لکھا ہے۔

"سچیار پیر کا میلہ: جلال پور جٹاں ضلع گجرات سے قریباً چار پانچ میل کے فاصلہ پر پیر محمد سچیار نام ایک بزرگ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ جہاں یکم ربیع الاول سے چھ ربیع الاول تک ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس عرس کو لوگ زیادہ تر میلے کا نام دیتے ہیں۔ اور عرس کے موقعہ پر میلے ہی کی طرح رونق دیکھنے میں آتی ہے۔

جلال پور جٹاں ایک مشہور قصبہ ہے۔ جو گجرات شہر سے قریباً ۸ - ۹ میل کے فاصلہ پر ہے گجرات سے جلال پور جٹاں تک پختہ سڑک جاتی ہے جلال پور جٹاں سے چار پانچ میل پر یہ مقام برلب چناب واقع ہے۔ جہاں یہ میلہ لگتا ہے۔

میلے کے موقع پر دکانیں سجائی جاتی ہیں۔ نعت خوانی اور قوالی ہوتی ہے۔ راگ رنگ کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں۔ شامل ہونے والوں میں زیادہ مقدار کسانوں کی ہوتی ہے جو عموماً نواحی علاقوں یعنی گجرات اور جلال پور جٹاں کے دیہاتی ہوتے ہیں۔ شہری لوگ بہت کم شرکت کرتے ہیں۔

پیر سچیار کا عرس بھی اسی دن ہوتا ہے۔ عرس کے موقعہ پر مزار پر قوالی کی جاتی ہے۔"

جامع ملفوظات

(۶۷)

ہاشم شاہ

شیخ ہاشم شاہ تھریالوی ؒ

آپ کا نام محمد ہاشم مشہور ہاشم شاہ تخلص ہاشم تھا آپ حضرت حاجی محمد شریف جگدیو والہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

کتاب پنجابی صوفی پوئیٹس میں آپ کے والد کا نام قاسم شاہ لکھا ہے۔ اور فاضل پنجابی گائیڈ میں حاجی معصوم شاہ تحریر ہے۔ مگر یہ دونو صحیح نہیں، قاسم شاہ تو آپ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور معصوم شاہ کے متعلق پتہ نہیں کہ وہ کون شخص تھا صحیح یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی حاجی محمد شریف تھا، جیسا کہ خود آپ اپنی ولدیت کتاب چہار بہار کے دیباچہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں "احقر الزمان محمد ہاشم ولد حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریف میگوید"

خاندان کی تحقیق آپ کی قومیت کے متعلق اختلاف ہے۔

۱۔ لاجونتی رام کرشن نے کتاب پنجابی صوفی پوئیٹس میں لکھا ہے۔

"آپ جگدیو میں بڑھئی کا کام کرتے تھے۔"

۲۔ شمیم چوہدری۔ پنجابی ادب و تاریخ میں لکھتے ہیں۔

"ہاشم باپ کی طرح فقیری، پیری مریدی۔ ا۔ حکمت کے ساتھ نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے۔"

۳۔ پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم اے نے فاضل پنجابی گائیڈ میں لکھا ہے۔

"آپ قریشی نسل تھے اور بڑھئی کا کام کرتے تھے۔"

۴۔ ماسٹر غلام نبی لاہوری نے تذکرہ ہاشمیہ میں آپ کا نسب گیلانی سادات سے ملایا ہے۔

اور اس طرح درج کیا ہے۔

" سید محمد ہاشم شاہ بن سید حاجی محمد شریف بن سید محمد بن سید عبداللہ بن سید عبدالرحمٰن بن سید موسےٰ بن سید محمد بن سید موسےٰ بن سید صالح بن سید عبدالعزیز بن سید عبداللہ بن سید مسعود بن سید احمد بن سید عبدالسلام بن شیخ سید عبدالوہاب بن سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رح "۔

لیکن یہ شجرہ نسب صحیح نہیں، کیونکہ سید مسعود بن سید احمد گیلانی رح کا کوئی بیٹا سید عبداللہ نام نہیں تھا۔ حضرت سید سعد اللہ موسوی رضوی نے کتاب بحر السرائر میں۔ اور قاضی برخوردار ملتانی رح نے کتاب غوث اعظم میں لکھا ہے کہ سید مسعود کے بیٹے سید ابوالحسن علی کے سوا اُن کی کوئی نسل جاری نہیں ہوئی۔

نیز آجتک آپ کی اولاد کے بزرگوں نے اپنے نام کے ساتھ گیلانی کا لفظ کبھی نہیں لکھا۔ اور نہ ہی آپ کے معاصرین یا ہمسایہ لوگوں نے ان کو گیلانی یا سید تسلیم کیا ہے۔

ماسٹر غلام نبی صاحب آپ کی اولاد میں سے ہیں، باوجودیکہ تذکرہ ہاشمیہ میں نسب نامہ درج کیا ہے۔ تاہم کسی نام کے ساتھ گیلانی لکھنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی ضمیر نے اس کی اجازت دی ہے۔

تاریخ ولادت | آپ کے سال پیدائش میں بھی اختلاف ہے۔

مولا بخش کشتہ نے " پنجابی شاعراں دا تذکرہ " میں۔ اور لاجونتی رام کرشن نے " پنجابی صوفی پوئٹس " میں۔ اور پروفیسر شبیر احمد صدیقی نے " فاضل پنجابی گائیڈ " میں۔ اور شمیم چوہدری نے " پنجابی ادب و تاریخ " میں لکھا ہے۔ کہ ہاشم شاہ کی ولادت ۱۱۶۶ سنہ ایکہزار ایک سو چھیاسٹھ ہجری میں ہوئی۔ اس کے مطابق ۱۷۵۲ سنہ ایکہزار سات سو باون عیسوی تھا۔ مقام پیدائش جگدیو تھا۔

لیکن ماسٹر غلام نبی لاہوری نے تذکرہ ہاشمیہ میں آپ کی ولادت بائیسویں ۲۲ رجب سنہ ۱۱۴۸

ایک ہزار ایک سو اٹھتالیس ہجری ۔ مطابق آٹھویں دسمبر ۱۷۳۵ء ایک ہزار سات سو پینتیس عیسوی میں بمقام مدینہ منورہ لکھی ہے ۔ اور تحریر کیا ہے کہ آپ بعمر چار سالہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ ہندوستان میں بمقام جگدیو ضلع امرتسر آئے ۔

تحصیل علوم آپ نے ابتداء میں علوم متداولہ میں خاص مہارت حاصل کی ۔ فقہ ۔ اصول حدیث ۔ تفسیر ۔ منطق ۔ فلسفہ ۔ ادب ۔ عروض میں کافی ملکہ پایا ۔ علوم معقول اور منقول کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے کہنہ مشق شاعر ۔ سخن طراز ۔ فصیح و بلیغ آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے ۔ آپ کے ساتھ کسی کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی ۔ [1]

پروفیسر شیر احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ "ہاشم شاہ نے فارسی اور عربی تعلیم اس زمانے کے علمی مرکز قصور میں جا کر حاصل کی ۔ علم رمل اور نجوم امیر اللہ بٹالوی رح سے پڑھا ۔ حکمت میں بھی ید طولٰے حاصل تھا " ۔ [2]

فیضانِ طریقت پنجابی ادب و تاریخ میں ہے کہ " ہاشم شاہ کی عمر چودہ پندرہ سال تھی کہ والد کا آخری وقت آ گیا ۔ چارپائی پر لیٹے السلغول کی پوٹلی چوس رہے تھے کہ خادم نے ہاشم کا ذکر کیا ۔ آپ نے فرمایا اسے بلاؤ ۔ جب ہاشم قریب آئے ۔ تو اپنے منہ سے پوٹلی نکال کر اُن کے منہ میں رکھدی جس سے اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ اور اُن کا ذہن کھل گیا ۔ اس سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ بہت کم تھی ۔ مگر اب جو کتاب پڑھنا چاہتے فر فر پڑھ لیتے ۔ "

تذکرہ ہاشمیہ میں ہے " جب آپ کے والد صاحب کا وقتِ وفات قریب ہوا تو انہوں نے آپ کو پاس بُلا کر اپنے سینہ مبارک پر لٹایا ۔ اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا ۔ اور تمام نعمت باطنی آپ کو عطا فرما دی ۔ "

---

[1] تذکرہ ہاشمیہ صفحہ ۱۵ [2] فاضل پنجابی گائیڈ صفحہ ۲۰۹ شرافت ۔

ذکر و شغل | آپ کا شغل یادِ الٰہی اور تبلیغِ دین حق تھا۔ فرائض عبادت کے بعد آپ کا روزانہ یہ کام تھا کہ آپ اپنے شاگردوں اور ملنے والوں کو ظاہری اور روحانی تعلیم دیتے اور مختلف قسم کی مذہبی اور دُنیاوی مشکلات کا حل بتاتے۔ قریباً بالتعداد اشخاص کا اجتماع ہمیشہ اور ہر وقت رہتا۔ سے[۳]

لنگر کا اجراء | مسیرات و رجوعاتِ خلائق بہت تھی۔ روزانہ پانسو آدمی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا۔ آپ کے مطبخ میں چار آدمی کام کرتے تھے۔ سے[۴]

عبادت و ریاضت | آپ طہارت پسند تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے۔ عبادت و ریاضت میں معروف رہتے۔ اکثر روزہ رکھتے۔ نمازِ فریضہ کے علاوہ دن رات مراقبہ اور مشاہدہ میں رہتے۔

اخلاق و عادات | آپ از حد مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کو کھانا اپنے ہاتھ سے کھلاتے۔ سچ بولتے۔ وعدہ کو پورا کرتے۔ جسم دل نیک لطیف تھے۔ اخلاق حمیدہ رکھتے۔ مرتاض مجاہد۔ زاہد۔ شب بیدار تھے۔

رعب و جلالیت | آپ کا چہرہ بارعب تھا۔ حکام وقت بھی نظر بھر کر آپ کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور کلام کے وقت بڑے بڑے سپہ سالاروں اور اہلِ سطوت پر رُعب پڑ جاتا تھا۔ بڑے بڑے حاکم اور فیل سوار ادب سے پا بوس ہوتے۔

جاگیریں | مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مختلف جگہوں پر حسب ضرورت جاگیریں آپ کو دی تھیں موضع جگدیو۔ سمریال۔ خطرانی۔ کنڈ دوالی۔ اور ملک پور میں آپ کو زمینیں ملی ہوئی تھیں۔

عشقِ غوثیہ | آپ کو حضرت غوث اعظم رضہ سے روحانی تعلق تھا۔ ان کی مدح میں بہت کچھ لکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ سے[۵]

ثنائے محی دین ایمان و دین ست | وظیفہ ہر ولی غایۂ یقین ست
بہ حقیقہ الامکان کو راہ جوئید | بزیرِ سایۂ اقبال او ئید

سے[۳] سے[۴] تذکرہ ہاشمیہ صفحہ ۱۶ سے[۵] ایضاً صفحہ ۱۳ شرافت

کسے کو ہست زیر سایۂ آں　　نخواہد جام جم و مہر سلیماں

زمینے کاندراں یک لحظہ بنشست　　سر کونین را چوں کعبۂ ہست

بجاں بخشی کہ عیسیٰ را غرور ست　　چہ ہیبت ایں از غلامانش نہ دور ست

اگر یوسف رخ پیرم بہ بیند　　زلیخا وار در راہش نشیند

جہاں را جبر و ماہ گردست آباد　　دلاں را رونق ست از نور بغداد [6]

حضرت نوشہ صاحب رح سے عقیدت | حضرت نوشاہِ عالیجاہ رح کے ساتھ آپ کو بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ اور فیضان نوشاہی سے معمور تھے۔ کتاب چہار بہار میں یہ توصیف لکھی ہے۔

ے

چہ خوش میخانۂ دمے گنج بخش ست　　خودی دگمرہی را رنج بخش ست

ہر آنکو جرعہ خورد از جام نوشہ　　شدہ منصور از انعام نوشہ

بداں زیں گنج بخش او را بگوئید　　بیابید از سگانش آنچہ جوئید

نگاہش مفلساں را گنج بخشد　　ہزاراں صفعہ ہا را پیر بخشد

جہاں یک عالم از بو عقب بری کرد　　عروس فقر را زیور گری کرد

پرستندہ شریعت را چناں شد　　نہال دین احمد زو جواں شد

چہ کردہ شاہ پری و در ہو اشد　　ہزاراں عارفاں را پیشوا شد

گذشت از عرصۂ ملکوت و لاہوت　　کہ از تیر لیش وا ماند ملکوت

چناں آں آتش عشقش بر دہ ست　　ہر اساں زو دل مجنوں بگریست

چہ ابر رحمتش بارید بر عام　　ہدریا طعن زاں شد ہر یکے جام

نگاہ صیقل نوشہ قلندر
دلم را کرد آئینہ سکندر

---

[6] چہار بہار قلمی ۱۲ شرافت

حلیہ ولباس آپ کا قد میانہ، رنگ گندم گوں، خوش شکل، لاغر بدن تھے۔ سر پر سبز دستار، لمبا چوغہ پہنتے۔ اور بھاری شلوار برنگ سیاہ۔ پاؤں میں جوتا پہنتے۔

کرامات

مریضوں کو شفا ایک دفعہ آپ کے زمانہ میں سخت وبا پھیلی جس سے ہزاروں لوگ دنیا سے چل بسے۔ آپ نے منادی کرادی کہ جو مریض ہمارے کنوئیں سے پانی پئے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے شفا بخشے گا۔ چنانچہ سینکڑوں آدمی پانی لے جاتے۔ اور شفا پاتے۔

ایک جذام والی عورت کا شفا پانا ایک برہمن عورت کو جذام ہو گیا تھا۔ جو کسی طبیب سے اچھا نہ ہوا۔ گھر والوں نے بھی اُسے نکال دیا۔ جب اُسے کوئی جائے پناہ نہ ملی تو آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوئی۔ آپ نے اُس کا علاج کیا تو وہ تندرست ہو گئی۔ اور آپ کے گھر کی خادمہ بن گئی۔

شاہی دربار میں عزت جب اُس عورت کے گھر والوں کو اُس کی صحت کا پتہ چلا تو وہ اُس کو لینے آئے۔ اُس نے جانے سے انکار کر دیا کہ میں تو اب شاہ صاحب کی خادمہ ہو چکی ہوں، اُسوقت اس کے وارثوں نے راجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں شکایت کی کہ ہماری عورت پر حسین شاہ نے قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اُس نے راجہ دینا ناتھ اور دیوان ساون مل کو حکم دیا۔ انہوں نے جرنل بدھ سنگھ کو معہ ایک فوجی دستہ کے بھیجا وہ آپ کو گرفتار کر کے شالامار باغ جیل میں لے گئے۔ آپ چند روز وہاں رہے۔ آپ نے حضرت غوث اعظم رح کی مدح میں یہ اشعار بولے

تم بخشو فقر فقیراں نوں تم دیہو کرامت پیراں نوں
تم شاد کرو دلگیراں نوں تم کرو خلاص اسیراں نوں

یا حضرت غوث الاعظم جی

آخر ایک رات راجہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور سپاہیوں کو رہا

کردیا ہے۔ راجہ نے جب دن کو دیکھا تو واقعی سب قیدی رہا تھے اور آپ بھی باہر پھر رہے تھے۔

راجہ کو اُس وقت سر میں سخت درد ہو رہا تھا حکیموں کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔

ہاشم شاہ نے اسوقت سرخ مرچوں کو پیس کر اُس کا لیپ کر دیا۔ راجہ کو اسی وقت آرام

آگیا۔ راجہ آپ کو دربار میں ساتھ لے آیا اور نہایت اعزاز و اکرام سے مسند خاص پر بٹھایا۔

اور ایک چولا مع اور کچھ نقدی نذرانہ میں دیا۔ ؎

برہمنوں کا اسلام قبول کرنا وہی برہمن مذکور آپ کا مخالف تھا۔ ایکدن پچیس [۲۵] آدمیوں کو

لے کر قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کے مکان میں داخل ہوا۔ آگے کمرہ خالی پایا۔ سخت حیران

ہو کر پیچھے ہٹا۔ تو آپ نے پیچھے سے آواز دی۔ تو جب اُس نے دیکھا۔ تو آپ وہاں موجود تھے۔

اس کرامت سے متاثر ہو کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔ ؎

ایک غائب کو حاضر کرنا جنرل بدھ سنگھ کا لڑکا گم ہو گیا۔ بہت تلاش کی۔ مگر

وہ کہیں سے نہ ملا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ وہ تمہارے گھر پہنچ گیا ہے

جب وہ گھر گیا تو لڑکے کو موجود پایا۔

دریا سے پایاب گذرنا ایکدفعہ آپ دریائے راوی کو پار کرنے کے لئے گھاٹ پر پہنچے۔

ملاحوں نے کشتی پر سوار نہ کیا۔ اور کشتی چلا لی۔ آپ نے ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور دریا سے

پایاب گذر گئے۔

شاعری

آپ بلند پایہ شاعر تھے۔ فارسی۔ پنجابی اور ہندی میں اشعار کیا کرتے۔ آپ کو نظم

و نثر دونوں میں پوری مہارت و قابلیت تھی۔ آپ کے اشعار و غزلیات و مناجات و مدحیات

و سیحرفیاں وغیرہ کو اہل اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے شعرا اور علما بھی بہت پسند کرتے ہیں۔

؎ فاضل پنجابی گائیڈ۔ تذکرہ طیب حمیدیہ صفحہ ۳۲ ۔ ؎ ایضاً صفحہ ۳۲ ۔ شرافت

رنجیت سنگھ کا درباری شاعر ہونا | بابا بُدھ سنگھ نے آپ کو راج کوی (یعنی درباری شاعر ملک الشعرا) لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہاشم شاہ، فقیر عزیز الدین کا شاگرد دوست تھا۔ لیکن ہاشم شاہ نے اپنی شاعری میں کہیں رنجیت سنگھ یا عزیز الدین کا نام نہیں لیا۔

ڈاکٹر موہن سنگھ نے بھی آپ کو راج کوی (درباری شاعر) لکھا ہے۔

شمیم چوہدری۔ پنجابی ادب و تاریخ میں لکھتے ہیں۔ "ہاشم شاہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طبیعت جب ذرا پریشان و اداس ہوتی تو آپ کو بلا لیتے اور شعر سنتے رہتے۔"

پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم اے۔ فاضل پنجابی گائیڈ میں لکھتے ہیں۔ "بعض کا خیال ہے کہ آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر تھے۔ بعض اسے تسلیم نہیں کرتے۔ دربار میں رسائی کے متعلق ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا سردار مہاں سنگھ مر گئے تو ہاشم نے دربار میں ایک نظم پڑھی، جو مہاراجہ کو بہت پسند آئی اس کے بعد مہاراجہ کی فرمائش پر قصہ سسی پنوں لکھا اور سب سے پہلے دسہرہ دربار رام باغ امرتسر میں سنایا۔"

کتاب انسائیکلو پیڈیا نیا ایڈیشن مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۸ء کے صفحہ ۱۲۹۲ میں ہے۔ "(ہاشم) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر بھی تھے۔ مہاراجہ نے ان کو جگدیو کلاں اور جھیہ کے قریب موضع تھریال میں جاگیریں عطا کی تھیں۔"

حکومت کے خلاف حق گوئی | بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو حکومت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور آپ حاکموں کے افعال اور کارناموں پر کڑی نکتہ چینی کرتے تھے۔

لاجونتی رام کرشن۔ کتاب پنجابی صوفی پوئٹس میں لکھتی ہیں۔ "یہ بات کہ ہاشم مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر تھے۔ یا ان کے فقیر عزیز الدین سے گہرے مراسم تھے پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔"

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر لکھتے ہیں "دوجے دھڑے دا ایہ خیال اے کہ اوہ (ہاشم) مہاراجہ رنجیت سنگھ دے دربار نال کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھدے سن۔ اک وڈا صوفی تے درویش ہوندیاں ہویاں عمر بڑے مان نال گذاری اے۔ تے ویلے دے بادشاہواں تے مہاراجیاں دے قصیدے لکھن دی تھاں اوہناں دی چنگی کھنب ٹھپدے رہے نیں۔

کہو کجھ حال حقیقت ہاشم ہن دیاں بادشہاں دی	ظلموں کوک گئی آسمانیں دکھیاں روز دلاں دی
آدمیاں دی صورت دسدی خوف خدا دُں کورے	ظالم، چور، پلیت، زناہی، رکھش آدم خورے
بس ہن ہو رنہ کہو کجھ ہاشم چپ رکھے رہنا	ایہ گل نہیں فقیراں لائق برا کسے نوں کہنا"

تصنیفات

آپ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی کتابیں فارسی، پنجابی اور ہندی زبان میں موجود ہیں جن کے ناموں کی فہرست لکھی جاتی ہے۔

۱۔ **چہار بہار فارسی** | یہ نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ حضرت نوشہ گنج بخش رحمہ کے ملفوظات کو پرانے مسودات سے جمع کر کے مرتب کیا ہے بطور سوال و جواب ہے۔ سوال کرنے والے حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رحمہ اور جواب دینے والے حضرت قطب الاولیا سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش ہیں۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۰۹ ایکہزار دو سو نو ہجری میں آپ نے مرتب کی ہے۔ اس میں چہار بہاریں رکھی ہیں۔ پہلی بہار میں شریعت کے مسائل ہیں۔ دوسری بہار میں طریقت کے نکات، تیسری بہار میں حقیقت کے دقائق و حقائق۔ چوتھی بہار میں معرفت کے رموز و اسرار اور مسئلہ وحدت الوجود کا بیان ہے۔

اس کتاب کے آغاز میں جو حمد و نعت اور حضرت غوث اعظم رحمہ اور حضرت نوشہ صاحب۔ اور حاجی محمد شریف کی مدحیات ہیں۔ وہ نظم میں ہیں۔ اس کے بعد ساری کتاب نثر ہے۔ اور جابجا نظموں۔ رباعیات اور قطعات وغیرہ سے مزین ہے۔

اس کتاب کا ابتدا اس طرح ہے۔

بنام آنکہ نامش رُوحِ جانہا | بیانش زیور حُسنِ زبانہا
کلید ہر درِ مقصودِ ہر دل | نجات و عفو و رحمت بخشِ این گِل
ہمہ جا اوست و جائے ندارد | کلید گنج او وائے ندارد
چگونہ طے کنم دریائے آتش | سمندر میشود پنہاں زِ آتش
چہ باشی مرغ وہم آنجا چہ باشی | کند تیغ تحیّر پر تراشی
شکستہ طالب و مطلوب ہر بام | ہزاراں دام در راہ گام بر گام
زبانم کے تواں گفت این بیانہا | ملول ست این بہ بندِ استخوانہا

اس کتاب کی نثر اس طرح شروع ہوتی ہے۔ سبب تالیف یہ ہے۔

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ بعد از نعت مجموعۂ اہل اسلام و عرفان این فقیر احقر الزمان محمد ہاشم ولد حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریف میگوید کہ من در کتب معتبر نوشتہ دیدم واز زبان گوہر فشانِ عالی شان بزرگان شنیدم کہ آں منبع اسرار و حدیقۂ اذکار حضرت پیر محمد سچیار رح چند سال بخدمت مرشد صاحب کمال در علم شریعت و طریقت و نشانِ نقشِ مقصود از زبانِ گوہر فشانِ عالی شان حضرت گنج بخش چیو تلقین یافت چنانکہ اگر قلم بران جاری داشتے کتاب خانہ بودے۔ پس این فقیر ازاں جواہرات در چیدہ بقید و تحجیہ نہاد۔ ازاں جملہ کلام مغز برآوردہ در کاغذ خورد مطلب بزرگ سوال متعلم و جواب معلم بچہار سوال بوجہ احسن بقلم آوردہ این نسخہ را چہار بہار نام نہاد۔

سوال اول۔ در شریعت یعنی بجا آوردن امر و نہی۔

سوال دویم۔ در طریقت۔ یعنی شناختن راہ راست۔

سوال سویم۔ در حقیقت کہ ہمہ از وست۔

سوالِ چہارم ۔ در معرفت کہ ہمہ اوست ۔

رباعی

سخنِ اول لبشرطِ ایمان ست		دردوم ابتدائے عرفان ست

صاحبِ اسرار ہلیشوم لبسیوم		درچہارم وصالِ جانان ست ؎

چہار بہار کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ ۔ اور انسائیکلوپیڈیا بیاینڈ لشین میں بھی آیا ہے ۔

۲ ۔ مثنوی ہاشم شاہ | اس کے تمام اشعار چار سو کے قریب ہیں ۔ آغاز اس طرح پر ہے ۔

؎

فرض بر انساں ثنائے ذوالجلال		آنکہ ہست او بے مثال و بے زوال

بے نمون و بے چگون و بے نشاں		بے گمان و بے زمان و بے مکاں

بود او چوں بود دیگر کس نبود		بود او ایں بود پایندہ الخود

صاحبِ معراج و تاجِ انبیا		خاکِ پائے اوست جملہ اولیا

ہست بیشک رحمۃ للعالمین		من ازاں غم ہلیشوم ہاشم حزیں

اس مثنوی کا مقطع یہ ہے ؎

اندریں منزل اناالحق گفت یار		من خوانم من خوا کرد آشکار

۳ ۔ دیوانِ ہاشم شاہ | اس کا مطلع یہ ہے ؎

اگر ایں حسن آں پردہ نشیں نشدے نہاں پیدا		من و تو پرتو او نیم نشدے ایں جہاں پیدا

اس کا مقطع یہ ہے ۔ ؎

بحسنِ خویش ہمہ نفس مبتلائے ہست		خیال کن بکہ ہاشم عروج بنمائی

؎۹ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی ، اس کا ایک خطی نسخہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے ، میں نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے جس کا نام خزائن الاسرار رکھا ہے ۱۲ ؎۱۰ مثنوی ہاشم شاہ ابھی غیر مطبوعہ ہے ۱۲ شرافت

یہ بھی دیوان کے اشعار ہیں

بر جہاں گیری چو آمد جلوہ آں آفتاب	ذرہ ہا ایں جملہ موجودات شد در پیچ و تاب
ما ہمہ جا ئیم دریا زوج قدسی آب ہست	صورتش صورت گرفت اندر ہمہ ایں جام آب

اس دیوان کا ذکر۔ فاضل پنجابی گائیڈ۔ اور انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں بھی ہے

اس کتاب کا ایک خطی نسخہ آپ کی اولاد کے پاس دھنی پورہ لاہور میں موجود ہے۔ اس کا ترقیمہ یہ ہے

"تمت تمام شد ایں کتاب میں حضرت ہاشم شاہ جیو سکنہ موضع جگدیو کلاں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر بقلم خود فقیر حقیر پر تقصیر خاک نعلین رسول اللہ فقیر سید محمد عفی عنہ موضع کوٹلی بتھو بلی برائے پسران حضرت غلام داؤد رحمۃ اللہ علیہ"۔[۱۱]

۴۔ بیاض ہاشم شاہ فارسی	یہ مخطوطہ ہے۔ اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ میں موجود ہے۔
۵۔ مثنوی یوسف زلیخا فارسی	یہ نسخہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ذکر انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں پایا گیا ہے۔
۶۔ زبدۃ الرمل فارسی	یہ علم رمل کے متعلق ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ اور انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں موجود ہے۔
۷۔ کلیات ہاشم شاہ	یہ خطی نسخہ ہے۔
۸۔ قصائد فارسی	ان کا ذکر انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں ہے۔
۹۔ غزلیات فارسی	ان کا ذکر بھی انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں ہے۔
۱۰۔ مناجات و دعیات فارسی	یہ مختلف ہیں اکثر غیر مطبوعہ ہیں

اب آپ کی پنجابی کتابوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ کتاب پنجابی ادب دی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہاشم نے اردو ہندی میں بھی شعر لکھے۔ مگر جو مقبولیت پنجابی شعروں کو ہے۔ وہ انہیں نہیں۔

---

[۱۱] یہ مخطوطہ مجھ کو عزیزم مولانا محمد اقبال مجددی لاہوری بی اے نے مہیا کر کے دیا۔ ۱۲۰ شر انت

۱۱- قصہ سسی پنوں | یہ پنجابی منظوم ہے۔ فاضل پنجابی گائیڈ میں ہے۔ کہ آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فرمائش پر یہ قصہ لکھا۔

انسائیکلوپیڈیا ایڈیشن میں ہے "ہاشم شاہ ایک قادر الکلام پنجابی شاعر تھے۔

ان کی کتاب سسی پنجابی ادب میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔"

کتاب پنجابی صوفی پوئٹس میں بھی اس قصہ کا ذکر ہے۔

آپ کے ایک معاصر شاعر مولوی محمد حسین کھوکھر ساکن گاجر گولہ نے اپنی کتاب وقائع پنوں میں آپ کی سسی کا ذکر کیا ہے۔

زیں پیش بسے شعر اگفتہ ایں قصہ بہ پنجابی زباں

چوں حافظ رانجھا ہاشم ہم برجستہ سخن چوں لستہ میاں

اس کے ۲ دو شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں ؎

سسّی آن ڈٹھا جد بیند رہو تیا ہوش جو خوابوں | سورج وانگ شعاع حسن دی باہر پوس نقابوں

جے لکھ یا صندوق چھپائے آدے مشک گلابوں | ہاشم حسن پریت نہ چھپدے تارک ہوں حجابوں

یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایک خطی نسخہ میاں ننھے شاہ ساکن جکھڑ کلاں کے قلم کا لکھا ہوا۔ مکتوبہ سمت ۱۹۳۳ ایکھ ارنو سو تینتیس بکرمی۔ وسن پورہ۔ لاہور میں اولاد کے پاس موجود ہے

۱۲- قصہ سوہنی مہینوال | پنجابی منظوم۔ اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ۔ پنجابی صوفی پوئٹس پنجابی ادب و تاریخ۔ اور انسائیکلوپیڈیا ایڈیشن میں بھی موجود ہے۔

اس کا شروع اس طرح پر ہے مصرع

اول نام دھیاواں اُسدا جن ایہ جگت اُپایا

اس کا اختتام اس طرح پر ہے۔ مصرع

ہاشم عشق سو ہینوا جگ وچ جگ جگ رہگ کہانی

اس کے دو شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

جیوں جیوں ہو تس سوہنی نوں آوے زلفاں بھڑن سیاہی — ھر ھر وال بنی اک آفت درد منداں دی بھاھی

خونی نین ودھیرے ہوون تیر انداز سیاہی — ہاشم ہیندوال نیوں نیوں آوے پیش سپاھی

اس کا ایک خطی نسخہ اولاد کے پاس موجود ہے۔ جس کا دستخط یہ ھے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد نسخہ سوھنی تصنیف میاں ہاشم شاہ بدست خط فقیر حقیر ستھے شاہ ساکن جگدیو کلاں سمت ۱۹۳۳ ب در ماہ بساکھ"

۱۳ - | قصہ شیریں فرہاد | پنجابی منظوم - اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ۔ پنجابی صوفی پوئیٹس پنجابی ادب و تاریخ - اور انسائیکلو پیڈیا بیا ایڈیشن میں موجود ہے۔

اس کا مصرع ایکعدد یہ ھے۔

مصرع

لکھیا کون مٹاوے ہاشم وحی کلام ربانی

اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ سمت ۱۹۳۳ ب بخط ستھے شاہ - اولاد کے پاس محفوظ ہے۔

۱۴ - | قصہ ہیر رانجھا | پنجابی منظوم - اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ۔ پنجابی ادب و تاریخ - اور انسائیکلو پیڈیا بیا ایڈیشن میں موجود ہے۔

مصرع

ہاشم شاہ دے وانگ بیہوش کیتا ہو گیلتی مجھ نہ تجھ دی سی

۱۵ - | قصہ محمود شاہ غزنوی | پنجابی منظوم - یہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

مصرع

اول صفت اللہ دی پھیر درود رسول

اس کا ایک قلمی نسخہ بخط میاں ستھے شاہ اولاد کے پاس موجود ہے۔

۱۶ - | قصہ لیلے مجنوں | پنجابی منظوم - اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ میں موجود ہے۔

۱۷ - | سیحرفیاں | یہ متعدد ہیں - ان کا ذکر انسائیکلو پیڈیا بیا ایڈیشن میں موجود ہے۔

یہاں دو سیحرفیوں میں سے بطور نمونہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

سیحرفی نعونعت میں لکھتے ہیں۔

ی دکھ جے دکھوں سکدا ہیں جی بھن کے انت چبیوناہیں

سِر شکراں ہونائیں نت میاں قدح موت دا آخری ہونائیں

لکھ وار جے فیل سوار ہوویں خاک راہ دی انت نوں ہونائیں

ہاشم شاہ پراہونے گور دے نوں ذری بادلہ کھیسے نہ سیونائیں

سیحرفی مدح غوث اعظم میں لکھتے ہیں۔

ل لوبھ تے لالچی چال بیری بہت یاد ہے راہ شیطانگی دا

پھراں ظاہر اُوپ مشائخاں دے دلوں خاص روا ہے ایمانگی دا

دستگیر ہے ظاہر انام تیرا چار کوٹ اُتے مردانگی دا

رب جاندا زد دکھاوندا ہے ہاشم شاہ تیری مہربانگی دا

۱۸۔ کافیاں	ان کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ میں پایا جاتا ہے

۱۹۔ دوہڑے	آپ کے دوہڑے پنجاب میں بہت مشہور ہیں۔ پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم اے

فاضل پنجابی گائیڈ میں لکھتے ہیں۔

"آپ پنجابی عروض سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے الگ الگ بحر میں اشعار لکھے ہیں۔ جس میں بندش کی خوبی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ کا تخیل بلند۔ زبان میٹھی ٹھیٹھ اور رسیلی ہے آپ کے دوہڑوں میں خاص ولولہ۔ جوش اور سوز پایا جاتا ہے۔ بیان میں روانی ہے۔ خیالات صوفیانہ ہیں۔ فارسی الفاظ اور تشبیہیں بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ ان کا تمام کلام عشق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ کہیں عشق مجازی کا رُوپ ہے۔ اور کہیں عشق حقیقی کی تعریف ہے۔ لکھتے ہیں۔

رب دا عاشق ہوں سوکھا لاتے سوکھی ایہدی بازی

گوشہ پکڑ رہیے ہو صابر پھڑ تسبیح بنے نمازی

سُکھ آرام جگت دی سوبھا اتے دیکھ ہووے جگ راضی

ہاشم خاک رُلاوے لگیاں ایہ ظالم عشق مجازی

صوفیانہ خیالات باندھنے میں بہت گہرے نہیں جاتے۔ اس کے ساتھ ہی کوئی دعوے بغیر دلیل کے نہیں کرتے۔

ے

کر کر سمجھ رہیا ہاں حیرت مینوں دل دا بھیت نہ آوے

کدی تاں تخت بہے بن حاکم اتے کدی کنگال سداوے

کدے سخت بیزار ہووے خود جسموں اتے سب کجھ خاک رلاوے

دیگر کون کہے میں ہاشم جہڑا روز دکان چلاوے

اگرچہ ہاشم کا تمام کلام اساتذہ کے زورِ بیان اور عشق و محبت کے گہرے اثر سے مملو ہے لیکن سب سے نمایاں اس کے دوہڑے ہیں جن کی وجہ سے ہاشم لاکھوں بالکاں میں بھی منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں زیادہ تر تو وہ وارداتِ قلب ہی بیان کرتا ہے لیکن کبھی کبھی وہ دوسروں کے دلوں میں جھانک کر مشترکہ درد کا بھی اظہار کرتا ہے۔ لکھتا ہے۔

ے

جان جہان دو نہیں دم کوئی اتے حرص ہزار چوفیرے

مارن راہ سدا دن راتیں اتے نوج رہے نت نیڑے

ثابت جان جمال دیوے اسیں آن مسافر گھیرے

ہاشم آپ کرے ک سوئی ہوسی ہور دس نہیں کجھ میرے

ہاشم کے خیال میں عشق ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل مایوسی اور ناامیدی ہے اگر کوئی اس کے سائے میں آ بیٹھے تو عشق کی آگ میں جل بھن کر راکھ ہو جاتا ہے لکھتا ہے۔

ے

سنبھل کھیت سنبھال عشق دا ہُن نکلی تیغ میاناں

کھا مر زہر پیاری کرکے جے لئی ہوئی ایس دُکھاں نوں

ہر دیوں دا ساک عشق دا ہور نفع نہ عقل گیاں نوں

ہاشم باجھ مویاں نہیں بندی اساں ڈٹھا بھید قراں نوں

عشق کی راہ میں جب ذرا آگے بڑھتا ہے۔ تو عاشق سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے ۔

عاشق آکھ ویکھاں کیہں خاطر نت جوئی ناس شکاوں

جاہوں حرف ہجر دا لکھیا اوہ کاغذ صاف بناوں

رگ رگ سوت ہوے خسطر دا اُتے ثابت قلم چلاوں

ہاشم عاشق ایس کتاباں نت سمجھ سلوک کماوں

عشق مجازی اور شریعت میں فرق بتلاتے ہوئے لکھتا ہے ۔

توڑ زنجیر شریعت لنگھدا جد رچدا عشق مجازی

دل نوں چوٹ لگی جس دن دی اساں خوب سکھی نز بازی

بھیج بھیج روح وڑے نت خانے اتے ظاہر جسم نمازی

ہاشم خوب پڑھایا دل نوں ایس بیٹھ عشق دے قاضی

محبوب کے ناز وانداز کا عاشق پر اثر اور اس کی جوانمردی اور بلند ہمتی اس طرح بیان کرتا ہے

جس دن شہر محبوباں والے کوئی عاشق پیر دھریندا

جان خوراک بنادے غم دی اُتے پل پل سول سہیندا

سیس اتار پیالہ کر کے دھر ہتھ تے بھیکھ منگیندا

ہاشم ترس محبوباں آوے تے تاں کجھ خبر پویندا

دوسری جگہ لکھتا ہے۔ ؎

کیوں تلوار وچھوڑے والی توں ہر دم سان چڑھادیں
نیتھے زور نہیں من تیڈا منوں توں ایویں مار گوادیں
عاشق نال نہیں سر رکھدے توں کہیں پر تیغ اٹھا دیں
ہاشم بول نہیں مت بولی کوئی ہور نصیحت یا دیں

ہاشم اپنے دوہڑوں میں بڑے سے بڑے مضمون کو بھی اس طرح بیان کرتا ہے۔ گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ یکسر نفسی کے متعلق لکھتا ہے۔ ؎

ہر ہر یوسف دے وچ دوست اوہ دوست روپ وٹاوے
دوست ناک نہ پہنچے کوئی ایہ یوسف چا بھلاوے
دوست خاص پچھانے تاہیں جد یوسف خاک رلاوے
ہاشم شاہ جد دوست یاوے تد یوسف دل کد جاوے

گردش دوراں کے متعلق لکھتا ہے ؎

اکسے طور بہار نہ رہندی نہیں اکسے طور زمانہ
ہر دن چال نہیں البیلی نہیں ہر دم زور جوانا
رودن سوگ ہمیشہ نہ ہووے نہیں نت راگ سہانا
ہاشم بیٹھ گیاں لکھ ڈاراں ایہ جگت مسافر خانا

دوسرے صوفی شاعروں کی طرح وہ بھی عشق کی نباہ کو بہت دشوار خیال کرتے ہیں۔ اس خیال کو ایک مثال دے کر اسطرح سمجھاتے ہیں۔

؎

مشکل نیہوں نباہن ہویا میںنوں دھردھر لاکھ نہورا
سر گٹھڑی لکھ کوہ ٹکانا تے تن وچ تنک نہ زورا

دلبر یار دی گل اوکھی میںنوں ہین نہ ملدا بھورا

ہاشم نیہوں نہ لائیو کوئی دیوے شہر ڈھنڈورا

اسی طرح دوہڑوں کی زبان۔ بندش۔ بلند خیال اور دیگر فنی خوبیاں ہاشم کو اساتذہ کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ہاشم نے اپنے لئے شاعری میں جو راہ اختیار کی تھی اس کے بعد کوئی دوسرا اس راہ پر کامیابی سے نہیں چل سکا۔ اُس کے جانے سے جو جگہ خالی ہوئی وہ آج تک پر نہیں ہو سکی۔"

تسنیم چوہدری نے کتاب پنجابی ادب و تاریخ میں آپ کے یہ دوہڑے انتخاب کئے ہیں۔

ے

گل تے خار پیدا ایتھ اکسے باغ چمن دی دونویں

اک شغل عسم گلاں دی اوڑک انتے خار رہن بت اونویں

تھوڑا رہن قبول پیارے پر توں خار نہ ہونویں

ہاشم آن بلیں گل ہس کے بھادیں اک پل بانہہ کھلونویں

ے

تن دی چخہ بناوے دیپک تاں آ جلن پروانے

بھانبڑ ہور ہزاراں دسدے پر ایہ پتنگ دیوانے

اپنا آپ بناوے کولے سو کرے کباب بیگانے

ہاشم رہے دلاں دی دل وچ ہور جا دسے بہانے

ے

دلبر یار کہے دن آہے جد ہس ہس نے گل ملدے

جو جو بے پرواہی کردا ڈاہ لگن تل تل دے

تسلیم دیکھ نا ہیں ہتھ ساڈے اساں داغ رکھے گن دل دے

ہاشم دھوون بہت اوکھیرا پر داغ نہ دل توں ہلدے

ہ

کتھے شاہ سکندر دارا اتے جام گیا کیت جسم دا

دھڑکن دیو جنہاں دی تیغوں تے دھول پیا نت کم دا

ڈھونڈیاں خاک تنہاں نہیں لبھدی ایہہ جگت بُرا گھر غم دا

ہاشم جان غنیمت دم نوں بھلا کیا بھروا سہ دم دا "

تین عدد دوہڑے تذکرہ ہاشمیہ میں سے لکھے جاتے ہیں۔

ہ

کون قبول خرابی کردا پر لیکھ خراب کراوے

کس دا جیو نہ راج کرن نوں پر قسمت بھیکھ منگاوے

اپنے ہتھ نہ سُول سہی دی پر سُولی لیکھ چڑھاوے

خوش ہو ویکھ صبر کر ہاشم جو کجھ لیکھ وکھاوے

ہ

جس نوں طلب ہووے جس دل دی نہیں ہندا الکھ ہٹائیے

تسدے باہجھ نہ ہوس تسلی بھاویں سو گیاں سُنائیے

مجنوں باہجھ لیلےٰ خوش ناہیں بھاویں رب نوں جا ملائیے

ہاشم جان مراد عاشق دی دونہوں اکھیں یار دکھائیے

ہ

سُن عشقا جیہی تدھ نے کیتی توں روز ستاویں مینوں

اکواری ہتھ آویں میرے میں خوب رُواداں تینوں

تیرے جیہا بیوفا نہ کوئی میں کوک سُناواں کینوں

ہاشم جوار کریں جگ سارے توں یار بنا دیں جینوں

۲۰- ڈیوڈھے

ہ

کامل شوق ماہی دا جینوں بت رہے جگر وچ دسدا — لوں لوں رسدا

رانجھن بے پرواہی کردا تے کوئی گناہ نہ دسدا — اٹھ اٹھ نسدا

جیوں جیوں حال سناواں رو واں تے ویکھ تتی ول ہسدا — ذرہ نہ کھسدا

ہاشم کام نہیں ہر کس دا تے عاشق ہوون درسدا — ہر ہوں رسدا

ہ

مجنوں درد دیوانہ لیلیٰ ہیں گرد دکھاں دا گھیرا — تے قید چوپھیرا

لکھیا لیکھ ایہو کجھ میرا ایہہ دس نہیں کجھ میرا — تے نال دس تیرا

ڈھونڈاں حال ملن دی کوئی انتے لاواں زور بتیرا — پر ملن اوکھیرا

ہاشم رات پئی سر مجنوں پر اوڑک ہوگ سویرا — چاک اندھیرا

۲۱- کتب طب | انسائیکلو پیڈیا نیا ایڈیشن میں لکھا ہے "چند قصائد کے علاوہ کچھ کتابیں طب پر بھی لکھی ہیں۔"

۲۲- باراں ماہ | یہ متعدد ہیں۔

۲۳- فقر نامہ | یہ بھی پنجابی منظوم ہے۔

اب یہاں آپ کی ہندی کتابوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

۲۴- گیان پرکاش | اس کا ذکر پنجابی صوفی پوئٹس- اور انسائیکلو پیڈیا نیا ایڈیشن میں موجود ہے۔ اس کے بعض اشعار یہ ہیں:

ہ

ہم کا ہے کے بھول رہے کرے سر کال کے نوبت باج گئے

ہم ہی نہیں آئے بسے جگ ہوں ایہاں آدر کتنی کر راج گئے

طب پر اس کتاب "مفتاح العلاج" کا مفصل تعارف فارسی مقدمہ میں کرایا گیا ہے۔

اَل راہ سوں واٹ اوڈیکت ہیں کوؤ کال گئے کوؤ آج گئے

تم کاہے او ساوت ہو ہرشیم کئی محل بنا کے بھاج گئے

دوہرہ

نہیں سوچ کدھر سوں آئے ہیں کیوں بیٹھ رہے کہاں جاویں گے

تب کون تھے کون کہاتے ہیں پھر جائے کے کون کہاویں گے

کرنے کیا تھے اب کیا کرتے ہیں پھر کون سا کام بناویں گے

ہرشیم ہم آپ ہی بھول رہے کہ سر کال کی نوبت باج گئے

دوہرہ

مَن جس کو گرکیت ہیں وہی آتما تھا پ

سُکھ دُکھ وائے آپ کو وہ ہی اپنے آپ

جب مل ہی اگیان سوں دُشٹ ہوئے دُکھ دیت

جل جیسے مل اگن سوں اگن کرم سُکھ لیت

دوہرہ

دن دھارن وشٹ سنگھارن کو نرسنگ ہے بھوپ چھپیا ہے

رس کام سوں نار لوبھاون کو رسیا رس رُوپ گھنتیا ہے

او بچے جیت مانیہ ملاون کو تر کلیب سو رس پُچیا ہے

اتو جگ مانیہ دیکھو ہرشیم سب کو گور پیر رُو پیا ہے

دوہرہ

سیت پر بیت بھرات پتا ہم جاچ دیکھو سب مایا

اون پڑی دھن ہیں بنے تب بات کہے ہم سوں نہیں جایا

پیت چھپا دھیلے مُکھ کو مت مانگ ہے کچھو مُکھ لایا

او بیان کو کیا ہرشیم جگ بیں دھن ہیں سب سوں پایا

۲۵۔ گیان مالا | پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم اے نے فاضل پنجابی گائیڈ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فرمائش پر لکھی۔

کتاب انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں بھی اس کتاب کا ذکر آپ کی تصانیف کی فہرست میں کیا گیا ہے۔

یہ مصرع اس کتاب میں سے ہے   مصرع

کیا کچھ خیال کرے کو ہاشم جیوت خیال نہ چھوڑت بھنڈی

۲۶۔ بیج گرنتھی | کتاب فاضل پنجابی گائیڈ میں ہے کہ یہ کتاب بھی آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کہنے پر لکھی۔ انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

۲۷۔ راج نیتی | یہ کتاب بھی بقول مولف فاضل پنجابی گائیڈ آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فرمائش پر لکھی۔

اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

راج سبھا بھلو کرو جتنو جسم روپ ہووے دکھائی
دیس سُکھی بسے بتنو اور بیر بیادہ اڈھے ناہیں کائی
تیز گھٹے بل ہین بنے جن راج کے بیچ پھری نرمائی
راج مول لیو کتے ہاشم سوئی بلی جن تیغ اٹھائی

۲۸۔ جِنستاھر | اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ میں پایا جاتا ہے۔

۲۹۔ پوتھی حکمت | ہندی میں ہے۔

۳۰۔ ٹیکا | اس کا ذکر فاضل پنجابی گائیڈ۔ اور انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں موجود ہے۔

اصنافِ اشعار

شلوک

رے من ھر کے نام کو سواس جیت راکھ   ہاشم ہنیں بھیم جیوں ایک بار نت بھاکھ

پڑا ایکو جنس کا چھیٹ پئی بہو بھات   اچ نیچ کوئی نہیں سمجھ صاحب کی ذات

۵

ہاشم ہم باسن بھئے کیئے ایک کرتار   جس باسن کو ننددئے نندیا ہو کمہیار

گوڑ بکھی

سیم وا آہمیں پربھو سیاہیں   دکھ سکھ کو جوا دانتر جامی

دسیں ہو دھرتی جیں ساجا   انبا شی راجن کو راجا

جوگی جتی ستی دکھ بیدا   بوہ کھوجت پاوت نہیں بھیدا

ہر ہر ماں ہرسوں نیارا   نرلیشی گھٹ گھٹ بستارا

کبت

پیراں پیر سرتاج بہوں چودس کے حاکم   کیئے پاپ بے انت مہا دکھ پاوت ہاشم

تروواس جم تراس ایہہ تم کو نہیں لازم   کرو پار نستار دیا کر غوث الاعظم

سویا کام دھین

این مان جو آپ کو باوت تا نہہ نہ دکھ نہ جم کا سان

پریم دکھی من گیان سو تاوت یاہ نہ ہو کہہ نہ نیدبیان

ایک ہے روپ جہان کو جانت سوہ تیاگ رویت نہ مان

ہاشم آپ ہے آپ کو مانت ھی دیراگ یو ہی تماشان

ملفوظات

ماسٹر غلام نبی لاہوری نے رسالہ تذکرہ ہاشمیہ صفحہ ۳۵ میں " آپ کی تعلیمات وارشادات "

کے عنوان سے آپ کے نصائح بطور سوال و جواب لکھے ہیں۔ مگر دراصل وہ ارشادات حضرت

شاہ عالیجاہ رح کے ہیں جو شیخ محمد ہاشم صاحب رح نے کتاب چہار بہار کے خاتمہ پر بطور اختصار

درج کیئے ہیں جو میں نے ماہنامہ نوشاہی لاہور بابت اکتوبر ۱۹۵۷ء میں شائع کروا دیئے تھے۔ نیز نام جواہر مکنون نوری کتبخانہ لاہور والوں نے بھی چھپوا دیئے۔ ماسٹر صاحب نے ان کو شیخ ہاشم شاہ صاحب رح کے نام منسوب کر دیا ہے۔ جو فاش غلطی ہے۔ اگر عمدًا ایسا کیا ہے تو یہ سرقہ ہے اور قابلِ مواخذہ ہے۔ اور اگر ان کو سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے تو پھر معذور ہیں۔ آئندہ احتیاط رکھیں۔

ہاشم شاہ مؤرخین اور ادیبوں کی نظر میں

آپ کے متعلق چند ادیبوں کے اقوال لکھے جاتے ہیں۔

(۱)

میاں محمد بخش صاحب سیف الملوک میں لکھتے ہیں۔

ہاشم شاہ دی حشمت برکت گنتر وچ نہ آوے
دُرِ یتیم جواہر لڑیاں ظاہر کڈھ لٹاوے

اوہ بھی ملک سخن دے اندر راجہ سی سرکردا
جس قصے دی جڑھے چھیتے سو لوسی نر کردا

مختصر کلام اونہاں دی دردِ دل بھجی بوٹی
درد ہویا تاں سب کجھ ہویا کیا لمی کیا چھوٹی

بیت مرا زدو تول نہ لوس سارے لذت والے
کلیاں جیوں جیوں ہار پروتیوس نرگس تے گل للے

(۲)

مولوی مقبول محمد صاحب قادری نوشاہی جلالوی رح کتاب سلسبیل سلسبیل میں لکھتے ہیں۔

"حضرت ہاشم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے تصوف میں عاشقانہ تصنیفات بہت کی ہیں۔ حضور کا ظہور پُر نور ہوا ہے۔ آپ کی اولاد موجود ہے۔ آپ کا روضہ مبارک جنیڈ کوٹ میں ہے۔ یہ شجرہ شریف قادری آپ کی تصنیف سے بطور تبرک درج کرتا ہوں۔ وہو ہذا

سیکنم بیچ نہ گاں طالباں کردگار
اول و آخر لمعجز بالسلام ہمیشہ ہمار

در جہاں اول محمد رحمة للعالمین — دوم علی المرتضیٰ با سرورِ دیں رازدار

ساقیِ آں حوضِ کوثر ہم حسن بصری بداں — چاردہ ایں خانداں از جامِ او شد جرعہ خوار

ہم حبیبِ عجمی چوں خضر دیگر اولیا — ہست چوں سیارگاں از پرتوِ او طلبگار

بیعتش از ایں داؤد طائی پیر شد از فضلِ تو — بخششِ او ابرِ نیساں بر سرِ ایں گرد یار

حضرتِ معروفِ کرخی آں ستونِ آسماں — زیرِ سایہ آستینش اوجِ جاں ایں سایہ دار

سری سقطی کرد آباد شد روئے زمیں — شد وجودش در جہاں ابرِ کرم بر کشتہ زار

حضرتِ جنیدِ بغدادی بقا با بعد بود — من چہ گویم بیعتش از ہیچ درشانِ او خاکم گذار

شیخ شبلی آنکہ نامش نیز سرورِ عالم است — بے زوال و بے خبر و تا روزِ محشر پائدار

تیز رو پیراں عزیز عین اندر راہِ حق — کے برد روح الامین در بیشۂ آں یکّہ تار

رازدارِ پُر خواص عبد الواحد از صدقِ اوّل — مالکِ و بہشتی ہمراں در دفترِ پروردگار

فرجِ طرطوسی چو طوبیٰ در ریاضِ احدی — بر سرِ صافی ضمیراں سایہ دار و بار دار

تارک الدنیا علی بوالحسن کارِ با کمال — واصلِ حق از خیالِ ہستی دوں بر کنار

عقدہ کشا و رہنما تحقیق حضرت بوسعید — بیعتش بر کارِ خدا سر دفترِ قسمت نگار

بادشاہِ دو جہاں محبوبِ حق جیلی بداں — بر درش چہل ولی و بادشاہ شد شہریار

بے نیاز و برتر آں شہزادہ عبد الوہاب — ہر چہ خواہد او کند چوں گل بو بیعتش یادگار

جلوہ گر آں سید بو نصر ہمچوں آفتاب — آفتابِ آسماں بر روئے کند جاں را نثار

عالی دالا گہر آں سید سیف الدین بوال — پیشوائے عارفاں و قائم اللیل و نہار

بحرِ رحمت ابرِ کرم آں سید صوفی پیشوا — فرحتِ فردوس بخش و ہم کنندہ سردِ نار

معدنِ سرِّ الٰہی مخزنِ پنہاں خدا — سید احمد از مئے جاودیہ مخمور و خمار

سید مسعود درِ مشتاق عشاقِ خدا — در سرافرازی چو سرو و در ثمر چوں نخل بار

واصلِ حق لاابالی سید میراں بادشاہ — پیر و مرشد عالماں در گنبدِ ایں زرنگار

سید شمس الدین برگزیدہ میکشی محمود مست	بشنود قانون وحدت دمبدم آواز تار
بے ریا کانِ حیا سید محمد غوث دان	آبروئے نہ فلک جن و ملک را قبلہ دار
فرح بخشِ بیدلاں سید مبارک قادری	در گروہِ قادریاں سرفراز و تاجدار
سید مسعود خدا زد شد کعبۂ اہل صفا	واقفِ اسرارِ حق محبوبِ حق با اختیار
شاہ سلیماں راہنما و تکیہ گاہِ بیکساں	نام او در ہر نبرد مشکلاں چوں ذوالفقار
گنج بخشِ مفلساں و فیض بخشِ کاملاں	نو شۂ حاجی محمد رحمت پروردگار
یک سعید لیل و یک زباں پر محمود را ابواں	باغ درویشی سُرِ نو گشتہ از وے آبدار
باز گویم در ثنائے صاحب بختیجال	در گروہِ عاشقاں و کاملاں شد شہریار
قبلۂ من حاجی حرمین حضرت شاہ شریف	محتشم کو ہست سرِ علویاں گنجینہ دار
عاجز بیکس گنہ آلودہ ہاشم پُر خطا	دمبدم ہم مہر ایسر از بخشش امیدوار

ف اس شجرہ میں عبدالعزیز یمنی۔ ابو نصر اور سیف الدین کے نام زائد ہیں۔ اور سید علی کا نام متروک ہے۔

(۳)

لاجونتی رام کرشن۔ پنجابی صوفی پوئٹس (پنجابی زبان کے صوفی شعراء) مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۳۸ء میں لکھتی ہیں۔

"ہاشم شاہ (۱۷۵۳ء – ۱۸۲۳ء) ہاشم شاہ محض صوفی شاعر تھے۔ انہیں فقیر یا ولی اللہ ہونے کا دعوٰی نہ تھا۔ یہی سبب ہے کہ صوفیا یا اولیا کے سوانح نگاروں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے بارے میں زبانی روایات کے علاوہ مواد نایاب ہے۔ ان کی جائے پیدائش جگدیو ہے جو معلومات ان کے بارے میں فراہم ہو سکیں ان کے مطابق ۔۔۔۔۔۔ ہاشم شاہ عربی اور فارسی زبان کے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا مطالعہ یقیناً وسیع ہو گا۔ ہاشم کے مرشد کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ ہاشم کی شاعری میں کسی فلسفہ تصوف کا سراغ نہیں ملتا۔ ان کے ہاں تصوف ایک عقیدے کے طور پر موجود ہے۔"

(۴)

شمیم چوہدری ۔ کتاب پنجابی ادب و تاریخ مطبوعہ اشرف پریس ایبک روڈ لاہور ۔ ۱۹۷۱ء
میں لکھتے ہیں۔

"نام ہاشم شاہ تخلص ہاشم ۔ باپ کا نام حاجی محمد شریف موضع جگدیو کلاں تحصیل اجنالہ
ضلع امرتسر کے رہنے والے جنم ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء ۔ وفات ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۲۱ء
.... ہاشم شاہ عروض، طب، رن، نجوم کے بھی ماہر تھے ۔ طبیعت میں شوخی
شعروں میں روانی ۔ سوز ۔ تڑپ ۔ رس اور لوچ بے حد ہے ۔"

(۵)

سر رچرڈ ٹمپل لکھتا ہے ۔ کہ ہاشم شاہ کے عربی فارسی عالم ہونے کا یہ ثبوت ہے ۔
کہ اس نے اپنے اشعار کو عربی فارسی الفاظ سے مملو کیا ہے (تذکرہ ہاشمیہ)

(۶)

انسائیکلو پیڈیا نیا ایڈیشن مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۸ء کے ص ۱۲۹۲ میں ہے ۔
"ہاشم شاہ ۔ (۱۷۵۲ء ۔ ۱۸۳۳ء) ہاشم پنجابی کی کلاسیکی شعرا میں ایک امتیازی
حیثیت رکھتے ہیں ۔ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں جگدیو کلاں میں پیدا ہوئے ۔ چودہ برس کی عمر میں
اپنے والد حاجی محمد شریف سے مروجہ عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل کیا ۔ ہندی اور گورمکھی
زبانوں میں آپ کو کافی دسترس تھی ۔"

(۷)

کتاب پنجاب میں اردو مولفہ پروفیسر محمود شیرانی متولد ۱۸۸۰ء ۱۲۹۷ھ متوفی ۱۹۴۶ء ۱۳۶۵ھ ۔
مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی ایم اے فارسی اردو ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی فارسی و اردو ۔ مطبوعہ نقوش پریس
لاہور ۱۹۶۲ء ۱۳۸۲ھ ۔ شائع کردہ کتاب نما لاہور ۔ صفحہ ۲۶۴ میں ہاشم شاہ کی ایک غزل =
بیاض غلام غوث میں سے نقل ہوئی ہے ۔

غزل

اے دلبر شیریں زباں انصاف کرداکیوں نہیں — تجھ چھوڈ گھر جا تاکہاں انصاف کرداکیوں نہیں

ساکن تیرے دربار کا طالب تیرے دیدار کا — برچھا لگا ہے سار کا انصاف کرداکیوں نہیں

اے بیوفا انصاف کن از من گناہ معاف کن — انصاف کن انصاف کن انصاف کرداکیوں نہیں

غم نے میرے دل کو لیا ہے کر اُٹھا تم کو دیا — غم نے میرے پُرزے کیا انصاف کرداکیوں نہیں

ہاشم بچارا مر رہا دربار تیرے پر چڑھا

ہائے ہائے نہ کوئی کر رہا انصافکرداکیوں نہیں

بیویاں اور اولاد

کتاب فاضل پنجابی گائیڈ میں ہے کہ آپ نے تین ۳ شادیاں کیں۔

ایک ۱ مدراس میں، دوسری ۲ جھنڈیالہ گورد میں، تیسری ۳ ایک برہمن عورت کے ساتھ۔

آپ کے دو ۲ بیٹے تھے۔

۱۔ میاں پیر شاہ صاحب، معرف محمد شاہ رح

۲۔ میاں احمد شاہ صاحب لاولد۔

یاران طریقت آپ کے خواص درویش یہ تھے۔

۱ میاں پیر شاہ صاحب فرزند اکبر — تھرپال ضلع سیالکوٹ

۲ شیخ جمال شاہ باشندہ رح — شتاب گڑھ

۳ شیخ قطب شاہ مجذوب رح

۴ بابا پیر شاہ راجپوت رح

تاریخ وفات شیخ ہاشم شاہ صاحب کے سال وفات میں اختلاف ہے۔

۱۔ پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم اے نے کتاب فاضل پنجابی گائیڈ میں آپ کی وفات معجم جولیشھ[۶۴]

سال ۱۲۳۰ھ ۱۸۱۴ء میں لکھی ہے۔

۲ - مولا بخش کشتہ نے کتاب پنجابی شاعراں دا تذکرہ میں ۔ اور شمیم چوہدری نے پنجابی ادب

تاریخ میں آپ کی وفات ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں لکھی ہے ۔

۳ - لاجونتی رام کرشن نے کتاب پنجابی صوفی پوئٹیس میں آپ کی وفات ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں

تحریر کی ہے ۔

۴ - کتاب انسائیکلوپیڈیا نیا ایڈیشن میں آپ کی وفات ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں لکھی ہے ۔

۵ - ماسٹر غلام نبی لاہوری نے تذکرہ ہاشمیہ میں لکھا ہے ۔ کہ ہاشم شاہ کی وفات بعمر

ایک سو گیارہ سال جمعۃ الوداع چھبیسویں رمضان ۱۲۵۹ھ ایکہزار دو سو انسٹھ ہجری میں

ہوئی ۔ اور دوسرے روز ستائیسویں رمضان کو دفن ہوئے ۔ یہی تاریخ آپ کے بیٹے محمد شاہ نے لکھی ہے ۔

تقویم ہجری و عیسوی کی رُو سے اس آخری تاریخ کے مطابق بیسویں اکتوبر ۱۸۴۳ء ۔

ایکہزار آٹھ سو ترتالیس عیسوی تھی ۔ اور چوتھی کاتک سمت ۱۹۰۰ ایکہزار نو سو بکرمی تھا ۔

اُسوقت دہلی کے تخت پر آخری تاجدار مغلیہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر بن

اکبر شاہ ثانی کا ساتواں سال تھا ۔

اور پنجاب پر دلیپ سنگھ ولد رنجیت سنگھ کی حکومت کا پہلا سال تھا ۔

مدفن | آپ کا مزار موضع تھرپال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں ہے ۔ کتاب فاضل

پنجابی گائیڈ میں ہے کہ ہر سال جیٹھ کے مہینے میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے ۔

مادۂ تاریخ

آیۂ شریف قیل ادخل الجنۃ ۱۲۵۹ھ

خزائن الاسرار ترجمہ اردو چہار بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حق تعالیٰ کی مدح وثنا میں، غزلیہ

اُس ذات کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کا نام جانوں کی روح ہے۔ جس کا بیان زبانوں کے حُسن کا زیور ہے۔

وہ ہر دروازے کی چابی اور ہر دل کا مقصود ہے۔ اِس مٹی کے پُتلے کو نجات اور معافی اور عزت بخشنے والا ہے

وہ سب جگہ پر موجود ہے اور کوئی جگہ بھی نہیں رکھتا۔ اُس کی کنہ حقیقت کی کوئی چابی نہیں۔

میں یہ آگ کا دریا کس طرح طے کروں؟ اُس کی ذات سے سمندر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

تو کیا پرندہ ہو سکتا ہے، تیری وہاں کیا قدر ہے؟ حیرت کی تلوار وہاں کیا کاٹ کر سکتی ہے؟

اِس محل پر سب طالب اور مطلوب عاجز ہو چکے ہیں۔ ہزاروں دام اِس راستہ میں چل رہے ہیں۔

میری زبان اِن بیانوں کو کیسے بتا سکتی ہے، یہ ہڈیوں کی قید میں گرفتار ہے۔

جس شخص نے اس کی ثنا کو کلام میں زیبائش دی۔ اُس نے سمندر کو پیالہ میں ڈال دیا۔

میرا خیال تیز اور بجلی کیطرح چالاک ہے ۔
مگر اُس کی تعریف کے میدان میں سُست ہے ۔

اے فکر! اُس کی ذات میں مکھی کی طرح نہ اُڑ ۔
یہاں بیشمار عنقا بھی عاجز رہ چکے ہیں ۔

اگر تو جُستجو کرے کہ وہ بیچون کسطرح ہے ؛
اُس کی ذات تیرے فکر کی حد سے باہر ہے ۔

مگر تیرا پرواز اِس جگہ اگر ختم ہو جاتا ہے ۔
کہ اُس کی ذات کے سوا دوسرا کون موجود ہے ؛

باریتعالیٰ کی جناب میں مناجات ، جَلّ قدرہٗ

اے میرے معبود اِس عاجز کو بلندی عطا کر ۔
اپنے سے جدا ہوئے ہوئے کو وصل عطا کر ۔

میرا دل شیشے کیطرح صاف کر دے ۔
اپنی کبریائی کے دریا میں مقبول کر دے ۔

میرے خیال کو یہ عطا کر کہ ٹیڑھا نہ دَوڑے ۔
میری زبان سچ کے سوا ہرگز نہ بول سکے ۔

ناچیز ہونے کی دلیل مجھ سے باہر کر دے ۔
رحمت اور مغفرت سے مجھ پر نظر کر ۔

مقصود کا دروازہ مجھ پر کھول دے ۔
میری آنکھوں میں نور کے جلوے دکھا ۔

میرے باطن کو بھیدوں کا خزانہ بنا دے ۔
میرے ظاہر کو اس جُنون سے مثبت بنا دے ۔

اپنے عشق کی آگ میرے دل میں ڈال دے ۔
جو میری ہڈیوں اور گوشت اور خون کو جلا دے ۔

نفس جب آگ کا پرکالہ ہو جائے گا ۔
بجلی کی روشنی اس سے ایک چمک ہو جائے گی ۔

تیرے عشق کے درد سے بیمار ہو جاؤں۔ بیخودی کی شراب سے مست ہو جاؤں۔

اپنے آپ سے بیگانہ اور دیوانہ ہو جاؤں۔ تیرے سوا میں ہرگز کسی شہد اور زہر کو نہ دیکھوں۔

اے خالق یکتا اِس ہاشم کی خطائیں۔ آل پیغمبر علیہ السلام کی طفیل بخشدے۔

حضرت دونو جہان کے سردار صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت مبارک میں

اے میری طبیعت کے طوطی تو جوش میں آ۔ شیشے کی صحبت میں چُپ مت ہو۔

جسطرح بھی تو اپنے اندر بولنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اے وفا کیش! موسیقار پرندے کیطرح کہدے۔

اِس دنیا کے مسافر خانۂ پُر آواز میں۔ اس وقت سے بہتر پھر کبھی فرصت نہ ہو سکے گی۔

فریاد اور نالہ سوز و گداز سے کر۔ جہان کو روشن کرنیوالے اُس بادشاہ کی درگاہ میں۔

اپنے دونو جہان کے دردوں کے احوال بیان کر۔ اُس شاہِ لولاک ۔ مرسلوں کے تاج کے سامنے۔

تجھے یہ گریہ زاری کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اُس کی نعت بولنا تو تجھ سے بہت دُور ہے۔

اگر میں روح کی زبان کو آب کوثر سے دھوؤں۔ تو پیغمبر صاحب کی نعت کے لایق نہیں ہو سکتی۔

جبریل بھی آپ کے جلوہ سے سرفراز ہوا۔ جب آپ کے کفش برداروں سے ہو گیا۔

جب سچائی کی تلوار سے آپ کا اقبال بلند ہوا۔ تو غفلت کا بچھونا دونو جہان سے بھاگ گیا۔

جب احمد کے نور کی مشعل جلوہ گر ہوئی۔ آپ کے شعلہ کی آواز آسمانوں سے اوپر چلی گئی۔

آپ کے وجود کے اقبال کی شان کیا بیان کروں۔ ہستی کی بنیاد آپ کے عکسِ وجود سے ہے۔

آپ کے آل اور اصحابوں کے متعلق کیا کہوں۔ چاند کے گرد ستاروں کی فوج رواں تھی۔

تم اپنے فکر میں کیوں اسقدر غمگین ہو۔ وہ سردار گناہگاروں کے شفاعت کرنیوالے ہیں۔

سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں مناجات ، بطور مخمس

دیکھ ! کہ اِس نور اور آگ کا بنانے والا کون ہے۔ جسم میں چاروں خلطوں کو کس نے جمع کیا۔

اس پردہ دار کے پردہ کو کس نے ظاہر کیا۔ پھولوں اور پتوں اور کانٹوں کو کس نے صورت بخشی۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

شروع سے اِس چگون کے دروازہ کو کس نے جنبش دی۔ نابود (عدم) کو کس نے یہ نمود اور بہتری عطا کی۔

اس وجود کی ایسی تدبیر کس نے ظاہر کی۔ نفع و نقصان کے اندر اِس ہستی کو کس نے قایم کیا۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

ذاتِ بے نشان کو عشق نے جنبش دی۔ وہ عشق صورت بن کر اِس جہان میں آگیا۔

اسی کا نام رسول ہے ، اے بیخبر جان لے۔ اس کا یہ بھید عارفوں نے حکمت سے جان لیا۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

وہ بے صورت جو صورت بن کر ظاہر ہو گیا۔
اس جہان کے درخت کا وہ بیج ہے جو اُگ پڑا۔

یہ ڈالیاں اور پتے اور پھل سب اُسی سے ظاہر ہو گئے۔
وہ نورِ احمد ہی تھا جس نے پردہ اٹھا دیا۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

وہ حرفِ کُن جس نے کہا، پہچانو وہ کون تھا؟
وہ احد کی طرف سے احمد کو پیغام تھا۔

یعنی آپ ہی اپنے ساتھ کلام کرنے والا تھا۔
روح اور فرشتے سب نورِ محمد سے تھے۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

اس لولاک کے سارے کارخانہ کو دیکھو۔
بہشت اور عرش و کرسی اور آسمانوں کو دیکھو۔

ہر قماش اور حل اور دوسرے چاک کو دیکھو۔
اس مٹی میں اُگنے والا اور اس خاک کو بھی دیکھو۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

وہ دونوں جہان کی عزت اور ہماری شفاعت کرانے والا۔
ہم اُس آقا کو ہدایت دینے والا اور راستہ دکھانیوالا کہتے ہیں۔

اس لئے کہ انسانی صورت میں جلوہ گر ہوا۔
اے ہاشم۔ وگرنہ رسولِ خدا، خدا (آقا) ہی ہے۔

یہ سب ذاتِ محمدی کے نور کا ظہور ہے

حضرت محبوب سبحانی قطب دوجہانی کی صفت میں، قدس سرہٗ

حضرت محی الدین کی تعریف ایمان اور دین ہے۔
ہر ولی اور عابد کا یہی وظیفہ ہے۔

جو لامکان کے جنگل کی راہ تلاش کرنیوالے ہیں۔
وہ سب اُس کے سایۂ اقبال کے نیچے ہیں۔

جو شخص اُس کے سایہ کے نیچے ہے۔
وہ نہ جام جمشید چاہتا ہے، اور نہ مُہر سلیمان۔

جس زمین پر وہ ایک گھڑی بیٹھ گیا۔
وہ دونوں جہان میں کعبہ کی مثل ہو گئی۔

حضرت عیسٰےؑ کو مردہ زندہ کرنے پر ناز ہے۔
یہ کیا ہے؟ یہ تو اُس کے غلاموں سے بھی دُور نہیں۔

اگر حضرت یوسفؑ میرے پیر کا چہرہ دیکھ لے۔
تو زلیخا کی طرح اُس کے راستہ میں بیٹھ رہے۔

اس جہان کو سورج اور چاند نے آباد کیا ہے۔
لیکن دلوں کی آبادی بغداد کے نور سے ہے۔

اس بدبخت زمانہ کو اسی کی پناہ ہے۔
اس کے قدموں کی طفیل سورج اور چاند کو عزت ہے۔

اس کی ہمت کی کمند بڑی طاقتور ہے۔
آسمان کے شیر کو کیڑے کی طرح قید کر لیتی ہے۔

اس کی توحید کے سمندر میں ابدال اور اوتاد۔
مینڈک اور مچھلیوں کی طرح مست اور خوش ہیں۔

میں غفلت اور گمراہی میں پڑا ہوا سگ ہوں۔
مگر خدا کا شکر ہے کہ اس کے سایہ میں ہوں۔

کتوں کو زیانکاری کے سوا کیا کام ہے؟
مگر جو اُن کا مالک ہے وہی پردہ پوش ہے۔

تم میرے ایسے پر نہیں کہ میں گناہ کے بوجھ سے ۔
بے حرمت اور حیران و پریشان ہو جاؤں۔

مجھے تیرے اقبال پر بڑا ناز ہے ۔
کہ تمہارا کام پرورش کرنا ہے اور تیرا نام غفور ہے۔

نیکوکار عبادت پر ناز کرتے ہیں ۔
لیکن سوائے تیری مہربانی کے اس گنہگار کو کوئی آسرا نہیں

اگر مجھ سے گناہ اور تجھ سے سخاوت صادر نہ ہو۔
تو آقا اور غلام میں کیا فرق ہو سکتا ہے ۔

یہ جو میں گناہوں کی آگ رکھتا ہوں۔
تیری رحمت کی بارش کا امیدوار ہوں ۔

میں طوفان میں ہوں اور لوگ میری بدخواہی کرتے ہیں۔
تیری مہربانی میری کشتی کی نگہبان ہے

میں بہت سیاہ رُو ہوں میرا منہ دھو دے۔
نوازش کے پانی سے مجھے عزت دے ۔

تو ہی جہان کے گناہ بخشنے والا ہے ۔
کون ہے جو کسی ایک کا بھی گناہ بخش دے؟

اگر کوئی بخشے تو صرف ایک بار بخشتا ہے۔
تیری طرح ہر وقت غفار نہیں ہو سکتا۔

میرے پاس اگر گنہگاری کے سوا کوئی دولت نہیں۔
تو تیرے پاس بھی سوائے مغفرت کے کوئی کام نہیں۔

دوسرے کئی اولیا بڑے شوق سے ۔
تیری غلامی کے لئے اس جگہ آتے ہیں۔

تو ہی ہے جو جہان کی خوش قسمتی کیلئے آگیا ہے ۔
گنہگاروں کی پردہ پوشی کے لئے آیا ہے ۔

تو شفاعت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا اور دانا و بینا ہے،
مردہ دلوں کے واسطے تیرا نام مسیحا ہے ۔

مسیحا تو جسمانی مُردوں کے لئے تھے۔ تیری طرح مُردہ روحوں کے لئے نہیں تھے۔

دونو جہان کا شفاعت کرنے والا، جہان کا قطب۔ دونو جہان میں ظاہر، حضرت غوث الاعظم ہے۔

مصطفائی چراغ اور ید اللہ کا نور۔ عاجزوں کی جائے پناہ، خدا کا محبوب۔

حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی کی درگاہ میں مناجات

میں عاجز اور سرگردان اور حیران و پریشان ہوں۔ افسوس کہ مجھ سے غفلت میں دنیا و دین کی دولت چلی گئی۔

پھر یہ زندگی مجھے کب ہاتھ آسکے گی۔ میری طرح روئے زمین پر کوئی سیاہ نامہ نہیں ہے۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو۔

جہان میں میرا نام بدکار اور بُرا مشہور ہو چکا ہے میرا دل انگور کے گچھے کی طرح آبلوں سے پُر ہو چکا ہے۔

غم کے زخموں سے میرا جگر زنبوروں کے چھتے کی طرح ہو گیا ہے غموں نے ہجوم کیا ہے اور ہر طرف سے رنجور کر دیا ہے۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

گناہوں کی آگ میرے اندر دن اور رات میرے جسم کو جلا رہی ہے ہر وقت اپنے افعال سے اندر کا دھواں باہر نکالتا ہوں۔

... کو ناخن سے چھیلتا ہوں اور افسوس سے سر کے بال نوچتا ہوں ہر طرف سے دھتکارا ہوا اور برگشتہ طالع میں ہی ہوں۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

بچپن سے لیکر ابتک میں نے سوائے گناہ کے کوئی کام نہیں کیا۔ میں اپنے کئے سے شرمسار اور خراب حال ہوں۔

افسوس، افسوس، کہ میں سیاہ رُو خدا کو نہیں پہچانتا۔ شیطان کے ہاتھوں سے ذلیل ہوں، کہاں سے پناہ ڈھونڈوں

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

میں عاقبت کیلئے کوئی سرمایہ نہیں رکھتا، جہاں میں بے ہنر ہوں۔ جھوٹا ہوں، شہوت پرست ہوں، سر سے پاؤں تک مجرم ہوں۔

دریاؤں اور جنگلوں کی ریت سے بھی میرے گناہ بشمار ہیں۔ میں گمراہ ہوں، لیکن تر اکتا ہوں تیرے دروازہ پر پڑا ہوں

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

میرا نفس میرا حاسد بن کر میرے لئے مصیبت بن گیا ہے۔ میں کیڑے کی طرح کمزور ہو کر ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پڑا ہوں۔

یہ میرے کیسے اُلٹے بخت ہیں اور میری عمر کیسی ذلیل ہے۔ میں کس سے پوچھوں کہ کیسے چلوں اور کیا کروں مجھ سے راستہ گم ہو گیا ہے۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

اس عمر تک سوائے شرمندگی کے میرا کوئی دم نہیں نکلا۔ دائمی عمر کیلئے میں نے ہرگز کوئی توشہ نہیں بنایا۔

اے غوث اعظم قطب عالم، گمراہوں کے راہنما۔ بیکسوں کے ہاتھ پکڑنے والے، دونو جہان کے مشکلکشا

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

میں حرص و ہوا کیلئے ٹوپی پوش اور گودڑی پوش بنا ہوں۔ میری بنیاد چھوٹی ہے لیکن حرص و ہوا لمبی رکھتا ہوں

یہ آسمان آوارہ گرد اور مکار میرے پیچھے پڑا ہے۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ عاجزوں کو نوازش کرنیوالے میرے حال پر نظر کرد

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

اگرچہ میں اپنے ان افعال کو جہان میں پوشیدہ رکھتا ہوں لیکن یہ فصل خزاں میں کب تک پوشیدہ رہ سکیں گے۔

میں اُس وقت منکر نکیر کو کیا جواب دوں گا۔ آخر یہ فریب کاری اور ریا سب ظاہر ہو جاوے گا۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

جب اس کے امر سے قیامت کا دن آئے گا۔ سب روحوں کے مغز میں زلزلہ پڑ جاوے گا اور قبریں کانپنے لگیں گی۔

زمین اور آسمان کو سوج اپنے جوش سے تنور کیطرح بنادے گا۔ اُسوقت ذات غفور بھی جبار بن جاوے گی۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

زندگی اور خود پرستی کب تک دنیا میں رہے گی۔ میں حالت نزع اور قبر کی سختی سے بہت ڈرتا ہوں۔

میں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو اسوقت مجھے کام آوے خدا کے واسطے اُس فنا کے سیلاب میں میری دستگیری کیجیو۔

میں گنہگار ہوں۔ اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

اے ہاشم! اسقدر ناامید و پریشان ہرگز نہ ہو۔ میرا ہاتھ پکڑنے والا احد کا محبوب محی الدین ہے۔

وہ دونوں جہان کی رحمت اور گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالا ہر وقت دن اور رات ہمیشہ یہی فریاد کرتا رہو۔

میں گنہگار ہوں، اے محی الدین خدا کے لئے میری فریاد کو پہنچو

قطب عالم حضرت نوشہ گنج بخش کی مدح میں، قدس سرہٗ

حضرت گنج بخش کا کیا اچھا میخانہ اور اچھی شراب ہے۔ خودی اور گمراہی کو دور کرنے والی ہے۔

جس شخص نے نوشہ کے پیالہ سے ایک گھونٹ پی لیا۔ وہ نوشہ کے انعام سے منصور کی طرح ہو گیا۔

اس لئے آپ کو گنج بخش کہتے ہیں۔ کہ آپ کے کتوں سے بھی جو کچھ طلب کریں پا لیتے ہیں

آپ کی نگاہ نے مفلسوں کو زر بخش دیا۔ ہزاروں لوتھڑوں کو پر بخش دیئے۔

اس جہان کو ایسا بدعت سے نکال دیا۔ کہ فقر کی عروس کو زیور پہنا دیئے۔

شریعت کی ترویج و تائید اس طرح کی۔ کہ دین محمدی کا درخت آپ سے جوان ہو گیا۔

اسقدر بلند پروازی کی اور ہوا میں پہنچ گیا۔ کہ ہزاروں عارفوں کا پیشوا بن گیا۔

ناسوت اور لاہوت کے میدان سے گذر گیا۔ آپ کے پرواز کے سامنے ملکوت بھی عاجز رہ گیا

آپ کے عشق کی آگ اسقدر زور میں ہے۔ کہ مجنوں کا دل قبر میں اس سے ڈر رہا ہے

آپ کی رحمت کی بارش عوام پر اسقدر برسی۔ کہ ہر ایک پیالہ بھی دریا پر طعن کرنے لگا

نوشاہ قلندر کی نظر اکسیر نے۔ میرے دل کو سکندر کا آئینہ بنا دیا۔

حضرت نوشہ گنج بخش کی درگاہ میں مناجات، قدس سرہ

اے شہنشاہ! محی الدین عالیجناب کی فوج کے سردار،
اے بے ریا عاشقوں کے گروہ میں سورج۔

جہان کے بادشاہ آپکے آگے سرنگوں اور رکاب پر سر رکھے ہوئے ہیں۔
میں گداگر عاجز مفلس ہوں۔

میری عرض خدا کے لئے قبول کرو یا پیر نوشہ گنج بخش

خدا کی درگاہ میں آپ سب کاموں میں مختار کار ہیں۔
ہم جیسے عاجزوں کے حال کے آپ بیشک نگہبان ہیں۔

ہماری اس کھیتی کے سر پر بارش برسانیوالے آپ ہیں۔
مہربانی کرکے ہمارے راستوں سے کانٹے دور کرنیوالے آپ ہیں۔

مصطفےٰ کے نام پر یا پیر نوشہ گنج بخش

آپ کے سایہ نے مسکین ہما کو ایسی خاصیت بخشدی
کہ اس کا سایہ گداگروں غریبوں کو بادشاہی بخشدیتا ہے

آپ بیشک قبلہ نما کی طرح حق سے واقف کر دیتے ہیں۔
آپ پارسا اور پارس ہیں میرے تانبے کو سونا بنا دو

مرتضےٰ کا صدقہ یا پیر نوشہ گنج بخش

آپ کا سینہ خدا کے بھید کا ہمراز اور ہم خانہ ہے
آپ کا گھر خدا کے مخموروں کے لئے میخانہ ہے۔

آپ کے ہاتھ میں پیمانہ ہے جسکو چاہیں دے دیں
جس شخص نے ایک گھونٹ آپ سے پی لیا وہ خدا کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

ہم کو بھی ایک گھونٹ دے دو یا پیر نوشہ گنج بخش

آپ حاکم ہیں عالم ملکوت آپ کے حکم میں ہے۔ آپ مالک ہیں جبروت کا ملک آپ کے زیر قلم ہے۔

ناسوت کا میدان سیب کی طرح آپ کے سامنے ہے آپ کی جگہ لامکان میں ہے جس کا نام لاہوت ہے۔

آپ کی کیا صفت میں بیان کر سکتا ہوں یا پیر نوشہ گنج بخش

آپ کا نام شہد ہے میں مکھی کیطرح اُس پر شیدا ہوں جب تک میرا دم باقی ہے میں ہرگز کسی کے جام پر مبتلا نہوں گا۔

میری یہی مراد ہے کہ میں اسی عشق میں مر جاؤں۔ نزع کے وقت میری حالت دیکھ کر مجھ کو پہنچو۔

اے خوشی دکھانے والے بادشاہ یا پیر نوشہ گنج بخش

آسمان پر آپ کی جگہ حضرت عیسٰے کی مجلس میں ہے۔ لیکن زمین کے فرش پر آپ چاند کیطرح روشن نظر آتے ہیں

ہر طالب صادق کے جگر میں آپ کا جلوہ روشن ہے۔ اگر آپ میرے حال سے خبر رکھتے ہیں تو یہ آپ سے دور نہیں

میرا مقصد مجھ کو دے دو یا پیر نوشہ گنج بخش

اگر آپ کی نعلین کا غبار میرے سر پر سائبان کیطرح ہو جائے تو دو نو جہان میں میرا سر آسمان کی بلندی پر پہنچ جائے

جب تک میں بے غم نہ ہوں بہشتی لوگ کب ہو سکتے ہیں۔ ہر زمانہ میں میرا نام ہمیشہ کی زندگی پا جائے گا۔

میرے دل سے غم دور کر دو یا پیر نوشہ گنج بخش

آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں، ہر ایک امر پر قادر ہیں۔ جو کچھ چاہیں دے سکتے ہیں آپ کی سخاوت عجیب ہے

ہمارا پردہ ڈھانپنے کیلئے آپ دونو جہان میں ہمارے لئے چادر ہیں۔ ہم بیکسوں کی پرورش کے لئے ماں کی مثل ہیں۔

اس عاجز پر رحم کرو۔ یا پیر نوشہ گنج بخش

میں ناچیز ہوں میرا جام آپ کی شراب سے خالی نہ رہے۔ میری مراد کا پرندہ آسمان سے پکڑ کر میرے دام میں ڈال دو۔

میری بخشش کرو، ایمان عطا کرو، میرا خاتمہ اچھا کرو۔ بیشک آپ کی مہربانی سے میرا نام مبارک ہو جائے گا۔

ہاشم درویش آپ کا سائل ہے یا پیر نوشہ گنج بخش

اپنے قبلہ گاہ حضرت حاجی محمد شریف نوشاہی کی صفت میں، طاب ثراہ

اس غفلت والے مستی کے گھر میں۔ اس خونی اور نابود کاسہ (آسمان) کے نیچے۔

سب لوگ بوجھ اٹھانے والے اور راستہ میں چلنے والے ہیں۔ ان کے آہ کے دھوئیں سے آسمان سیاہ ہے۔

ہر دم بھی یہاں ہے بغیر ڈھال کے ہے۔ زمانے کی آفتوں سے خطرے میں ہے۔

مگر وہ جگہ جو ان غموں سے برطرف ہے۔ حضرت حاجی شریف کے سایہ کے نیچے ہے۔

دونو جہان میں عزت مل گئی۔ کہ حاجی الحرمین کا سایہ مل گیا۔

اس کی دلیل عاشقوں کی رہنما ہے۔ اس کا وجود ساتوں آسمانوں کا قبلہ ہے۔

اس کی پیشانی خدا کے انوار کا مطلع ہے۔ اس کی ٹوپی معشوق حقیقی کے اسرار کی مظہر ہے۔

سرداز لوگوں کو اس کی چوکھٹ سے سر پر تاج ہے۔ اُس کا مبارک نام ہر دروازہ کی چابی ہے۔

اس کی درگاہِ عالی میں ہزاروں سائل ہیں۔ ولی اور عابد او زاہد تعریف کرنے والے۔

جس نے اس کے دروازہ سے روٹی طلب کی۔ روٹی کے سائل کو حکومت ہی دے دی۔

خدا کا شکر ہے کہ میرا ایسا پیشوا ہے۔ اس شاہنشاہ کا خیال میرے دماغ میں ہے

حضرت حاجی محمد شریف نوشاہی کی درگاہ میں مناجات، رحمۃ اللہ علیہ

اے ہنرمند عشق کی دکان میں آ۔ عشق کے زمان کا حرف مجھ سے سُن۔

جلدی سے عشق کا دامن پکڑلے۔ اس بات کو عشق کے دیوان میں دیکھ۔

لکھنے والے نے پہلی ردیف میں لکھ دیا ہے۔ کہ حاجی محمد شریف کا نام پڑھ۔

اگر تو اس نام کو یاد کرلے تو جوہر ہے۔ بہت برتر موتی ہے۔

ورنہ تو بیوہ عورت کی طرح بے شوہر ہے۔ موتیوں کی کان سے خالی رہ جائے گا۔

اے دوست بے بہا موتی کو حاصل کرلے۔ حاجی محمد شریف کا نام پڑھ۔

بے اعتقاد کے پاس نہ بیٹھ اس کو کفر جان۔ اگرچہ اس کو سب علم یاد ہوں۔

وہ لعین اور مردود اور شیطانی فطرت ہے اس کو پیچھے اور بامراد کے ساتھ نہ ملا۔

جو تجھ کو لطیف زبان سے کہتا ہے کہ
حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

یہ نام حق پرست کو بتا ۔
خود پرست کو نہ بتا کہ وہ خود گدھا ہے ۔

جو شخص نیک اختر ہے وہ یقین سے جان لیتا ہے ۔
کہ دو نو جہان میں یہ نام رہبر ہے ۔

کسی لعنتی اور کثیف کو یہ نہ کہہ کہ
حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

یقینی طور پر یہ نام پارس اور کیمیا ہے ۔
خدا کو اسی میں جان ، یہ تیرے لئے جائز ہے ۔

خدا ہی خدا جان ہرگز جدا نہیں ہے ۔
اس سے بے یقین ہونا بڑا گناہ ہے ۔

تجھے کئی مرتبہ کہا ہے اور حریف بھی کہے گا کہ
حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

بیمار کے لئے یہ نام اکسیر ہے ۔
گنہگار کے لئے یہ راہ مغفرت ہے ۔

دولتمندوں کے لئے یہ لوہے کا قلعہ ہے ۔
جنگ میں یہ یقینی ذوالفقار ہے ۔

پہاڑ کی طرح تو قوی جسم والا ہو جائے گا ۔
حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

آسمان ایک اژدہا ہے جو زہر سے پر ہے ۔
اگر یہ آسمان تیرے ساتھ ظلم کرنے والا ہے ۔

بہت مشکل اور درد در پیش ہے ۔
اس زخم پر یہ مجرب علاج ہے ۔

یہ کر ، تا کہ تیری سب آفتیں دور ہو جاویں ۔
حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

عرفان سے ایک بے مثال نکتہ سُن ۔ اگر تو مبارک فال مرد ہے ۔

اس میں خدا کی رحمت پائے گا ۔ جو آفتوں سے ہرگز زوال نہ پائے گی ۔

حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

تیرے ربیع و خریف کے فصل کا یہ سامان ہے ۔ تو اگر مفلس ہے تو کیمیا گر ہو جاوے گا ۔

اے دل اگر تو اس دروازہ پر سچا یقین رکھے گا ۔ ہر دروازہ میں ہر کام میں بہتر ہو جائے گا ۔

بزرگ بڑائی والا مقرر ہو جائے گا ۔

بڑا دولتمند ہو جائے گا کمزور نہ رہے گا ۔ حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ۔

اے ہاشم ، فقر کا فن جاننے والا بن جا ۔ پرہیزگاروں کا راستہ پہچاننے والا بن جا ۔

دن اور رات یہ نام پڑھنے والا بن جا ۔ اس کو فاتحہ اور قُل پہنچانے والا بن جا ۔

اس راستہ میں سچا اور شریف ہو ۔ حاجی محمد شریف کا نام پڑھ ،

اپنے فکر سے خطاب

اے فکر غواص اور طاقتور بن کے آ ۔ اور اس گہرے دریا میں گُم ہو جا ۔

کبھی چرخ کیطرح آسمان پر چلا جا ۔ کبھی مُردوں کی طرح زمین کے نیچے ہو جا ۔

اُس پہلے زمانہ والی آگ کی تلاش کر ۔ اس سے زبان کی شمع کو روشن کر ۔

کلام کے ایسے شعلے پھیلائے کہ۔ مجلسوں کے سینوں کو روشن کردے۔

اے قلم کے بادل، بہت بھرنے والے۔ اِس کاغذ کے دریا میں موتی برسا۔

اُن لوگوں پر جو ہر دم خوف والے ہیں۔ وہ دل جو صاحبدل اور موتیوں کی پہچان والے ہیں۔

جو موتیوں کے نرخ اور قدر کو پہچانتے ہیں۔ اور اگر کوئی عیب دیکھتے ہیں تو ڈھانپ دیتے ہیں۔

سنہ ۱۲۰۹ ایک ہزار دو سو نو ہجری تھا۔ جب ہاشم نے اِس روِش کو ظاہر کیا۔

اِس پاکیزہ کتاب کے تالیف کرنے کی وجہ

سب تعریف اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام پیغمبروں کے سردار اور انبیا کے خاتم پر اور ان کی تمام آل اور اصحاب پر ہو۔

تمام اہل اسلام وعرفان کی تعریف کے بعد یہ فقیر زمانے کا حقیر محمد ہاشم جو حضرت حاجی الحرمین حاجی محمد شریف کا بیٹا ہے کہتا ہے کہ میں نے معتبر کتابوں میں لکھا دیکھا ہے، اور بزرگانِ عالیشان کی زبانِ گوہر افشان سے سنا ہے کہ وہ بھیدوں کے چشمہ اور ذکروں کے گلزار حضرت پیر محمد یحییٰ کئی سال تک اپنے مرشد صاحب کمال حضرت نوشہ گنج بخش کی خدمت میں علم شریعت وطریقت کے حاصل کرنے، اور نقش تصور کے قائم کرنے میں اُن کی زبان مبارک سے تلقین پاتے رہے، یہاں تک کہ اگر تحریر کرتے رہتے تو ایک کتب خانہ بن جاتا۔ پس میں نے اُن میں سے جواہرات

چن کر صندوقچہ میں رکھدئے، اور اُس سب کلام میں سے مغز نکال کر چھوٹے کاغذوں میں بڑا مطلب بھر گیا،

اور اس کو بطور سوال شاگرد، اور جواب اُستاد، چہار بہاروں میں اچھے طریقہ پر قلمبند کر کے اس کا نام

چہار بہار رکھا،

پہلی بہار شریعت کے بیان میں یعنی امر و نہی کے بجا لانے میں۔

دوسری بہار۔ طریقت کے بیان میں یعنی راہِ راست کے پہچاننے میں۔

تیسری بہار۔ حقیقت کے بیان میں یعنی ہمہ از دست کے متعلق۔

چوتھی بہار۔ معرفت کے بیان میں یعنی ہمہ اوست کے متعلق۔

رباعی کا ترجمہ

پہلی بات ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔ دوسری میں عرفان کا شروع ہے۔

تیسری میں صاحب اسرار ہو جاتا ہے۔ چوتھی میں معشوق کا وصال پاتا ہے۔

بہار اول

شریعت کے بیان میں

سوال حضرت پیر محمد بہار - اے دو نو جہان کے ہدایت دینے والے، اے کون و مکان کے پیشوا، زندگی

رباعی

جیسے کا نا آدمی اندھوں میں سردار ہوتا ہے۔ ایسے ہی اہل ہوس گمراہوں کا سردار ہوتا ہے

وہ کسطرح سیدھے راستہ پر آسکتا ہے۔ جبکہ اُس نے اپنی باگ بخر کے ہاتھ میں دے دی ہے،

دنیا دار کے جسم میں جب تک جان ہے یہ قطعاً پشیمان نہیں ہوتا، حرص کی حرارت کے گرداب میں تمام تر غرق ہو چکا ہے

اور اس کے قوی بالکل بحیس اور عاجز ہو چکے ہیں۔

اے پر محمد! دنیا کے لوگ ہوس کے کوئیں میں پڑے ہیں پھر بھی آہ نہیں کرتے، یہ ان کی بیوقوفی اور

بے خبری کا سبب ہے۔

رباعی

ان کو اپنی عمر کے چلے جانے کی کوئی خبر نہیں۔ آج اور کل کو ایک جیسا ہی سمجھ رکھا ہے۔

رات اور دن آسمان کے نیچے گذار رہے ہیں۔ بیہودہ مٹی چھان رہے ہیں۔

شعر

ان کے نزدیک حلال اور حرام برابر ہے۔ نیز دین اور دنیا اور یاقوت اور پتھر یکساں ہیں۔

بلکہ دین کو دنیا کے برابر نہیں جانتے، دنیا کے لئے دین دے دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ امراض جسمانی سے موت کے

قریب ہو جاتے ہیں، پھر بھی پشیمان نہیں ہوتے، اور زندگی سے مایوس نہیں ہوتے، اس کا سبب یہ ہے۔

کی نگہبانی کرتے ہیں۔

رباعی

موت سے غافل ہو جانا تمام عیبوں کی اصل ہے۔ انہیں عیبوں میں میں غائب ہو چکا ہوں۔

اسی غفلت میں ابتدا، انتہا تک پہنچ چکا ہے اور میرا دل اس فعل سے ہرگز تائب نہیں ہوا۔

ہوس دنیا کے کتے کے دانت جان کے دماغ تک پہنچ کر قرار پا چکے ہیں، اور اس کا زہر دماغ کی جالی میں اس طرح پختہ ہو چکا ہے کہ اس کے جوش سے صحیح نصیحت دینے والوں کی نصیحت کانوں میں قرار نہیں پکڑتی، کیونکہ اس میں کچھ گنجایش ہی باقی نہیں کہ ناصح کی نصیحت جگہ پکڑے، اور رگوں کی تاروں سے یہ جان ٹخنوں سے لیکر گردن تک مثل باجہ کے ہو چکی ہے، اور اپنا راستہ بند کر دیا ہے، اس کی گرمی کسی پانی سے ٹھنڈی نہیں ہوتی، اور اس میں ہدایت کا آنا بہت مشکل نظر آتا ہے، حیوانی اور نفسانی اور شہوانی قوتیں اس کی فرمانبردار ہیں، اس طلسماتی بیماری میں تمام ماساریقا اور شرائین، داوردہ (رگ وریشے) سعادت کے راستہ سے سست اور تشنج (اکڑی ہوئی) ہو چکی ہیں۔

اے میرے پیر! حکیم ازلی نے اخلاطی مریضوں کیلئے لقمان وافلاطون وجالینوس وغیرہ جیسے طبیب بنا کر بھیجے، انہوں نے ان امراض کے لئے دوایاں تیار کیں، اسیطرح ہوس دنیا کے مریضوں کے لئے اہل اللہ کو حکیم پیدا کیا، اور ان کے کلام کو اس درد کی دوائی بنایا، میں امید رکھتا ہوں کہ حضور کے ارشادات سے سعادت پر مواظبت کر سکوں گا

اور دل میں تازگی پیدا ہو گی، اور میرے قلب میں مردانگی و شجاعت اسقدر بڑھ جاوے گی کہ نفس کی جنگ میں اور

اُس کی بیوقوفی اور مصیبت پر غالب آ جاؤں گا، اور اس کی جڑھیں کاٹ سکوں گا۔

رباعی

ہوس کے نابود ہو جانے کا نام کیمیا ہے۔ ہوس کا دامن بھنور کا گھراؤ ہے۔

خدا کے فضل سے اس بلا سے باہر آ جاتا ہے۔ جبکہ نصیحت کی کھنڈ ہوس کے نمکدان میں پڑے۔

جواب

حضرت گنج بخش رح نے فرمایا۔

اے پر محمد! تم نے سچ بیان کیا، اس میں کوئی جھوٹھ اور چاپلوسی نہیں، اس دنیا کا زہر تمام مشہور

زہروں سے علیحدہ ہے، اور اس سانپ کی صورت تمام مشہور سانپوں سے الگ ہے، اس کا کاٹا ہوا اس کے بغیر

علاج نہیں چاہتا، اور اس کا بیمار سوائے اس کے خوش نہیں ہوتا، اور اس کا زخمی اسی سے اپنی مرہم تلاش کرتا ہے

رباعی

دنیا کا بندہ اسی عورت (دنیا) کے پاؤں چومتا ہے۔ اسی کی ہوس میں مر جانے کو سعادت جانتا ہے۔

ہر وقت اس کی جوتی اُس کے سر پر رہتی ہے۔ یہ اسی آگ کی بھٹی کو باغ اور خزانہ دیکھتا ہے۔

نیند کی طرح ہے، اور وجود حباب کی طرح ہے، میں چاہتا ہوں کہ ایسے دامن کو ہاتھ میں پکڑوں اور ایسے راستہ

میں قدم رکھوں، جس سے غفلت کی جڑھیں کاٹ سکوں، اور خدا کا وصول اچھے طریقہ پر حاصل کروں، اے میرے

پیر! میں دیکھتا ہوں کہ غریب و دولتمند، نادان و دانا، اِس بڑی حرص کے گڑھے میں پڑے ہیں، جسطرح

مکھی فالودہ میں پھنس جاتی ہے، اسی طرح یہ نفس کے کُتے اِس حرص میں آلودہ ہو کر، اپنے سانسوں کو بغیر قیاس

کے آخر تک پہنچاتے ہیں، اور کچھ فائدہ نہیں پاتے، پھر بھی اُسی کے پیچھے اُسی کی تلاش میں ہیں، اسی بھنور میں

عاجز اور بے آبرو ہیں، اور بہت سارے دُکھ اور تکلیف اور غصے میں ذلیل اور بیمار ہیں، مگر اِس نابکار اور

ناقابل (دنیا) کی محبت اور فرمانبرداری سے رُوگرداں نہیں ہوتے، اور اس سے پناہ نہیں مانگتے، اور

گذرے ہوئے خیال کا اعادہ نہیں کرتے، اور غالباً اپنی زندگی میں کئی مرتبہ بے انتہا زحمتیں دیکھتے ہیں، کہ

زندگی کی کوئی امید نہیں رہ جاتی، اس وقت بھی موت کے بھیڑیے سے نہیں ڈرتے، بلکہ دوائیوں اور طبیبوں

کے مشوروں سے مدد چاہتے ہیں کہ طاقت اور قوت پیدا ہو جاوے۔

رباعی

ہوس دنیا و جسد دین و رندب کیطرح طبیعت میں کیسے محکم ہو چکے ہیں ہم اسی میں دن رات سرمست اور عاشق ہیں مگر ہمارے دل میں یاد بادشاہی

اس نقصان کو سوداگری اور دوزخ کی منزلوں کو بلند درجے جانتے ہوئے بجائے خود اسکو بہت خوشی و مبارکبادی سمجھتی ہوں اور اس ظالم اور فریبکار پلیدی (دنیا)

رباعی

قصائی بھیڑ کو اپنے پاؤں کے نیچے لٹا دیتا ہے۔ بھیڑ اُس کے ہاتھ میں چُھری بھی دیکھ لیتی ہے۔

پھر بھی بال جتنا اُس سے خوف نہیں کرتی۔ وہ بیوقوف جانتی ہے کہ اون مونڈنے کیلئے لٹا رہا ہے

پھر قصاب بھیڑ کو پچھاڑ کر ذبح کرنے کے لئے، اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے زمین پر لٹا دیتا ہے، اور اس کے گلے پر چُھری رکھ دیتا ہے، مگر وہ مخالفت نہیں کرتی، اور اُس بے حیائی کو مصالحت اور مہربانی جانتی ہے، اور اُس کے برے ارادہ سے بیخبر رہتی ہے، کیونکہ کئی بار اس سے پہلے اسیطرح اون مونڈنے کے لئے پاؤں کے نیچے آچکی ہوتی ہے، اور چُھری بھی قینچی کے مشابہ اُس کے ہاتھ میں دیکھتی ہے، بھیڑ کو وہی تصور رہتا ہے کہ وہی حالت ہے، اور چھری کو قینچی جان کر غمناک نہیں ہوتی، یہاں تک کہ تیز چھری اس کے گلے پر چل جاتی ہے اور اس کی رگوں کو کاٹ کر پار چلی جاتی ہے، اُس وقت کیفیت و ماہیت معلوم ہوتی ہے، سوائے تڑپنے اور پھڑکنے کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور افسوس کرنا کسی کام نہیں آسکتا، اسی طرح آدمی موت آنے تک زندگی سے ناامید نہیں ہوتا۔ اور یہ خیال اس کے دل میں موجود رہتا ہے کہ اس طرح بیماریاں کئی مرتبہ آئیں اور گئیں یہ بھی علاج کرنے سے چلی جائے گی، اسی خیال میں جان چلی جاتی ہے، اور افسوس ساتھ لے جاتا ہے۔

اے پیر محمد ابلیس کے فریب سے بچ جاؤ، اور اس کمینی دنیا کی ہوس کو خدا تعالیٰ کی محبت کیساتھ

تبدیل کرو، اور اس ذات بے وہم و قیاس سے اُنس کی طلب کرو، اور اسی کو خاص لذت جانو، دنیا کی محبت کو
[illegible]نی اور شرمندگی سمجھو، اس کا ہونا اور اس کا دکھلاوا سوائے جراحت (زخمی ہونے) کے کچھ بھی نہیں۔

رباعی

جب تم راستہ پا جاؤ تو خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔
قرآن میں اس نے ہم کو فرمایا ہے میں قریب ہوں۔ اس کی شان میں وارد ہوا ہے قل ھو اللہ۔

شعر

یہ جہان خارستان بھی ہے اور باغ بھی ہے۔ اس سے خار نہ لے جاؤ، بلکہ یہاں سے خوشبو ہمراہ لیجا[illegible]

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے دردمندوں کی دوا، اور اے عاجزوں کی جائے پناہ، ہر خاص و عام کی زبانی سننے میں آتا ہے
کہ پہلے زمانہ کے درویش قناعت اختیار کرنے والے، اور گوشہ میں بیٹھنے والے، اذکار خفی مثل پاس انفاس و نفی اثبات
و سلطان الاذکار وغیرہ کے مشغول رہتے تھے، ان کے کچھ قوانین اور طریقے ظاہر فرماویں۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! یہ اذکار جو تم نے بیان کئے ہیں، یہ درویشوں نے از قسم شغل اس لئے اختیار کئے ہیں کہ ان کا وقت ضائع نہ جاوے، اور کسی بیہودہ شغل میں مصروف نہ رہیں، ورنہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا تعلق عقل سے ہے۔ جب تک ہوش کو دنیا کی طرف سے فراموش نہ کریں، اور وحدت کے سمندر میں غوطہ نہ دیں، خالق کی الوہیت اور اپنی عبودیت کی حقیقت نہ سمجھیں، دوسرے اذکار و اشغال سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

رباعی

اے ہوش والے سارا مدعا خیال کے قائم رکھنے میں ہے۔ ہر کام میں خیال ہی راستہ کے آگے چلنے والا ہے۔

فصد لیلےٰ نے کروایا اور خون مجنوں کا جاری ہو گیا۔ یہ وصل کن ذکروں سے تعلق رکھتا ہے۔

دل کی زنجیر خیال ہی ہے، جب تک اس کو قید میں نہ لاویں، مقصد حاصل کرنا محال ہے۔

شعر

دل ہوا نیفض کے ہاتھوں میں ہوا ہے۔ جب تک خیال کو قابو میں نہ لائیں سب نامراد ہے۔

اس دلیل پر میں ایک اچھی مثال بیان کرتا ہوں۔

ایک شخص نقال (بہروپیا) اپنے فن میں کمال اور بے مثال تھا، درویشوں کی نقل کرنے کے واسطے

اُس نے ایک فقیر روشن ضمیر کی شاگردی اختیار کی، اور اس کے نفس کشے کا ناپاک ارادہ ہوا کہ میں اس

نایاب نقل سے بہت سا مال کماؤں گا، اور طمع کیا کہ میں دنیاوی دولت سے فیضیاب ہوں گا، اسی

ہوس میں سانس کے حبس کرنے کی بہت محنت کرتا رہا، اور اس کا کچھ طریقہ سیکھ لیا، ابھی اس طریقہ

میں خام ہی تھا کہ ایک بادشاہ کے پاس چلا گیا، اور درویشوں کی نقل شروع کی۔

رباعی

وہ بہروپیا بیٹھ گیا اور دم اندر کو کھینچ لیا۔ اُس کا دم اُم الدماغ میں پہنچ گیا۔
اُس کے اُتارنے کی اُس کو کوئی خبر نہ تھی۔ اختیار اُس کے ہاتھ سے چلا گیا، اور چابی گم ہوگئی

کافی وقت گذر گیا کہ زندگانی کی علامت اور جسمانی حرکت کوئی اُس سے ظاہر نہ ہوئی، زمانے کے

عقلمندوں نے اُس کا راز معلوم کر لیا، اور جان لیا کہ جان تو اس کے سر میں ہے، اور ابھی

زندہ ہے، لیکن اب یہ زندہ مُردوں سے بدتر ہے۔ **شعر**

اس کے برے طریقہ پر سب نے افسوس ظاہر کیا۔ اور پختہ اینٹوں اور چونے سے ایک کمرہ تیار کیا۔

چھوٹا سا مقبرہ بنا کر بہروپیا کو اس میں بٹھا دیا، اور اُس کا دروازہ بند کر دیا، حتٰے کہ بحکم پروردگار

زمانہ کی تیز رفتار سے اُس پر سات سو سال گذر گئے، وہ شہر اور مکان بے نشان اور ویران ہو گیا،

آندھیوں اور بارشوں سے اُن جگہوں کے تمام نشیب و فراز ہموار و برابر ہو گئے، امرِ الٰہی سے ایک درویش روشن ضمیر نے اس جگہ پر آبادی کرنی چاہی اور اپنے مکان کی بنیاد اُس جگہ رکھنے کے لئے جب زمین کو کھودا تو وہ مقبرہ کھُل گیا، بہروپیا اُسی طرح اُس میں بیٹھا تھا، فقیر صاف باطن نے جب دیکھا تو معلوم کیا کہ یہ کوئی عابد حبس الدم میں مستغرق ہے، اس کو ہوش میں لا کر اس کی ماہیت سمجھنی چاہیئے، فقیر صاحب نے درویشانہ تدارک سے اُس کو ہوش دلائی، بہروپیا نے جب آنکھ کھولی، تو فقیر صاحب کو کہنے لگا، بادشاہ سلامت! میرا انعام دیجئے۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔ اے پیر محمد! چونکہ اُس نقال کا خیال انعام پانے کا تھا، سات سو سال کی دَم کشی (حبس الدم) اس کے کسی کام نہ آئی، اس کمینی دنیا کے انعام کی امید اسکے دماغ میں باقی رہی۔

رباعی

اے سینکشم والے، دل کی دلیل (خیال) اصل مدعا ہے، کفر و اسلام اسی دلیل میں ہی دکھا ہے۔

اے ہاشم! دلیل ہی راہ دکھانے والی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے کام انجام ہوتے ہیں۔

اے پیر محمد! بندے کا خیال ہوس میں پراگندہ ہے، اس کے جمع کرنے کے لئے بزرگوں نے اذکار و اشغال مذکورہ اختیار کئے ہیں، کہ کسی وجہ سے ایک جگہ استقامت پکڑے، اسی کے مطابق

ایک بزرگ کا حال سنو۔

ایک درویش سالک ! اپنے زمانہ میں مرد یگانہ تھا، کچھ مدت جنگل میں نامرادی کا توشہ لئے آزادانہ پھرتا رہا، لیکن کارخانۂ دنیا سے بیگانہ نہ ہوا، اور وہ یگانۂ وقت دنیا سے دیوانہ نہ ہو سکا۔

قطعہ

وہ طالب خدا کچھ مدت جنگل میں بیٹھا رہا۔ کھانے پینے اور سونے و بولنے سے بیزار ہو گیا۔

دنیا کے سامان اور خواہشوں سے اسقدر تارک ہو گیا۔ کہ تسبیح اور مصلّے سے بھی کنارہ کر گیا۔

وحوش وطیور بھی اُس جگہ نہ آتے تھے، سوائے اپنی آہ کی آواز کے کوئی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔

اپنے آپ سے آپ میں گم ہو گیا، لیکن دنیا اُس سے فراموش نہ ہو سکی۔

ایکدن اس کے دل میں خیال آیا کہ میں نے اس بے سروسامانی اور جانگدازی سے کیا بنایا، اور کیا حاصل کیا ہے اب چاہیے کہ آبادی میں جاؤں، اور دنیا کی عیش دیکھوں، اُس طالب کو ہوائے نفس غالب آگئی، اور صبر کی جڑ کٹ گئی، اور سیج کا جامہ پھٹ گیا، وہ آبادی کی طرف چل پڑا، اُس کا گذر ایک شہر میں ہوا، اُس کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا، جیسے بلبل باغ کا سیر کرتی ہے، ہر ایک طرف نظارہ میں مصروف تھا کہ اس کی نظر ایک کولہو پر پڑی، بیل کو دیکھا کہ آنکھیں بند کئے ہوئے، گردن میں

طوق ڈالے ہوئے باداخستہ کوہلو کے گرد پھر رہا ہے۔ رباعی

زباں اور آنکھیں دنیا سے بند کی ہوئیں۔ اپنوں اور بیگانوں سے تعلق توڑا ہوا۔

تیز رفتاری میں دن اور رات کی بھی کچھ ہوش نہ تھی۔ پھر بھی حرص کے دام سے خلاصی نہ پائی۔

وہ عاجز درویش و فاکیش اُس کے حال کو دیکھ کر نہایت متحیر ہوا کہ اس مسکین و غریب بیل نے کیسا عجیب پیشہ اختیار کیا ہے۔ لذتیں اور خواہشیں اپنے پر حرام کر دی ہیں، یہ تیز رفتاری سے کہاں جا رہا ہے، اور کہاں پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور اس کجروی سے منزلِ مقصود پر کس طرح پہنچ سکے گا، اگر سو سال بھی اسی دوڑ دھوپ میں زندگانی گذار دیوے گا، اسی جگہ ہی رہے گا، پس اس سرگشتگی سے کیا فایدہ؟ وہ درویش ابھی اسی خیال میں تھا کہ سروش غیبی کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی کہ اے بیوقوف! اپنا پیشہ دیکھ! اور غلط خیال نہ کر، یہ بیل تیری طرح ہے، دنیا کوہلو ہے اور حب دنیا تیلی ہے، غفلت کا پردہ عقل اور کانوں اور ظاہری و باطنی آنکھوں بلکہ حواسِ خمسہ پر ڈال کر اور دعوی کی زنجیر گردن میں ڈال کر کوہلو کے گرد پھرا رہا ہے، جب تک دنیا کی محبت سے نہ بھاگو گے، اور اپنے حواس سے غفلت کا پردہ دُور نہ کرو گے، راہ راست ہرگز نہ دیکھو گے۔ شعر

مقصود کا موتی حاصل کرنے کے لئے راستہ میں ہزاروں دام اور درندے ہیں۔ پس اے دل اگر اس رستہ میں کم ہمت

باندھ بھی لوں تو بھی کسطرح پا سکتا ہوں۔

پس حضرت نوشہ صاحب جیو نے فرمایا۔

اے عزیز! حاصل کلام یہ ہے کہ اگر تم منزلِ مقصود پر پہنچنے کا ذوق رکھتے ہو تو اپنے آپ کو دنیا کے کمند سے خلاص کرو، اور اپنے آپ سے پردہ غفلت دور کرو، اُسی وقت راہِ راست دیکھ لو گے اور منزل پر پہنچ جاؤ گے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے بے ہنروں کے عقدے کھولنے ولے، اور اے اندھوں کو راستہ دکھانے والے، وہ احکم الحاکمین جو خود لامکان ہے، اور اس کا حکم ہر مکان پر جاری ہے، اور وہ صانع جس کی صنعت سے جسم و جان پیدا ہوئے ہیں، اور جس کے نور کا پرتو دونوں جہان ہیں، آیاتِ قرآن مجید میں اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو افضل ترین اور بلند مرتبہ ظاہر فرمایا ہے، یہ کیا وجہ ہے؟ حالانکہ وہ رب العالمین ہے اور تمام مخلوقات و کائنات و موجودات و ذرات اُس کے نزدیک سب یکساں و برابر ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! تم نے سوال خوب کیا ہے، جان لو کہ نفس انسانی میں بہت ساری صفتیں اور بے شمار جوہر ہیں، بالخصوص معرفت خداوندی کا ملکہ جسقدر انسان میں ہے، کسی مخلوق میں نہیں، اسی لئے انسان کا مرتبہ سب سے بلند تر ہے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے میرے پیر! یہ بات سچ ہے کہ معرفت الٰہی کا ملکہ انسان میں ہے، لیکن بے وفائی اور گمراہی و دغابازی و گنہگاری بھی جسقدر انسان میں ہے کسی مخلوق میں نہیں، چنانچہ خدائی کا دعویٰ انسان کے سوا کسی نے نہیں کیا۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! تم نے سچ کہا ہے، لیکن اس بات میں بڑا فرق ہے، یہاں بہت گہری پہچان اور بینائی کی ضرورت ہے کہ آدمی کون ہے؟ اور کسطرح بنتا ہے؟ ان سب لوگوں کو آدمی نہ جانو کہ یہ

درندوں اور پرندوں سے بھی کمینے اور پلید ہیں، آدمی محض صورت سے ہی آدمی نہیں ہوتا، گوشت اور ہڈیوں کے مجموعہ کو آدمی نہ جانو، وہ آدمی دوسرے ہیں جن کی شان میں پروردگارِ عالم نے آیاتِ کریمہ نازل فرمائی ہیں۔

شعر

آدمی وہ ہے جو دوست کی تلاش کرے۔ ہڈیوں اور چمڑے کے مجموعہ کو آدمی نہ جانو۔

آدمیوں کی حقیقت مجھ سے سنو کہ میں نے دیکھے ہیں۔

ایک زمانہ میں سیاحوں کے طریقہ کے مطابق مَیں اطرافِ جہان میں سیر و سیاحت کر رہا تھا، پھرتے پھراتے مجھے مصر میں پہنچنے اور اس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، میں اُس شہر کی زیبائش اور آرائش کا کیا بیان کروں؟ حسن یوسف علیہ السلام کا پرتو ابھی تک شہر کے درودیوار اور کوچہ و بازار پر چمک رہا ہے اور خوشبو پھیلا رہا ہے، گویا کہ سورج و چاند بھی رشک کرتے ہوئے اُس جگہ سے گذرتے ہیں، اور زلیخا کے کمالِ عشق کا جو جوشِ جنون ہے وہ ابھی تک تیز تاثیر رکھتا ہے، وہاں کی ہوا مردہ دلوں کے لئے اکسیر ہے۔

مثنوی

میں اُس ذاتِ بے نیاز کی حکمت کیا بیان کروں؟ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

سورج اور چاند کو آسمانوں پر جگہ دی۔ پہاڑوں کے فرش کو زمین پر ڈال دیا۔

اچھوں کے لئے جگہ بھی اچھی چاہیئے۔ اچھا بُرے کے ساتھ زیب نہیں دیتا۔

جبکہ آسمان کی طرح مصر ستاروں سے پُر تھا۔ وہاں یوسف جیسا چاند بھی ہونا ضروری تھا۔

اس کے کنوئیں میں ڈالے جانے میں یہی حکمت تھی۔ اس کے فروخت ہونے اور خرید اجانے کا یہی مطلب تھا۔

یعنی مصر کا تخت یوسف علیہ السلام کے لائق تھا، اور وہ بادشاہ اُس تخت کے لائق تھا، اسی لئے خیدزحمت

یوسف علیہ السلام کے حال پر مصیبت اور محنت گذری، کیونکہ بغیر محنت کے دولت میسّر نہیں ہوتی، اور اگر آجاوے تو وفا نہیں کرتی، اور اس کی لذت کی قدر نہیں ہوتی، القصہ ایک دن اُس شہر میں ایک مسجد کے گوشہ میں عبادت اور ریاضت کا توشہ اختیار کئے ہوئے خیال (تصوّر) قائم کئے ہوئے (مراقبہ میں) بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سوداگر کی بیٹی باغ کے بُوٹے کی طرح زیبا نگار اور گلرخسار اپنی خدمتگاروں اور لونڈیوں کے ساتھ عیش اور ناز سے محل پر بیٹھی تھی، اس نے بام سے جھانکا، اتفاقاً میری نظر اُس پر پڑی، معلوم ہوا کہ اُس کے حسن کی تعریف کہنے اور لکھنے سے باہر تھی۔

مثنوی

وہ ایک چاند تھا جس نے خوبی کے بُرج سے سر باہر نکالا وہ ایک موتی تھا جو خوبی کی ڈبیہ سے باہر آیا۔

وہ ایسا نہیں تھا، یس نے جو کچھ کہا ہے غلط کہا ہے بیہوشی سے جو کچھ پرویا ہے غلط پرویا ہے۔

اُس کا ماتھا چاند کو بے نور کر دیتا تھا۔
اُس کی سریلی آواز زہرہ کو بیمار کر دیتی تھی۔

اس کی کمان (ابرو) قوس کو غمگین کر دیتی تھی۔
اس کے تیر (نگاہ) سے عطارد کا تیر شرمسار تھا۔

جن لوگوں نے اس کی کمان سے تیر کھایا۔
وہ مجنوں کی طرح نہ زندہ رہے نہ مرے۔

اُن کے دل میں تیر نگاہ کے پھل کھب گئے۔
اس سے باہر نکالنے مشکل ہو گئے۔

اس کی دونوں آنکھیں دو کٹاریں کھینچی ہوئی تھیں۔
جو کہ دلوں کو بے رحمی سے پھاڑتی تھیں۔

زلفوں کا پیچ اس کے رخساروں پر کیا زیب دیتا تھا۔
جو لوگ زمانہ کو فریب دینے والے میں ان کو موہ لیتا تھا۔

میں نے جب اس پری چہرہ ہوش کی ڈاکو کو دیکھا۔
میری ساری طاقت فراموش ہو گئی۔

میرا دل عدم کے گرداب میں ڈوب گیا۔
بیہوشی سے میرا ماتھا زمین سے جا لگا۔

میری ہوش و عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا۔
کہ مجھ کو پتہ نہ رہا کہ یہ خیال ہے یا خواب۔

اسی وقت ایک بزرگ خضر صورت مسیحا سیرت بے حجاب میرے سامنے آ گیا، اور بڑی میٹھی اور رسیلی زبان سے مجھے وصیت کی اور فرمایا، اے درویش! یہ زھر آلودہ شربت نہ پی، کہ اس میں شیرینی نہیں، اور اس بُرے ڈھنگ سے اپنے آپ کو زخمی نہ کر کہ یہ تیرے لئے اچھا نہیں ہے، اور اس خواب خرگوش سے بیدار ہو جا

رباعی

اس راستے میں رستم جلیسوں کو بھی ڈاکے ڈالتی ہیں۔ ان سے غافل نہ ہو کہ یہ عورتیں ہیں۔

کہ تیرے شیشہ پر گرد ڈال دیں گی۔ اے درویش! ان سے دور بھاگ

کیا تو نے سراجِ عالم امام اعظم رح کی حقیقت نہیں سنی کہ امام ابو یوسف نو سال کی عمر کے تھے کہ اُن کے والدین نے علوم دینیہ حاصل کرنے کے واسطے ان کو امام اعظم رح کی خدمت میں پیش کیا، جب امام صاحب نے امام ابو یوسف کو دیکھا تو بڑے خوبصورت اور سرو قد نظر آئے، امام صاحب نے ان کو جواب دے دینا چاہا، لیکن غیب سے آواز آئی کہ یہ شخص جواب دینے اور جھڑکنے کے لائق نہیں، بلکہ تمہارے بعد تمہارا جانشین ہونے والا ہے، امام صاحب نے اُس الہام کے مطابق ان کو قبول کر لیا، اور قاعدہ لکھ کر اُن کے ہاتھ میں دے دیا، اور وصیت کی کہ جسوقت سبق پڑھنے کے لئے میرے پاس آؤ میرے سامنے نہ آنا، میری پشت کے پیچھے بیٹھنا، اور قاعدہ میرے پہلو کے برابر رکھنا، اور سبق پڑھ کر چلے جایا کرنا، انہوں نے اسی طرح پڑھنا اختیار کیا، حتی کہ بارہ[۱۲] سال گذر گئے، امام ابو یوسف اکیس[۲۱] سالہ ہو کر تمام علوم سے فارغ ہو گئے، ایک روز امام ابو یوسف، امام اعظم کے نزدیک بیٹھ کر سبق پڑھ رہے تھے کہ سورج کے شعاع سے اُن کی داڑھی مبارک کا سایہ کتاب پر پڑا، امام صاحب کی نظر اُس پر پڑی اور پوچھا اے ابو یوسف! تمہارے پاس داڑھی والا شخص کون بیٹھا ہے؟ امام ابو یوسف نے عرض کیا کہ اکیلا یہی غلام ہے، دوسرا کوئی نہیں، حضرت امام اعظم رح

بہت خوش ہوئے ، اور اپنے سامنے بٹھالیا ، اور ان کو دیکھ کر شفقت اور محبت سے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر پھیرا۔

پس حضرت گنج بخش جیونے فرمایا۔

اے پیر محمد ! وہ مرد بزرگ ابھی اسی بات میں تھا کہ وہ غفلت کی نیند میری آنکھوں سے چلی گئی۔

اور وہ ناصح مجھ سے چلا گیا۔

رباعی

جب میری آنکھ کھُلی تو میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے دَم کو اُسی وقت اپنے اندر کھینچ لیا۔

اُس کے خوف سے تسبیح اور مصلّٰی کا بھی خیال نہ رہا۔ آبادی سے جنگل کی طرف دَوڑ پڑا۔

اسی غمگین اور خوفناک حالت میں چلتا چلتا تھوڑے عرصہ میں دریائے نیل کے کنارہ پر پہنچا ، وہاں میں نے ایک درویش کو دیکھا۔

مثنوی

اُس کا جسم لکڑی کی طرح اور جان بھوک سے عاجز تھی۔ اس کے ہونٹ و زبان پیاس سے خشک ہو چکے تھے۔

اس کو ایک قدم بھی چلنے کی طاقت نہ تھی۔ نہ ہی اندر کے درد سے ایک لحظہ آرام تھا۔

اس کی سب رگیں تار کی طرح خشک ہو چکی تھیں۔ ان میں سے دمبدم ذکر کی آواز آرہی تھی۔

منہ میں بند تھا ، اور دل کی زبان کھلی تھی۔ پوشیدہ مدعا کو حاصل کیا ہوا تھا۔

اندر سے آراستہ اور باہر سے خراب حال تھا۔ گودڑی میں کیمیا گر پوشیدہ تھا۔

وہ مبارک نام والا جسم کی کمزوری کے باعث تنکوں اور کانٹوں پر پڑا تھا، میں اسلام کے طریقہ کے مطا

آداب بجا لاکر اس کے پاس بیٹھ گیا، اور اُس کا حال پوچھا، اُس نے جواب دیا۔

رباعی

اے فقیر! مجھ سے یہ حال نہ پوچھو۔ میں اپنے راستہ پر چلنے والا ہوں، تم اپنا راہ لو

جو شخص خوش نصیب ہے کوئی اُس کا شریک نہیں۔ ایک صاحب حشمت ہے، دوسرا حقیر ہے۔

میں نے کہا اے نیک سرانجام، زندہ دل اور مردہ اندام، تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جارہے

ہو؟ یہ بیزاری اور بیقراری کس لئے ہے؟ اور تمہارے پھرنے اور تکلیف اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ جو خدمت

میرے لایق ہو فرماؤ، میں خدمت گار ہوں، سر کے پاؤں بنا کر بھی بجا لاؤں گا، درویش نے کہا۔

رباعی

میں وہ محتاج درویش ہوں جس کی سخاوت سے کوئی غرض نہیں، اپنے معشوق کے دیدار کے لئے دل اور جان کو مصیبت

میں ڈالا ہے۔

نہ جام جم ڈھونڈتا ہوں نہ ملک سکندر چاہتا ہوں، جگر جلاتا ہوں، سحر کو جاگتا ہوں، باد صبا سے وراثت چاہتا ہوں۔

میں جنگل نشین فقیر ہوں اور نالایق و عاجز ہوں، کافی مدت گذر گئی ہے، اور عمر چلی گئی ہے، کہ میری سکونت

کوہ علقا میں ایک تالاب کے کنارہ پر تھی، لقمہ حلال مباح چیزوں سے کھایا کرتا تھا، اور غیر مشکوک

پانی اس تالاب سے استعمال کرتا تھا، حرمین الشریفین کی زیارت کے اشتیاق نے مجھ کو اپنی جگہ سے اٹھا دیا

اور اس جنگل میں لا ڈالا، اور بھوک و پیاس کی وجہ سے میرا دل کمزور ہو چکا ہے، اور میرے جسم سے طاقت سلب

ہو چکی ہے، میں نے کہا اے عاشقوں کے دفتر میں لکھے ہوئے! اور اے فاسقوں کی آنکھوں سے چھپے ہوئے

تمہاری غذا کے لئے یہاں بھی بے شمار چیزیں مباحات سے مل سکتی ہیں، اور تمہارا ٹھہرنا دریا کے

کنارہ پر ہے، کیوں نہیں کھاتا اور پیتا، اس نے کہا اے عزیز! یہ پانی ہر لحاظ سے تکلیف

پہنچانے والا اور ظلم کرنے والا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ میرا دل اس پانی سے کہیں پتھر کی

طرح سخت و بے رحم نہ ہو جاوے۔

شعر

شیشہ کی طرح خود سنگدل اور دوسروں کے عیب دیکھنے والا نہ بن، یہ تیرا چمکیلا اجال اگر نہ ہو تو نہ سہی

نیز اس لئے بھی میں کوئی چیز نہیں کھاتا کہ پیاس کا غلبہ کہیں زیادہ نہ ہو جائے۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! فقیر کو اس طرح اپنے آپ پر لذتیں اور شہوتیں حرام کرنی چاہئیں،

تب فقیر سالک ہوتا ہے ورنہ کچا اور ریاکار ہے۔

۲
بہار دوم

طریقت کے بیان میں

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے بے ہنروں کے عقدہ کشا، اور اے اندھوں کے راہ نما، غفلت کا پردہ کسطرح جا سکتا ہے،

اور حوادث کی کمند کسطرح ٹوٹ سکتی ہے؟

جواب

حضرت گنج بخش جیونے فرمایا۔

ایک شہر تھا جس میں دائمی باغ و بہار اور زندگی کے لئے سب سامان تھے، کسی آبادی میں اُس

جیسا کوئی شہر نہ تھا، اس کا حاکم سلیم القلب اور نیک سرشت فرشتہ خصلت تھا۔

مثنوی

سلامت دل والا اور مبارک نام والا تھا۔ پاکیزگی میں اس کا جسم فرشتوں سے بھی بہتر تھا۔

اس کے زیر سایہ ملک آباد تھا۔ رعایا پرور اور اہل انصاف تھا۔

اے خداوند! اُس کو دائمی ملک نصیب کر۔ ایسے حاکم کو اپنا شوق عطا کر۔

اے درویش! خدا کی درگاہ میں دعا کر۔ کہ ایسے حاکم کو بخشش سے لبریز کرے۔

اُس شہر کی رعیت بدمعاملہ اور بُری خصلتوں والی اور بدافعال تھی، ہر ایک ان میں سے بدبخت اور فساد کا ٹکڑا تھا، گرد و نواح کے لوگوں نے اس شہر کا نام بے ضبط رکھا تھا، حاکم اور اس کا لشکر باشندگانِ شہر کے فتنہ و فساد سے دن رات غم و الم میں گرفتار رہتے تھے، جسطرح بلبل پنجرے میں بند رہتی ہے، اسی طرح وہ ایک دم بھی اپنے قلعہ سے باہر نہیں نکلتے تھے، ایک کتا بڑا جنگجو، تند خو، بھونکنے والا، شرارتی، بڑے ناخنوں والا، تکلیف پہنچانے والا، قلعہ میں رکھا ہوا تھا۔

غزل

وہ کتا ایسا بدصورت اور ناپاک تھا، کہ نقصان کرنے سے خوش ہوتا اور کسی کو نفع پہنچانے سے ناخوش ہوتا۔

غصہ کی گندگی سے اس کا سینہ پُر تھا۔ اس کی بدبو سے آسمانوں کا مغز بھی گندہ ہوگیا۔

نیکی میں اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے تھے۔ بدخوئی میں ہر دم چست و چالاک تھا۔

بڑا حریص، بیوفا، ٹیڑھا چلنے والا، برے خیال والا تھا، پُرخطر رستہ میں بے نور اور بے باک تھا۔

اے درویش! تو کب تک اس کا وصف ظاہر کرے گا، اس کی خباثت وہم و ادراک میں بھی نہیں آسکتی تھی۔

لیکن وہ کتا بھوک اور پیاس سے بیقرار اور لاچار رہتا تھا، کہ اس کو دن میں طاقت اور رات کو نیند نہ آتی تھی، حاکم کی زندگی کا سامان بھی اُسی کتا سے وابستہ تھا، کیونکہ جب پُرفتنہ رعیت رات کو حملہ کرنے کا ارادہ کرتی تو وہ کتا خشک رگوں والا، جلے ہوئے گوشت والا، اور کھنیچوں چمڑے والا جلا بھنا ہوا رباب کی طرح آوازِ بلند سے بھونکنے لگتا، اور اسقدر شور و غوغا کرتا کہ حاکم اور اس کی نوج جو میٹھی نیند میں بیہوش پڑے ہوتے، وہ ہر طرف سے ہوش میں آجاتے، اور بڑے جوش و خروش سے تیر اور بندوقیں لے کر بے خوف و خطر مقابلہ پر ڈٹ جاتے، وہ حسودانِ نامراد جب شیرانِ دلیر کا حملہ دیکھتے تو نامردوں کی طرح جنگ سے پشت دے جاتے، اور رُوسیاہ ہوکر پھر گوشۂ شرمندگی میں بے حرمت اور تباہ ہو کر جا بیٹھتے، اسی طرح چند مدت جنگبازی اور ناسازی میں گذر گئی، نہ ہی حاکم نے اسقدر زور پکڑا کہ بد خمیر دشمنوں کے سر کاٹ کر پاؤں کے نیچے ڈال سکے، اور نہ ہی اُن کینہ وروں نے ایسا وقت پایا کہ حاکم وقت پر قابو پاکر اور اس کو محکوم بناکر نیچا دکھائیں۔

رباعی

حاکم جب رعیت پر حکم نہ چلا سکے ۔ تو آپس میں صلح و اتفاق بھی نہیں ہو سکتا ۔
اس کو خون کے سیلاب میں حباب کی طرح جانو ۔ اس کی زندگی میں یکدم کا بھی اعتبار نہیں ہو سکتا ۔

ایک دن حاکم کو کتے کی محنت پر رحم آیا، ہر قسم کے لذیذ کھانے اُس کے سامنے رکھے، اور اس کو خوب کھلایا پلایا، کتا خوب سیر ہوا، اور اسقدر کھایا کہ ساری عمر میں کبھی نہ کھایا تھا، کتے کو جوش معدہ نے ایسا خاموش اور بیہوش کیا کہ کھانے کی مستی نے اس کو بالکل لاکلام کر دیا، اور ایسا سویا کہ دن سے رات تک اور رات سے دن تک اس کو کوئی خبر نہ رہی، شہریان ظالم جو ہر وقت اسی انتظار میں رہتے تھے انہوں نے کتے کی خاموشی اور بیہوشی کو غنیمت سمجھا، اور سب نے اکٹھا ہو کر آپس میں مشورہ کرکے کمینگاہ سے نکل کر تاخت و تاراج شروع کی، حاکم وقت کو شکار کی طرح قید کرلیا، اور سپاہ نیک نہاد کو بھی بے عزت کیا۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے عزیز! اس داستان سے مقصود یہ ہے کہ وہ شہر جو میں نے بتایا ہے جسم انسان ہے، اور جو کچھ کار و بار اس کارخانہ جہان میں ظاہر ہو رہا ہے، سب کچھ انسان کے جسم میں ہے، طمع اور حرص و حسد و تکبر و کینہ و شہوت و خودی و گمراہی و غفلت و دعوٰے و محبت و عداوت و لذت و کدورت یہ بد ضمیر سیاہ ضمیر اس شہر کے باشندے ہیں، اور وہ حاکم شہر رُوح ہے کہ اس کی بزرگی اور پاکیزگی فرشتوں سے بھی زیادہ ہے، اور اس کی فوج صبر و شکر و حیا و صافدلی و شکستگی و سبکباری و پرہیزگاری و عبادت

، محنت وسچائی وخدا شناسی وبے ریائی وعلم وحلم ہے ، اور یہ نہایت عاجز اور مسکین فوج ہے ، اور وہ

کتا جو ظالم وشریر ہے یہ نفس ہے۔

اے عزیز! اگر تم عزت وحرمت چاہتے ہو اور اپنی آبرو کو ان دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا خیال ہے

تو اس نفس کتے کو آرام نہ دو ، اور اچھا کھلانے پلانے سے اس کو ہوشیار نہ کرو ، کہ تمہارے سر پر وبال آئے گا ،

اور روح کی فوج کو جمعیت اور عافیت سے رکھو ، کہ وقت پر کام آئے گی ، اور تم مردوں کی طرح خدا (کی

ذات سے واصل) ہو جاؤگے ۔

شعر

چراغ اور ہوا کا آپس میں خویشی وقرابت کا تعلق کب ہو سکتا ہے؟ اس کے وصل کا چراغ تب پا سکوگے

جب نفس کی ہوا کو مٹا دوگے ۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا ۔ اے ہادی حقیقی اور رہنمائے تحقیقی نفس کو کس طرح مغلوب کیا جا سکتا ہے؟

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا ۔

ایک باغبان بڑا بے نظیر تھا ، اس کی باغبانی کی تدبیریں دل کے تصور میں بھی نہیں سما سکیں ، اس کا

ایسا باغ تھا کہ زمین و آسمان کا کارخانہ اور دو نو جہان کی نعمتیں اس کے ایک گوشہ کے برابر بھی قیمت نہیں پا سکتیں، اور وہ باغبان ایسا بڑا عالم اور رحمدل تھا، کہ ہر وقت ہر درخت اور بوٹے کے حال سے واقفیت رکھتا تھا، اور ہر وقت دیکھ بھال کرتا رہتا، اور ہر طرف سے آنے والی آفتوں پر نظر رکھتا۔ ہر ایک پتے اور پھل کو اور ہر ایک پھول اور کانٹے کو اس کے مناسب تربیت کرتا تھا، کسی درختوں کو اچھا جان کر دلی رغبت اور اپنی صنعت سے نہایت مہربانی اور شفقت سے اچھے شگوفے دے کر مزین و معزز کر دیتا تھا، اور کسی درختوں کو زبون و خبیث جان کر کڑوے، اور خراب میوے دے کر ذلیل و شرمسار کر دیتا تھا، یعنی جس درخت کو جو کچھ مناسب حال ہوتا وہی کچھ دیتا، ایک دن اس باغبان نے کٹائی اور اصلاح کی تلوار کھینچ کر اُن درختوں کے سر پر چلانی شروع کی، اور ان کے سر تن سے جدا کر دئیے، ہر طرف سے شگوفے اور شاخیں توڑ دئیے اور تنہائی کے زیور سے آراستہ کر کے دوسرے پیوند ان کے سروں پر لگائے۔

رباعی

اُس باغبان نے ایسی تلوار ان کے سروں پر چلائی   کہ ان کی صورت اور شاخیں اور سر کچھ بھی نہ رہا۔

ہر طرف سے وصل اور ملاقات کے تعلقات کاٹ دئیے   خشک لکڑی کی طرح ایک گوشہ میں بٹھلا دیا۔

وہ درخت تقدیر کے صدیقوں کی طرح، تفرید کی زنجیر پاؤں میں ڈال کر، تجرید کے میدان میں، بندگی کے سے

ایک پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ ایک مدت تک سرد اور گرم ہوائیں اُن کے سروں پر گذریں۔ انہوں نے زمانے

کی سختیاں اور تکلیفیں دیکھیں مگر باغبان کی رضا پر راضی رہے، اور وہ درخت جو اس وبال و زوال سے سلامت

رہ کر خوش و خرم تھے، انہوں نے اپنی سلامتی کو غنیمت جان کر شکریہ میں زبان کھولی اور کہا۔

شعر

ان سیاہ بختوں کو آفت نے پکڑا اور تباہ کیا۔ ہم بڑے بلند قسمت ہیں کہ اس بلا سے محفوظ رہے۔

اسی حیص بیص میں ان عاجزوں کی تکلیف و مصیبت کے دن اور ان متکبروں کی خوشی اور نعمت کے ایام ختم ہو گئے،

زمانہ دوّار نے خزاں کا عہد کاٹ دیا اور موسم بہار کو موجود کر دیا، وہ درخت جو کاٹے ہوئے اور دلخستہ تھے

خداوند ذوالجلال نے اپنی بخشش سے ان کو میٹھے پھل عطا کئے، اور کمال سر سبز شگوفے ان کو بہم پہنچائے،

نگہبان چاروں طرف بیٹھ گئے، اور پرندوں و حیوانوں کے آسیب سے ان کو بچانا شروع کیا، تاکہ کوئی بلبل

وغیرہ میووں اور پھلوں کو اپنی چونچ سے گزند نہ پہنچائے، گرمیوں میں ان درختوں کو پانی دیتے، اور سردیوں

میں بچاؤ کے واسطے ان پر سایہ کر دیتے، اور وہ درخت جو پیوند کرنے سے بچ گئے تھے، وہ پھلوں کی بہار میں بے بہرہ

رہے، اور ان پر کانٹے نمودار ہو گئے، نہ گرمیوں میں کسی نے ان کو پانی دیا، نہ سردیوں میں ان پر کسی نے

سایہ کیا، بلکہ سختی کا تیشہ اور عذاب کا کلہاڑا ان کے سروں پر رکھا گیا، جہاں جہاں کوئی لکڑی یا کانٹا

کارآمد دیکھتے اس کو کاٹ لیتے ، اس وقت عاجزی اور سرکشی کی قدر و قیمت ظاہر ہوگئی ، تمام عمر حسرت

و شرمندگی میں ایسے گرفتار ہوئے کہ خلاصی کی امید نہ رہی مگر کیا فائدہ؟

مصرعہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

شعر

عیش اور جوانی کی بہار جب کسی سے چلی جاتی ہے۔ تو رونے چلانے سے بھی واپس نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت گنج بخش جو نے فرمایا۔

اے عزیز وہ باغبان جو میں نے بتایا ہے ، اس سے مراد پروردگار ہے ، اور باغ یہ جہان ہے

اور تمام مخلوقات اس باغ کے غنچے اور پھول ہیں ، اور ایام بلوغت اس کے پیوند کرنے کا موسم ہے ، اور

قیامت کا روز اس کے پھلنے پھولنے اور میوہ لگنے کا موسم ہے ، جس شخص نے تقدیر کی تلوار اپنے نفس کے

سر پر چلانی قبول نہ کی ، وہ آخر میں نہایت پریشان اور سرگردان ہوا ، اُلٹے طالع والا ، اور پھرے ہوئے

بختوں والا ہوا ، جس شخص نے بچپن میں بزرگوں سے تربیت نہ پائی (مار نہ کھائی) اس نے بڑے ہو کر

بزرگی حاصل نہ کی ، وہ تمام عمر حسرت اور ندامت میں گرفتار رہا ، اور بے عزت ہوا۔

پس اے عزیز! چاہیے کہ تم پیوند کرنے کے موسم کو پہچانو ، اور تقدیر کی تلوار اپنے نفس کے سر

چلاؤ، اور نفس کی عزت نہ کرو، ورنہ تم کو یہ بے عزت کرکے چھوڑے گا، اور نفس کا سر کاٹ دو، ورنہ یہ تمہارا سر کاٹ دے گا۔

شعر

جس گھر میں سانپ ہو اس کو مارنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ وہ گھر کے رہنے والوں کو مار دے گا۔

سوال

پھر حضرت پیر محمد نے ذرہ بے مقدار کی طرح اور اس مفلس کی طرح جو دولتمند کے آگے سوال کرتا ہے، اس اقبال کے سورج، اور بزرگی کے چاند، خداوند تعالےٰ کے محبوب حضرت گنج بخش جیو کے آگے عرض کیا کہ ایک باریک عقدہ میرے دل کی گہرائی میں پڑا ہے کہ جس کی گرہ کھولنے میں عقل یاری نہیں کر سکتی، ہر چند اس عاجز کے دل نے بہت دلائل، اور بشمار خیالات ہزاروں مرتبہ پیش کئے ہیں مگر موافق نہیں پڑے اور تسلّی نہیں ہوئی۔

رباعی

وہ کچا خیال جو دل میں بیٹھ گیا اور نقش پذیر ہوا۔ خود بخود اس کا اٹھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اپنا علاج طبیب کے سوا کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اپنی قید اپنے ہاتھوں سے نہیں کھل سکتی۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

ایسا فاسد خیال جو تمہارا حاسد ہوا ہے ظاہر کرو اور بیدار ہو جاؤ۔

حضرت پیر محمد نے عرض کیا۔

اے عاجزوں کے ہاتھ پکڑنے والے، اے مفلسوں کو خزانے بخشنے والے حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے طالب الدنیا مونث (دنیا کا طلبگار عورت ہے) اور کلام آلہی قرآن مجید میں وارد ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ (تمہارے مال اور اولادیں فتنہ ہیں) پس میرے دل کو اس کچے خیال نے بے آرام کردیا ہے کہ نوع انسان کو جسمانی حاجتیں اور نفسانی خواہشیں شب و روز ہر وقت درپیش ہیں، کھانے، پینے، پہننے کے لئے حیران و پریشان رہتا ہے، اور یہ سب لوازمات اور کاروبار دنیاوی مال سے تعلق رکھتے ہیں، تھوڑا سا نمک بھی سوائے دمڑی کے ہاتھ نہیں آتا، اگر غریبانہ طور پر خار و خس سے جھونپڑی تیار کرے تو اس کا خرچ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے دنیا بے شک و بے شبہ مال کا نام ہے، جس کے پاس مال نہیں، اس کے پاس دنیا بال جتنی بھی نہیں۔

رباعی

جو شخص بے زر ہے وہ بے پر ہے۔

جس شخص کے ہاتھ میں سونا نہیں۔ اس کا دل فاقہ سے دربدر پھرتا ہے۔

اس کا جسم نماز میں اور دل طعام میں ہوتا ہے۔ اس پر قبر کی طرح جہان تنگ ہو جاتا ہے۔

بندہ اس امر میں بہت بے اختیار اور لاچار ہے۔

اے میرے پیر! آدمی پتھر نہیں کہ سردی اور گرمی سے اس کو تکلیف نہ پہنچے، اور لکڑی نہیں

کہ پیاس اور بھوک سے اس کی جان نہ جائے، دنیا کا تارک کسطرح ہوسکتا ہے، اور مولا کا طالب کس

حیلہ سے بن سکتا ہے، اگر دنیا کا طالب ہوا تو مردود، اور اگر دنیا کا تارک ہوا تو نابود ہوگیا، پس

ایسے زہد و ریاضت سے کیا فائدہ؟ ہر طرح پر مقصود سے دُور ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! تم نے سچ کہا ہے، اور موتی پروئے ہیں، دنیا کا تارک ہونا بہت مشکل ہے، بلکہ

ہرگز ہو نہیں سکتا، جب تک اس جہان میں ہے، اور صورت انسان میں ہے رگ رگ اور بال بال دنیا کی کمند

میں پھنسا ہوا ہے، اور اسی سے بیمار اور ذلیل ہے، لیکن ارباب شہود اور اصحاب کشود، اخبار کے نقل

کرنے والوں اور اسرار کے واقفوں نے اس طرح فرمایا ہے کہ جو درویش لباس میں زیبائش اور لذت سے

آشنائی نہ رکھے، طمع سے جدائی پکڑے، اور محض حاجت روائی پر اکتفا کرے، گندم اور جو، نیا اور پرانا

روئی اور پشمینہ، مٹی اور موتی، وفا اور جفا کو یکساں شمار کرے، خود بینی کے زنگار، اور بیہودہ نکتہ چینی

کو دل سے دور کرے، ہدایت کا چراغ جلائے، اور قناعت کا گوشہ سیکھے، اور دعوی کا گھر جلائے،

اور کل کے واسطے توشہ اکٹھا نہ کرے، اور اپنے ثبات کو بے ثبات جان کر غم اور خوشی کو دل میں لائے

اس کو تارک دنیا کہنا چاہیئے۔ اور طالب مولا شمار کرنا چاہیئے۔

رباعی

اس میں خدا کی راہ کی ہزاروں نصیحتیں ظاہر ہیں۔ وہ بات جو پیر نے مہربانی اور جھڑک سے بیان کی ہے۔

اے درویش عارف کا کلام اسی کا کلام جانو عاشق اور معشوق کی دلیل ایک رازدار ہے

جس چیز کے بغیر زندگی نہ رہ سکے، اور بندگی نہ ہو سکے۔ اس کو دنیا نہ کہنا چاہیئے، دنیا وہ ہے کہ

اول درندگی پیدا کرے، اور بعد میں شرمندگی لاوے۔ اس کی زیادتی سرکشی و غرور و عداوت ہے۔

اور اس کی کمی پشیمانی اور دلگیری ہے، اس مردار بدکردار کے ساتھ موافقت کرنا، فتنہ میں مشغول ہونا اور

اپنی جان کو گنوانا ہے، ہر حالت میں اس سے دور رہو، اور جب تک ممکن ہو اسے چھوڑ دو، ورنہ

رنجور اور بے نور ہو جاؤ گے۔

رباعی

دن رات اس کے دل میں خطرہ رہتا ہے۔ بادشاہ کے لئے تخت جان کا دشمن ہے۔

چٹائی پر گذر کرنا کیا اچھا اور بے خلل ہے۔ چور اور دشمن سے وہ بے غم ہے۔

چنانچہ ایک صاحب بصیرت تجربہ کار کی حقیقت میں بیان کرتا ہوں سنو اور آگاہ رہو کہ۔

ایک مردِ درویش پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے، حوصلہ میں امیر، (جا رہا تھا اس) کو راستہ میں ایک

دنیا دار وفادار سے ملاقات ہوئی، چند قدم اکٹھے چلے اور آپس میں ہم کلام ہوئے۔ دنیا دار نے کہا،

زر عجیب چیز ہے، نجابت اور شرافت، دانائی اور عقلمندی، سب انصاف اور اوصاف زر کا پرتو ہی ہے،

فقیر نے کہا اس کی تعریف کرنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا اچھا نہیں، اس کو اپنے سے جدا کرنا اور اپنے

ہاتھ سے دُور کرنا بہتر ہوتا ہے، دنیا دار نے پھر کہا درویشوں اور سرکشوں، خدا کی پہچان والو اور بیوقوفو،

صوفیوں اور رندوں، زندوں اور مُردوں سب کو زر پیارا ہے، مفلس جہاں بھی جائے اس کو کوئی قبول نہیں

کرتا وہ بے تمیز ہے، درویش نے پھر کہا، یہ دولتِ دنیا مکارہ اور بیوفا ہے اس سے بیوفائی کرنے میں فائدہ

ہے اور یہ عورت پُر فتنہ ہے اس کو طلاق دے دینا جوانمردی ہے، انہیں باتوں میں تھے کہ کنارہ دریا پر

پہنچے، کشتی تیار تھی، بہت سارے طلبگار انتظار میں کنارہ پر بیٹھے تھے۔

رباعی

جس شخص نے درم دیا وہ کشتی پر بیٹھ گیا۔ اور جو شخص خالی ہاتھ تھا اس کا سوال ٹھکرا دیا گیا۔

درم کے بغیر کب کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ایسی توفیق کسی مردِ خدا کو ہی ہو سکتی ہے۔

جو لوگ سرمایہ دار تھے وہ تو کشتی پر سوار ہو گئے اور جو بے خرچ غریب تھے وہ اُس فقیر سمیت کنارہ دریا

پر رہ گئے ، اس دنیادار نے ایک درم اور دیا ، اور اس فقیر کو بھی کشتی میں بٹھا لیا ، دریا سے گذر کر جب

پھر دونو چل پڑے اور ہم کلام ہوئے ۔ تو دنیادار نے کہا زر عجب چیز ہے نعمتیں دیتا ہے اور مرادیں بر لاتا ہے

عزتیں بڑھاتا ہے ، اور مشکلیں حل کرتا ہے ، اگر میں یہ دو درم نہ دیتا تو مقصود کا دروازہ کسطرح کھل سکتا

فقیر سیرانی صاحب کمال تھا ، دنیا کا کسیلاپن اور ترشی دیکھے اور چکھے ہوئے ، اصل مدعا کو پہنچا ہوا

تھا ، اس نے کہا اے دنیادار ! تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر بھی غلط نتیجہ نکالا ہے ، زر کا طالب

ہونا اور اس کو اپنے پاس رکھنا اپنے دونو جہان کو خراب کرنا ہے ، اور عاقبت کو پشیمانی لے جانا ہے ۔

ہر حال میں اس بد افعال کو اپنے پاس سے پھینکنا اور بیگانہ بنانا لایق ہے ، اگر تو اس درم کو اپنے سے

دور نہ کرتا ، یہاں کس طرح پہنچ سکتا ۔ رباعی

جس شخص کو صبر میں دسترس نہیں ۔ اس کو مکھی کی طرح کوئی آرام نہیں

دنیا کے بستر پر حرص کو تیز نہ کرو ۔ اے درویش خس کیطرح کوئی وقار نہیں

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا ۔

اے پیر محمد ! یہ کلام تم نے سنا ہے ؟ اور اس کا مطلب سمجھا ہے ؟ کانوں کے راستہ سے ہوش کے

حمام کو گرم کرو ، اور حب دنیا کی میل دل سے دھوؤ ، اپنے بنانے والے کو اپنے آپ میں تلاش کرو ۔

رباعی

پیر تم کو کہتا ہے کہ تم گرداب میں پڑے ہو۔ تم سنتے نہیں بے شک تم سو رہے ہو۔
اے درویش۔ عارفوں کی باتیں دل سے سنو۔ تو بہت شرف پاؤ گے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے دونو جہان کے قبلہ! اور اے دونو جہان کے کعبہ، بھیدوں کے خزانہ، اور ذکروں کی کان،
یہ چیز جو محبت ہے یہ عالم فانی سے ہے یا عالم جاودانی ہے؟ اس کا اصل و مکان کہاں ہے؟ اس کی
صورت و نشان کس طرح ہے؟ اس کی ہستی کیا چیز ہے؟ اس سے پیوستی کس طرح ہو سکتی ہے؟ ہوا جو
بظاہر دکھائی نہیں دیتی وہ بھی حس لمس سے ظاہر ہوتی ہے، جس چیز کی کوئی علامت معلوم اور مفہوم نہ ہو،
اس کے حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں بن سکتی، اُس کا راستہ کہاں سے پائیں، نشانہ ناپید پر تیر پھینکنا، اور
بغیر دیکھے شکار کو قید کرنا مشکل ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! بہت چیزیں ایسی ہیں کہ خود بے جسم ہیں، اور آدمی کے ساتھ وابستہ ہیں، مثلاً

وہ آفتیں جو خود بے جسم و جان ہیں، اور آدمی رگ رگ میں ان کا محکوم ہے۔ وہ یہ ہیں بخل اور تکبر اور غرور اور فریب اور دعوائے، لیکن ان سب کی جڑھ دنیا کی محبت ہے، یہ سب اس کی شاخیں ہیں، جس درویش نے اس مردود کی جڑھ کو نابود کیا، دوسری خود بخود ہی نابود ہوگئیں، اور اُس مرد کو جلانے والی آگ سرد ہوگئی۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے گوشہ نشین بادشاہ، اور اے وحدت گزین پیشوا، حب دنیا سے تجرید، اور اس پر قریب سے تفرید کو میں نے جان لیا کہ یہ ایک بہت بڑی دولت ہے، اور بڑی خاص نعمت ہے، لیکن اس غلام کے اس کلام کو عرض کرنے کی یہ غرض انجام کو نہ پہنچی، اور اس مریض کا یہ مرض پستی میں پڑکر مشخص و معین ہوکر سامنے نہ آیا۔

رباعی

جب دنیا کی محبت تمام تر دین کی دشمن ہے۔ تو اس کا نشان مجھے فرماؤ کہ یہ مجھ پر پوشیدہ ہے

جب کسی غیر مشخص بیماری کی تشخیص ہو جائے۔ تو حکیموں کا قول ہے کہ اس کا ہزار علاج ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔ اے پیر محمد! اس راستے میں جلدی نہ کرو، آرام سے مدعا پا لوگے، تمہارے

اس سوال پر جو تم کو مشکل معلوم ہوتا ہے میں چند باتیں رموز و اشارات و حکایات میں بیان کرتا ہوں

ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ۔

ایک شخص نامہ نویس اور بڑا رئیس علم ہندسہ کے جاننے والا، تعبیر کا واقف، عقلمند، ہر ایک شخص کا پسندیدہ

تھا، اس خالق بے نیاز کی آزمائش کے باعث اس آسمان حقہ باز نے بدبختی اور نحوست کا زمانہ اس پر بھیجدیا

غیرت آسمانی نے جہان کی لذتیں اور زندگانی کے آرام اس پر منغص کر دیئے، اس سیاہ روزگار نے بیقرار

دل کے ساتھ مسافرت اختیار کی۔ سایہ کی طرح سیاہ بختوں کی گودڑی پہن کر لمبا ارادہ کر کے عاجزانہ طور

پر اپنے وطن سے باہر نکل کر روانہ ہوا، بہت ساری تکالیف اور راحتیں دیکھ کر اور نامرادی کا شربت

چکھ کر ایک اقلیم میں پہنچ گیا، تا آنکہ اس کی لاچاری کی مدت اور بیقراری کی مہلت خدا تعالیٰ کے فضل سے

پوری ہو گئی۔

رباعی

سو زہر جفا دودھ کی طرح ہو جاتا ہے۔ سو کانٹا اس کے فضل سے باغ ہو جاتا ہے۔

سو رنگ بہار سردیوں کا موسم بن جاتا ہے۔ سو خوف ایکدم میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

اس ملک کا بادشاہ غریبوں کی پرورش کرنے والا، لوگوں کا قدر شناس، بلند خیال تھا، اس منشی بیچارہ

حقیر کو پروردگار کارساز نے اس بادشاہ کے دربار میں پہنچایا، اس کے غم کا سرمایہ تسلیم کیطرح ختم گیا،

اُسی وقت اُس مسکین کو امید دلادی ، اس کے طالع وفادار مددگار ہوئے ، بادشاہ نے اس کو بہت

نوازش کی ، اور اپنی حکومت کے کاروبار میں اس کو مختار کر دیا ، اس سے پہلے جو منتظمانِ حکومت اور مشیرانِ

کار تھے ، سب کو اس کے ماتحت کر دیا ، سب ارکانِ دولت اور دیوانِ معدلت سے اس کو بلند تر اور سردار

بنادیا ، اور تمام سرکاری کاموں میں اس کا اعتبار یہاں تک بڑھا کہ نکتہ چینیوں اور منشیوں کی زبان بند ہوگئی

شعر

زمانہ کے ہر طور پر اس نے شکر کیا اور آرام پایا ۔ مگر اس کی جان میں بیٹے کے ہجر کے غم کا کانٹا ضرور تھا ۔

اس کا بیٹا تین سالہ تھا جب اس جگر کے ٹکڑے کو چھوڑ کر اس طرف منہ کیا تھا ، وہ اس کے پیچھے جوانی

کو پہنچ گیا ، دونوں نے ایکدوسرے کو دیکھا نہیں تھا ، وہ برخوردار اپنے باپ کے دیکھنے کے لئے بیتاب

ہو گیا ، اس نے دو چار خدمتگار ہمراہ لئے ، اور زادِ سفر مہیا کر کے اُس طرف روانہ ہُوا ، اُس کے والد کو

بھی شفقتِ پدری جوش میں آئی ، اپنے فرزند کے ملنے کے لئے ہزاروں حیلوں اور وسیلوں سے بادشاہ سے

رخصت لی ، اور اس طرف سے وہ بھی روانہ ہو پڑا رباعی

شوق نے ہی دو نوجوان کی مہار پکڑی ہے ۔ درد و فراق نے اِس کو اور اُس کو پکڑ لیا ۔

وہ کون شخص ہے جوانِ دونو سے باہر ہے ۔ ہجر اور وصال نے دو نوجوان کو پکڑ لیا ہے ۔

منزلیں طے کرنے اور راستہ پورا کرنے کے بعد شام کے وقت آرام کرنے کے لئے ایک سرائے میں ڈیرہ کیا،
جو شاہی سڑک پر مسافر خانے بنے ہوئے تھے، جب رات سے آدھا پہر گزر گیا تو اُس دبیر کا بیٹا بھی اُسی
سرائے میں وارد ہوا۔

شعر

تقدیر نے مخالفت کی اور ان کے ملاپ بر کیا کیا — ایک جگہ پر (رہ کر) دونو ایکدوسرے کے حال سے بیخبر تھے

دن اور رات کے پیدا کرنے والے کے اسرار کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس نے کیا کیا ہے؟ اور کیا کرتا ہے؟
اور کیا کرے گا؟ جب ڈیڑھ پہر رات گذری تو خدا کی بے نیازی سے اُس کے بیٹے کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا،
اور دمبدم اور ساعت بساعت بڑھنے لگا، وہ بے چارہ مسافر پیٹ کے درد سے سخت تنگ ہو گیا، اور
بلند آواز سے چیخ و پکار کرنے لگا، چنانچہ اُس کے شور و غوغا سے سرائے کے سب مسافر بیزار و بیقرار ہو گئے،
دنیا دار ابن الغرض (غرض کے بیٹے) ہوتے ہیں، بغیر غرض کے کسی کو کوئی کب پوچھتا ہے کہ تجھے کیا
تکلیف ہے، بلکہ ہر ایک شخص اپنے طور بیزار ہو گیا، اُن سب میں سے اُس کا باپ جو بسبب حکومت کے
رعونت سے بدمزاج اور گندہ ضمیر ہو چکا تھا، اُس بیمار کے رونے چلانے سے بہت بے آرام ہوا، اور اس کے
دماغ میں نہایت خفگی پہنچی، اور اس کے حق میں سخت سست بیہودہ کلمات کہنے لگا، کہ یہ نالایق کمینہ
کہاں سے آ گیا، جس نے ہماری نیند کو خراب کر دیا۔ اسی حالت میں رات کے دو پہر اور بھی گذر گئے۔

شعر

ایک آدمی صحت چاہتا ہے دوسرا نیند چاہتا ہے
زمانہ نے دونو کو اُس رات عذاب میں گرفتار کردیا۔

رات کا تھوڑا حصہ ابھی باقی تھا کہ اُس بیچارہ کی جانِ عزیز جسم سے رخصت ہوگئی، اور خاموشی کا قفل اس کی زبان پر لگ گیا، سب لوگوں نے معلوم کر لیا کہ وہ مسافر جہان سے کوچ کر گیا، اس کے باپ نے بھی اُس کے مرنے کو غنیمت سمجھا اور شکر بجا لا کر کہا کہ یہ بھی ایک مصیبت تھی جو دفع ہو گئی، اب میں آرام کروں گا، اور البتہ ایک گھنٹہ سو جاؤں گا، چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد سورج مشرق سے باہر آیا، رات کا اندھیرا مغرب میں چھپ گیا، دنیا کے کام کاج کا بازار باغ کی طرح کھل گیا، دونو طرفوں کے نوکروں اور ملازموں نے باہم ایکدوسرے کو پہچان لیا، پھر تو اُس وقت اسقدر آہ و فغان اٹھا کہ آسمان کے گنبد میں شور مچ گیا، اس رونے پیٹنے کے غوغا سے اُس کا باپ بھی بیدار ہوا، جب رات والی حقیقت سے اطلاع پائی تو صدمہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پر محمد! اب وہ شخص جو اس نوبت پر پہنچا، اور اس کے بغیر خاک در خاک ہو گیا، اس وقت بھی یہی بیٹا تھا جس کے مرنے سے خوش ہوا تھا، اور اس کی موت کو غنیمت جانتا تھا۔

اس کا سبب اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ تمثیل اسی بات کے لئے ہے۔

رباعی

اس تمثیل کا مطلب بہت دور ہے۔ جب تو پہچانے تو تیری دلیل نور ہے۔

جب تو مطلب پائے تو تیرے سامنے مفلس بھی قیصر اور جمشید اور قباد اور فغفور ہے۔

اے پیر محمد! اس وقت اس کے دل میں دعوے نہ تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، جب اس نے جان لیا۔ دعوی کی ہستی اس کے دل میں قائم ہو گئی کہ یہ میرا بیٹا تھا، اس وقت اس کی محبت کی آگ مشتعل ہوئی اور اس کو جلا دیا، اگر آدمی کسی چیز کو بیگانہ جانے تو اس کے لئے دیوانہ نہیں ہو سکتا، اور اسکے ہونے سے خوش اور نہ ہونے سے غمگین نہیں ہوتا، جب دعوے کی ہستی نے صورت پکڑی کہ یہ چیز میری ہے اس وقت اس کی محبت میں گرفتار ہوا۔ اور اس کی خوشی اور تکلیف میں پریشان ہوا۔

شعر

(دعوی) کبھی ہنستا ہے اور کبھی رلاتا ہے۔ اسی غفلت میں تیری عمر کے دن گذار دیتا ہے۔

یعنی کسی چیز کے اپنے پاس ہونے اور اس کے زیادہ ہونے سے ہنستا ہے (خوش ہوتا ہے) اور اسکے اپنے پاس سے چلے جانے اور اس کے کم ہونے سے روتا ہے، انہیں دونو کاموں میں زندگی ختم ہو جاتی ہے

اور جہان فانی کے نشانات ظاہر ہو جاتے ہیں، یعنی دیکھنے کی قوت، اور سننے کی قوت، اور جسمانی طاقت

سب نافرمان ہو جاتی ہیں، بالوں کی سفیدی اور چہرے کی بے رونقی، اور اپنے آپ کی نامقبولی، اور

جہان کی بیوفائی، اور خویشوں کی بے اتفاقی، اور دوستوں کی جدائی جو کہ آثار موت سے ہیں سب سامنے

آجاتی ہیں، اور یہ کمینہ ابھی انہیں کا ہمسایہ بنتا ہے، ان کی فریب کاری اور ناموافقت دیکھ کر

پھر بھی دعوے کو نہیں چھوڑتا۔

رباعی

دعوی کا نقش زہر ہے جو دل سے نہیں جا سکتا۔ عقلمندوں اور بیوقوفوں سے بھی نہیں جا سکتا

خواہ سمندر کے پانی سے اس کو دھوئے۔ زندگی میں تو کیا کہوں (قبر) کی مٹی سے بھی نہیں جا سکتا

اس کی زندگی میں دنیا اس سے چلی جاتی ہے، مگر یہ دنیا کا کتا دنیا کا دروازہ چھوڑ کر نہیں جاتا

اپنا نامہ اعمال سیاہ کر کے اور دونو جہان تباہ کر کے اسی حالت میں مر جاتا ہے مگر دنیا کو ترک نہیں کرتا۔

اے پیر محمد! تمہارا یہ سوال کہ حب دنیا کیا چیز ہے؟ اور اس کا جسم و صورت کیا ہے؟ جان لو

کہ حب دنیا کی ہستی دعوے ہے، اور دعوی کی ہستی سراب کی طرح ہے، کہ دور سے پانی نظر آتا ہے

اور پیاسوں کا دل کھینچ لیتا ہے، حالانکہ خود وہ کوئی چیز نہیں، جو شخص اس کے پیچھے دوڑا وہ ہرگز

مطلب کو نہ پہنچا، اور اخیر پیاسا مرا اور افسوس ساتھ لے گیا، سراب کو پانی دیکھنا نظر کی بیوقوفی ہے۔

اور فانی کو باقی جاننا، اور اس کے پیچھے دوڑنا دل کی بیوقوفی ہے۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! دنیا اور دعوئے دنیا، بغیر کسی شک وشبہ کے سراب ہے، اور اس کا طلب کرنیوالا بالکل ناکام ہے۔

رباعی

دعویٰ کی ہستی تیری ہستی کو خراب کردے گی۔ تم نیست ہو ہستی تمہارے لئے عذاب ہے۔

اے درویش صحیح آنکھ سے اس کی اصلیت دیکھو۔ اس نقش سراب کے گرد پانی سمجھ کر نہ پھرو۔

شعر

جان لو کہ یہ (دنیا) نجاست ہے جس کے گرد سونا لپیٹا ہوا ہے، فریب دینے والی دشمن اور مردود ہے۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! کوشش کرو، اس راستہ پر نگاہ کر کے نابود کے دعوئے کو نابود جان کر اس دعوئے کو مٹادو، اور خالق حیّ القیوم کو موجود جان کر اس کے طالب بنو، اور اس کے سامنے سجدہ میں رہو، سب آفات سے خلاصی پا جاؤ گے، اور سب سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے سالکوں اور خدا پرستوں کے اذکار کھولنے والے۔ اے مجذوبوں اور مستواروں کے اسرار جاننے والے۔ اے مفلسوں اور ٹوٹے دلوں کی حاجتیں برلانے والے، اے عاجزوں اور ناتوانوں کی مرادیں پوری کرنے والے، یہ تو مقرر و معلوم ہو گیا کہ دعوٰے سراسر دل کا خیال ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ خیال کے بنانے والا یا لانے والا یہ دل ہے جو گوشت کا ٹکڑا ہے جو سیب یا بیگن کی طرح جسم کے اندر لٹکا ہوا ہے یا دل کوئی اور چیز ہے؟

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

مثنوی

اے طالب مجھ سے یہ روایت سنو!	میں ایک درویش سے یہ حکایت بیان کرتا ہوں
کہ وہ درویش اپنے زمانہ میں عقدہ کشا تھا۔	صاحب کمال اور عارف وصاف باطن تھا۔
یہ پانچوں حواس باہم جھگڑتے ہوئے۔	اس کے پاس انصاف کے لئے حاضر ہوئے۔

کہ ہم ہر ایک اپنے اپنے طور پر بلند ہیں ۔ اپنے اپنے کام میں جہان کو پسند ہیں ۔

لیکن ہم میں سے لائق اور بہتر کون ہے ؟ یہ بتا دو کہ ہم میں سے سردار کون ہے ؟

جب اُس پیر نے ان کی یہ بحث سنی ۔ تو بڑی تدبیر سے تقریر کرتے ہوئے جواب دیا ۔

اے اس جسم فانی کے سرمایہ ۔ آپس میں تمہارا ایکدوسرے پر فخر کرنا اس جہان میں ہے ۔

ایک صلاح میں تم کو سمجھاتا ہوں ۔ ایک راستہ دکھاتا ہوں اس پر چلو ۔

سب نے اس کی نصیحت کو قبول کر لیا ۔ اُس کے موتی پرونے کو پسند کر لیا ۔

اس نے قوت بینائی کو کہا کہ مجھ سے سیکھ لو ۔ جسم سے پانچ چھ روز تک چلی جاؤ ۔

اس مرد کے حکم سے وہ جسم سے چلی گئی ۔ اسی وقت جسم بے نور اور پُردرد بن گیا ۔

جب وہ مقرر دن گذر گئے ۔ تو بینائی واپس آگئی ۔

جسم سے پوچھا کہ میرے بسوا تم کسطرح رہے ؟ اس نے کہا اندھوں کی طرح عاجز رہے ۔

اس کے بعد قوت شنوائی کو جدا کر دیا ۔ اُس مرد خدا نے اپنی حکمت و صنعت سے ۔

جب شنوائی اپنے اقرار پر واپس آئی ۔ جسم میں آکر سب کاروبار سے پوچھا ۔

کہ میرے بغیر تم پر کسطرح گذری ۔ اس نے کہا دیوار کی طرح کچھ نہ سُن سکتا تھا ۔

اس کے بعد جسم سے قوتِ گویائی نے سفر کیا ۔ مطالعہ اور گفتگو اس سے دور کر دی ۔

چند عرصہ کے بعد اس کا سفر بھی ختم ہوا ۔ ہجر اور فراق دونو سے چلا گیا ۔

تو جسم سے پوچھا کہ اے ہوش والے ! میرے بعد تم کیسے رہے ؟ اس نے کہا بالکل عجیب ۔

اس کے بعد ہوش اور تدبیر رخصت ہو گئی ۔ اس انصاف والے بزرگ کے کہنے کے مطابق ۔

جب پھر جسم میں ہوش (عقل) واپس آئی ۔ اس سے حالات کی جستجو کی ۔

کہ میرے بغیر تمہارے دن کیسے گذرے ؟ اس نے کہا مجنوں کی طرح دیوانگی میں گذرے ۔

اس کے بعد جان کو کہا کہ اے دانا ۔ تو بھی جسم سے سامانِ سفر باندھ ۔

جب جان نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا ۔ اور اس جسم کے باشندوں کو خبر ہوئی ۔

ظاہری اور باطنی حواس کو ۔ بے دینوں اور دین والوں کو ۔

جھوٹ اور حرص اور دعوے اور کینہ کو ۔ فریب اور بخل وغیرہ سب اندھوں کو ۔

حیا اور سچائی اور یقین اور پرہیزگاری کو ۔ ان سب اخلاص والوں اور حق پرستوں کو ۔

رونے پیٹنے سے سب شور و واویلا کرنے لگے ۔ اس خضر طبع جان کے آگے فریاد کرنے لگے ۔

سب نے اس کو کہا کہ یہ ہماری بے وقوفی ہے ۔ تیرے چلے جانے سے ہم سب کا کوچ ہے ۔

اگر ہمارا یہ پیشوا (جان) جسم میں نہ رہے۔ تو پھر ہم میں سے کوئی بھی نہ رہے، نہ یہ مٹی رہے

اُس وقت سب کو انصاف سے کہا۔ اس بزرگ صاف باطن نے۔

تمہارا سب کا جنونِ دل برا تھا۔ اب تم سے خود ہی فیصلہ صادر ہو گیا۔

تم سب بالکل احمق ہو۔ جان کے بغیر ہر جگہ نامقبول ہو۔

بیشک تم ناچیز اور نابود ہو۔ تم سب اس ذات کی صفتیں ہو۔

تم ذرہ کی طرح اور وہ (جان) آفتاب ہے۔ یہ سب ہیر پھیر اُسی آفتاب کے جلوہ سے ہے۔

جب حضرت گنج بخش نے یہ اظہار کیا۔ اُسوقت حضرت بیچیار کو یہ فرمایا۔

جان اور نفس اور روح اور دل ایک ہی چیز ہے۔ کاموں کے باعث اس کے لقب بہت بن گئے۔

اسی کو دل جانو جو بندہ کی روح ہے۔ یہ دل نہیں جو جسم میں گندہ گوشت ہے۔

جب یہ دنیا سے دل پھیر لیتا ہے۔ تو ولی، پارسا، پاک، نیکوکار ہو جاتا ہے۔

جب یہ بیوفا، ٹیڑھا چلنے والا، اور برے خیال والا ہو جاتا ہے، تو یہی نفس کافر ظالم بددین ہو جاتا ہے

جب یہ خیرہ ہو جاوے اور دعوے کرنے سے بیدین ہو جاوے، تو اسی دل میں سو شیطان پیدا ہو جاتے ہیں

جب یہ بینا ہو جاوے تو خود کو خدا دیکھ لیتا ہے، آب و گل کی قید سے اپنے آپ کو جدا دیکھتا ہے۔

سنو دل کی صورت اسی طرح ہے۔ نیک بختی اور بدبختی سب اسی میں ہے۔

تو ہی وہ دل ہے جو مجھ سے دل کی حقیقت پوچھتا ہے، کبھی زمین پر ہے اور کبھی عرش و کرسی پر۔

تجھ کو دل کا ہونا بہت پیارا ہے۔ تو ہی وہ دل ہے جو پوچھتا ہے کہ دل کیا چیز ہے!

تو اپنے آپ سے بے خبر ہے خبر حاصل کر۔ تو شبہ سے اس بات کو دل میں جگہ دے۔

غزل

خیال اصل میں کیا چیز ہے؟ خیال کی بنیاد دیکھو۔ خیال کو کیا طاقت ہے کہ اپنے خیال کی پہچان کرے۔

جب ہوش سے دیکھتا ہوں تو خیال کوئی چیز نہیں مگر اس خیال سے گذرنے کا خیال کرنا مشکل ہے۔

اگر خیال دلوں کی مہار کو قابو نہ کرے۔ تو ہجر اور وصال کی دلیل ظاہر نہیں ہو سکتی۔

جب یہ خیال حرص کی طرف چلا جاوے۔ تو دولت دنیا اور تمام جاہ و جلال پیارا نظر آتا ہے۔

عشق کے جنون میں دل خراب اور دیوانہ ہو جاتا ہے جب جمالِ حقیقی کی زلف میں یہ خیال قید ہو جاوے

دل صاف ہو جاتا ہے اور فنافی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، جب رضا کی تلوار سے خیال حلال ہو جاوے

جس کی طرف جاوے اسی کی صورت پر ہو جاتا ہے اگر خیال اس مقام میں زوال نہ پکڑے۔

اپنی ہستی کے جلال کو خیال اپنا آپ دیکھتا ہے۔ جب خیال کو اس رتبہ میں کمال خیال ہو جاوے

یہ خیال جناب غوث الاعظم کا خیال ہے۔ اے درویش! میں نے ہزار بار خیال میں دیکھا ہے

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے عاشقوں کے سرگروہ، اور اے عارفوں کے سردار، بلند ستارے والے، اور غریبوں کی پرورش کرنے والے، اپنے آپ کو خود کسطرح دیکھا جا سکتا ہے، اور نہ دیکھی ہوئی چیز کو کسطرح سمجھا جا سکتا ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! بصارت کی آنکھیں جو ظاہر کا نور رکھتی ہیں، ان کے ذریعہ سے تمام جہان کے باغ کو عام طور پر دیکھا جاتا ہے، ان میں سرمہ کا ہونا ضروری ہے، ان سے اگر اپنے آپ کو دیکھنا چاہے تو شیشہ کے وسیلہ سے دیکھ سکتا ہے۔ (اسی طرح) جو دل (کا شیشہ) غبار سے گرد آلودہ ہے وہ صفائی کے نور سے بے بہرہ ہے، بصیرت کی روشنائی اس میں نہیں ہو سکتی۔

اے پیر محمد! دل اپنے آپ کو خود ہی دیکھنے والا اور دکھانے والا، اور بھرنے والا اور بھرانے والا ہے، جب یہ مشغول ہو جاتا ہے، اور بینائی کو قبول کر لیتا ہے، اس میں فوائد کے حاصل

کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے ، اسوقت اپنے آپ کو اپنے آپ میں دیکھتا ہے ، چاہیئے کہ دل کے

شیشہ کو کمال تسلی سے افعالِ (حمیدہ) سے صقل کر کے دُر افشان اور زر افشان بناؤ ، اسوقت اپنے

آپ کو اپنے آپ میں دیکھ سکوگے ، اور مراد کو پالوگے ۔

رباعی

جب عشق کی گرمی سے تن حمام کی طرح ہو جاتا ہے ، دل جسم میں صاف پانی چہرہ محبوب کیطرح ہو جاتا ہے

اس کو شیشہ بناؤ اپنے چہرہ کو خود دیکھو ۔ تاکہ مراد کا پرندہ تمہارے دام میں آجائے ۔

سوال

حضرت پیر محمد نے حضرت گنج بخش جیو کی خدمت میں سوال کیا ۔

شعر

اے وہ کہ آپ کا نور نگاہ مسیح کی نظر کی طرح ہے ۔ بزرگی میں آب حیات سے بڑھ کر ہیں ۔

وہ طور اور طریقے کونسے ہیں جو صقل کی خاصیت رکھتے ہیں ، اور جو دل کے

زنگار کو صاف کرتے ہیں ، اور وہ بے مثال افعال کونسے ہیں ، کہ اس سوال

کو مقصود تک پہنچا دیں ۔

جواب

حضرت گنج بخش جیونے فرمایا۔

اے پیر محمد: جیسا کہ برے افعال دل کو سیاہ کرنے والے ہیں، اسی طرح نیک کام اسکو صفائی دینے والے ہیں، مثل سچائی اور صبر اور اہل دلی اور پردہ پوشی اور اخلاص اور پرہیز گاری اور سخاوت اور عبادت کے، یہ سب کام دل کو روشنی بخشنے والے ہیں۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے میرے قبلہ گاہ ان تمام افعال کے احوال جدا جدا مفصل بیان فرمادیں کہ ان کی حد کمال کہاں تک ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیونے فرمایا۔

شعر

اپنے مہربانی سے طالب کو فرمایا۔ مجھ سے ہر ایک وصف کا کمال سن لو۔

ایک شخص شیشہ گر ملک باختر میں رہتا تھا، نوجوان، اس کا قد باغ کے سرو کی طرح، درویشوں

کی مجلس میں بیٹھنے والا، طالبانِ حق سے تھا، دنیاوی کاموں سے نفرت کر کے، معرفت الٰہی حاصل کرنے

کے واسطے جنگل میں چلا گیا، اور اس چرخ دوّار کے نیچے بیقراری میں بہت زمانہ گذارا، ایکدن ایک

درویش آزاد طبع کو دور سے دیکھا، اور خدا کا پیارا جان کر اُس کے پیچھے دوڑا، فقیر روشنضمیر اُس

طلبگارِ بے اختیار کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا، جوان اس کی خدمت میں پہنچ کر قدمبوسی بجا لایا، اور اپنے

گذشتہ احوال اظہار کئے، اور ہاتھ جوڑ کر آئندہ کے لئے بھی کچھ عرض کیا، اور نہایت عاجزی سے فقیر کو

آگاہ کیا، فقیر نے اس کا مطلب معلوم کر کے اُس جوان کو کہا۔

رباعی

جس کام میں تم ہو یہ بے وفاؤں کا کام نہیں۔ ایسے مرتبے کمینوں اور نالائقوں کے لئے نہیں

اس رستے میں وہ شخص قدم رکھتا ہے جو فراخ دل ہے بادشاہی کا غرور اور دولت بینواؤں کیلئے نہیں

اے جوان! دنیا کے سر پر مٹی ڈالنا اور اپنے آپ کو اس سے بیگانہ بنانا بہت مشکل ہے، دعوے کی زنجیر کو

توڑنا، اور کمر باندھ کر اس جگہ میں داخل ہونا آسان نہیں، اے جوان تم کون ہو؟ اور کہاں سے ہو؟

کیا نام ہے؟ کس کے بیٹے ہو؟ جوان نے کہا میرا نام جعفر، مکان باختر ہے، لیکن میرا باپ مجھے معلوم

نہیں کہ کون شخص ہے، وہ شخص جو میرا باپ مشہور ہے وہ تو مجھے معلوم ہے، لیکن اصلی راز جو پردۂ غیب

میں ہے اس کو خدا جانتا ہے یا میری والدہ جانتی ہے کہ وہ فلاں شخص ہے، اگر فرمادیں تو والدہ کے

پاس جاکر اس سے پوچھ کر پھر آکر آپ کو بتا سکتا ہوں، فقیر نے کہا جاؤ، وہ جوان فقیر سے رخصت لے کر

والدہ کے پاس پہنچا، اور ساری حقیقت بتا کر اس کا جواب پوچھا، والدہ نے کہا اے فرزند آج میرا

کھانا پانی ختم ہو گیا، اور زندگی کی امید ٹوٹ گئی، سچ کہنا ہی بہتر ہے، میں جوانی میں بدکار

اور بے حیا تھی۔

رباعی

میرا جسم سرو کی طرح سیدھا اور لاڈلا تھا۔ میں بہت خوبصورت اور چاند کے ماتھے والی تھی۔

میری زلف کی زنجیر، اور مژگان کے تیر ہزاروں کے دلوں میں جگہ پکڑ چکے تھے۔

اس زمانہ میں شہوانی لوگ بیشمار مجھ پر فریفتہ و مبتلا ہو کر آتے تھے، جیسے مکھیاں اور کیڑے شہد

پر آگرتے ہیں، مجھے معلوم اور مقرر نہیں کہ ان میں سے تیرا باپ کون ہے؛ وہ جوان اپنی والدہ سے جواب

حاصل کر کے واپس گیا، اور درویش کی خدمت میں پہنچکر والدہ کا بتایا کہہ سنایا، فقیر بہت مہربان ہو گیا،

اور اس کی تعریف کر کے جوان کو کہا تجھ پر اور تیری والدہ پر آفرین ہے، تو سچ بولنے والا ہے، اور سچ

بولنے والی کے پیٹ سے ہے، خدا کی رحمت اور یہ دائمی دولت تیرے نصیب ہو گی، آمیں تجھے اس

راستہ پر چلنے والوں کا طریقہ، اور صاحب دلوں کے راز سکھلاؤں، اور بھیدوں کے خزانہ کا راستہ دکھلاؤں

رباعی

جب سچائی کا چراغ روشن ہو۔ اس کا نور چھپے ہوئے دل کو بھی دیتا ہے۔

جھوٹ ایک ایسی سخت آگ ہے۔ جو کہ ایمان کے بیج اور جڑھ کو جلا دیتی ہے۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد۔ سچائی ایسی ہی چاہیے تاکہ دل کی سیاہی کو دُور کرے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے حکمت میں افلاطون کے پیشوا، اور فطرت میں ارسطو کے رہنما، اور توحید میں مجنون کے استاد، اور معرفت میں ذوالنون کے مقتدا، اس حکایت میں آپ نے صادقوں کی اچھی حقیقت ظاہر فرمائی ہے، جس سے دل کی کلی پھول کی طرح کھل گئی ہے، اے مشکلوں کے کھولنے والے، جس طرح آپ نے اس خاکپا پر ظاہری اور باطنی مہربانی فرمائی ہے اسی طرح صبر کی حقیقت کو علیحدہ بیان فرما دیں، تاکہ میرے جیسے تھوڑے عقل والے اور کم فہم لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں، اور ان میں نورانیت ظاہر ہو جاوے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! صبر ایک گوہر بے بہا اور جوہر بے انتہا ہے۔ اس کے سوا نیکی کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ سعادت کا تمغہ ہر کمینہ کو نہیں مل سکتا۔

رباعی

وزارت کے کاروبار کی تدبیر کرنے کی بری خوواوں کو کیا خبر؟ دیوان خانہ میں بیٹھنے کی وحشیوں کو کیا خبر؟

ان لوگوں کو کوئی ہوش نہیں۔ شہباز کی بلند پروازی سے چوہے کو کیا خبر؟

اس صبر کی حالت پر استقلال کرنے سے ایک طاقت حاصل ہوتی ہے۔

رباعی

اگر کسی کام میں صبر کیا جاوے۔ تو مقلد کو محقق بنا دیتا ہے۔

صبر میں ایسی خاصیت ہے۔ کہ انسان چاندی سے سونا بن جاتا ہے۔

اس دلیل پر میں ایک خاص تمثیل تم کو بتاتا ہوں، سنو اور آگاہ رہو۔

ایک شخص زمیندار کشمیر جنت نظیر میں رہتا تھا، اپنے گاؤں کا سردار اور اپنے علاقہ کا مختار تھا،

اُس کا وقت اچھا گذرتا تھا، اور عمر لمبی رکھتا تھا، اس کے گیارہ بیٹے تھے، سب بیاہے ہوئے اور دلشاد تھے، اُس مرد کی بیوی ضعیفہ تھی، سب بیٹوں کی عورتوں سے مہربانی اور محبت کرتی تھی لیکن ایک بہو سے بے وجہ اور بے سبب بیزاری رکھتی تھی، اور تکبر کے باعث اس کو خوار رکھتی تھی۔ اور گھر کے وہ کام کاج جو بہت سخت ہوتے ہیں، مثل چکی پیسنے اور کوٹنے کے، وہ اُس سے کرواتی اس کا خیال تھا کہ تنگ آکر یہاں سے چلی جاوے، وہ عورت اپنی ساس کے فرمان میں رہتی، لیکن اُس کا ارادہ تھا کہ یہ جہان میں آرام نہ پکڑے، وہ بہو کے ساتھ سخت بغض رکھتی، اپنی اس کمینہ حرکت سے باز نہ آتی، اور اس کو ذلیل کرنے کے کئی حیلے تلاش کرتی، لیکن بہو مسکین اس کے ظلم کو برداشت کرتی۔

شعر

وہ عورت بے حیا اُس کے دل کو توڑتی۔ کیونکہ اُس کے تنگ ہونے میں وہ خوشی پاتی تھی۔

بہو کے دور کرنے کے لئے اُس نے کئی حیلے بنائے اور بہت فریب کاریاں کیں، مگر وہ صابرہ پاؤں سے نہ اُکھڑی اور نہ کبھی سر اٹھایا، اور نہ کبھی کچھ کہا، اُس ظالمہ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کیسی پتھر ہے کہ کسی لڑائی جھگڑے سے زخمی نہیں ہوتی، اور اس کا پائے ثبات نہیں پھسلتا، اس کو بھوک سے تنگ کرنا چاہیے، پھر تو خراب ہو کر خود بخود چلی جائے گی۔

رباعی

جب آدمی پیٹ سے خالی ہوتا ہے. تو اس کا صبر اور ایمان وعقل چلا جاتا ہے.

یہ بہت اچھی بات ہے کہ فاقہ میں اگر جان دے دے لیکن بے شرم نہ ہو.

اس کا فرل والی نے اس عاجز منش کے ساتھ بے دینی کا قاعدہ اختیار کیا، وہ یہ کہ تمام پہاڑ کے باشندوں اور کاشمیریوں کی غذا دن رات چاول ہی ہوتی ہے، دونو وقت جب اس کو کھانے کے لئے چاول دیتی تو دو سیر کے قریب ایک پتھر اس کے کاسہ میں رکھ کر اس کے اوپر تھوڑے سے چاول ڈال کر پتھر کو چھپا دیتی، یہ فریب اس نے لوگوں سے شرمندگی کے باعث بنایا تھا کہ کہیں تھوڑا طعام دیکھ کر ملامت نہ کریں، وہ بہو نیک نہاد تھی، اپنی قسمت پر شاکر رہتی، ہمیشہ صبر کو اختیار کیا، اس اس نیش کو نوش جان کر استعمال کرتی.

رباعی

اے درویش! صبر کرنا ہر کسی کا کام نہیں. یہ سونا وایس کرنے کے قابل نہیں.

اس سے دائمی راحت حاصل ہوتی ہے. سختی اور غم ایک دم سے زیادہ نہیں.

اسیطرح بہو نے فاقہ کشی میں دس سال کی مدت گذار دی، اور اپنی یہ تکلیف کسی عورت یا مرد سے بیان نہ کی، اور زمانہ کی مکاری کا حال کسی اپنے یا پرائے سے بال جتنا بھی ظاہر نہ کیا، اور اپنے دل میں

یہ پختہ نقش باندھ لیا، کہ دنیا ایک سرائے ہے جس طرح بھی گذری گذر جائے گی ، ایک رات اُس بڑھیا نے ہر ایک کا کھانا ان کے کاسوں میں ڈال کران کو دیا حکیم ازلی کی حکمت سے اس عاجزہ کے کاسہ میں ایک کالا سانپ سردی سے ٹھٹھرا ہوا پیچ مار کر بیٹھا ہوا تھا، دونو کا یہی خیال تھا کہ وہی پتھر ہے جو روزانہ ہوا کرتا ہے ۔ بڑھیا نے اُس پر معمول دیرینہ کے مطابق تھوڑا سا کھانا ڈال کر اس کو دیا، وہ اپنی جگہ پر بیٹھی تھی ، جب کھانے کے لئے کاسہ میں ہاتھ ڈالا تو سانپ نے حرکت کی اس کے دل میں خوف آگیا اور اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا، تلاش و تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سانپ ہے، اس وقت نہایت متاسف ہوئی، اور دس سال کے بعد زبان سے آہ باہر نکالی، اور سانپ کو مخاطب ہو کر کہا۔

رباعی

میرے بنانے والے نے میری ساری عمر قید میں تمام کردی ، رزق دینے والے نے نمک کیطرح میری قسمت میں کھایا گیا اے بے انصاف سانپ تو نے میرے ساتھ اب کیا کیا ، یہ چند دانے بھی مجھ پر حرام کر دیئے ۔

یہ کلام جو بے اختیار اس کے دل کا بخار اس سے ظاہر ہوا ، بعینہٖ اُس کے شُسر کے کان میں پڑا ، یہ درد آلودہ باتیں سنکر اس کے دل سے دھواں سا نکلا ، اور اُس مظلومہ غمگین سے پوچھا ، اے بیٹی یہ کیا کہا ہے؟ پھر کہو ، چند بار اس سے پوچھا ، مگر وہ اہل دل مٹی کی طرح ایسی چپ ہوئی کہ

اُس سے کوئی آواز نہ نکلی، اس مرد نیک نہاد نے زندگی کو فانی سمجھا ہوا تھا، اپنے دل میں نہایت متفکر اور بہت غمناک ہوا، اپنے ہاتھ میں چراغ لے کر اُس کے پاس جاکر اُس کے حال کی تشخیص کرنے لگا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیاہ سانپ کاسہ میں بیٹھا ہے، اور اس کے اوپر تھوڑا سا کھانا پڑا ہے، اس مرد نے یہ راز دیکھ کر سر نیچا کر لیا، اور حیران ہو گیا، اور یہ اسرار سب پر کھُل گیا، ایک ساعت کے بعد اپنی عورت سے جو فساد کا ٹکڑا تھی پوچھا کہ اے زمانہ میں مست رہنے والی، تیری زندگی کی میعاد تو اخیر تک پہنچ چکی ہے، اور اب تو قبر کے کنارہ پر آچکی ہے، سچ سچ کہہ کہ یہ کیا بھید ہے؟ ورنہ تو اندھی اور کالا منہ لے کر خدا کی درگاہ میں حاضر ہو گی، اسوقت خداوند تعالےٰ کی ہیبت و جلالیت اس نابکار کے دل میں پڑ گئی، وہ احوال جو دس سال سے اُس نے مخفی رکھے ہوئے تھے ان کا دروازہ کھول دیا۔ **رباعی**

برے خیال اور برائی کی محبت سے۔ اس وقت دل کو پاک اور صاف کیا۔

جو کہ دس سال سے اس کے بغض کا ورد رکھتی تھی۔ اول سے آخر تک سب بیان کر دیا۔

جب اُس بڈھے مرادمند نے اس ساری روئداد سے واقفیت پائی، افسوس سے اس کے بال بال اور رگ رگ میں کیسی کیسی ظاہر ہوئی، خدا تعالیٰ کی قہاری سے ڈرا، اُس عاجزہ کے صبر اور بزرگی

پر ایمان لاکر اس کے پاؤں پر گر پڑا، اور عاجزانہ طور پر زبان کھول کر اس سے معافی طلب کی اور کہا

غزل

تو بیشک پاکیزہ ہے اور ہم گنہ گار ہیں۔ تو رحمت کا بادل ہے اور ہم زیانکار ہیں۔

تو سیدھے راستہ پر ہے اور ہم ٹیڑھے جا رہے ہیں، تو سرو آزاد ہے اور ہم بھاری بوجھ اٹھانے والے ہیں

تو بے زبان ہے اور ہم احمق ہیں۔ تو اپنے حال پر صبر کرنے والی ہے اور ہم ظالم ہیں

تو پردہ ڈھانپنے والی ہے، اور ہم پردہ پھاڑنے والے ہیں، تو دل کو آرام دینے والی اور ہم تکلیف دینے والے کتے ہیں

ہر کام میں ہم بدکار ہیں۔ تو ہر لحاظ سے شریف اور نیکوکار ہے۔

تو ایک تن ہے اور دونو جہان میں بہتر ہے۔ اور ہم سارے ہی بخیل اور لعنتی اور خوار ہیں۔

تو ایک تن ہے اور صبر میں کامل ہے۔ اور ہم سارے ناقص اور بدکردار ہیں۔

ہماری دلیل راہ کجروی اور کج اندیشی ہے۔ تیری دلیل سراسر خدا کی رضامندی ہے۔

ہم سب سوئے ہوئے اور مرے ہوئے ہیں۔ تو خبردار، جاگنے والی اور زندہ ہے۔

ہم سب لالچی اور بے نور ہیں۔ تو صبر سے نوروں کی کان ہے۔

تو زمانہ کے فریب سے فارغ ہے۔ ہم اس چکر کاٹنے والے آسمان کے قیدی ہیں۔

ہم اپنی بدکاری کی وجہ سے بیکار ہو گئے ہیں۔ اگر تو ہمارا ہاتھ پکڑے تو ہم قابل ہو سکتے ہیں۔

وہ بد قسمتی جو ہمارے ہاتھوں تجھ پر ہو چکی ہے۔ ہم جیسا کون جلاد اور ظالم ہو سکتا ہے۔

خداوند کریم نے اپنے بزرگ ہاتھ سے تجھ کو عطا کی ہے، نیکی کی چادر جو تجھ پر لائق تر ہے۔

ہم بقدر طور پر کالے منہ والے ہیں، تو خدا کے نام پر بخشش کے پانی سے دھو ڈال۔

اے درویش صبر ایک ایسی چیز ہے کہ ایک ناچیز کا خریدار ہر شخص کو بنا دیتی ہے

اس بوڑھے مرد نے نہایت معذرت کی، اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اور کہا۔

شعر

یہ سب گھر بار ہم نے تجھ کو دے دیا۔ جس کو چاہو مختاری دو یا نہ دو۔

ہمارا سب سرمایہ تیرے سایہ میں خیر و عافیت میں رہے گا، جب اس صابرہ نے وہ پُر اخلاص کلام

ان سے سنا تو ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی، اور کہا۔ اے صاف ضمیر بوڑھے! میں تیری اور تیرے

بیٹے کی زر خریدہ غلام اور خدمتگار ہوں، اگر تم خدا کی قہاری اور غیرت سے ڈرتے ہو تو اسی کی درگاہ

میں سر بسجود ہو کر اپنے گناہوں کے عذر پیش کرو، اور مغفرت طلب کرو تو بہت مناسب اور بہتر ہوگا،

ورنہ میں تو غلام ہوں اور غلام کو انتقام کا دعوٰے ہرگز نہیں ہو سکتا، مہربانی کی مرہم سے زخم کے بھر جانے

کی امید رکھنا سعادت کا موجب ہے، اور یہ جو تم گھر کے کاروبار کی تمام مختاری مجھ کو دیتے ہو یہ

مرتبہ مجھ سے بلند تر ہے، میں بے مقدار اس کام کے لائق نہیں ہوں، اگر تم مہربانی و نوازش میرے

حال پر کرنا چاہتے ہو تو اس طریقہ پر کرو کہ خدا تعالےٰ کے نام پر اپنی رضا و رغبت سے نکاح کی

زنجیر سے مجھے خلاصی بخشو تاکہ میں تنہائی میں خلق سے جدائی اختیار کر کے، خدا تعالےٰ سے آشنائی

کر کے بیٹھ جاؤں، اور تمہارے حق میں بھی دعا کروں، اور یہ زندگی شرمندگی میں نہ بسر کروں، جو

دم باقی ہے یہ بندگی میں ختم کروں، اُس بوڑھے نے اُس کا جواب سنکر اور اس کا مطلب سمجھ کر

اُس وقت اس کی ہمت پر آفرین کی، اور خوش بخوشی فراخدلی سے اس کو رخصت کر دیا، اور اس سے

کوئی دعوےٰ نہ رکھا، وہ صابرہ آزاد ہو کر وہاں سے رخصت ہوئی، دریا کے کنارہ پر پہنچ کر

عاجزی کا لباس پہن کر، اور نامرادی کا شربت پی کر، بے ساز و سامان کُٹیا میں آرام پذیر ہوئی

اور فانی زیبائش اور دنیاوی ستائیش کو چھوڑ کر عبادت الٰہی میں بیٹھ گئی، تھوڑے ہی عرصہ کے بعد

جان کو جان آفرین کے سپرد کیا، اور موت کے شاہراہ پر قدم رکھا، اسی وقت تمام کشمیر میں مشہور

ہو گیا، کہ فلاں عورت کا دنیا سے کوچ ہو گیا، ہندو مسلمان مردوں اور عورتوں نے تحسین و

آفرین کی زبان کھولی، اور اس کا نام حبہ خاتون رکھا، اور اس کی آخری زیارت کو دائمی

صبر کا پھل اور صبر کا کمال اس کلام سے بدرجہ اتم سمجھ میں آیا کہ دِل کا جوہر موتیوں کی طرح چمک

اٹھا، اب صداقت (یقین) کے سمندر، اور عقیدت کے دریا کی، ایک موج کی حقیقت بیان فرماویں

کہ ہم اس راہ سے بھی واقف ہو جاویں، اور فیض پانے والے ہوں۔

جواب

حضرت گنج بخش جیونے فرمایا۔

اے پیر محمد، تو نے سوال درویشانہ اور خیال مردانہ پیش کیا ہے۔

رباعی

حضرت نے فرمایا۔ اے سمجھدار مجھ سے سنو! آدمی میں بہت ساری خصلتیں ہیں۔

سب میں سے صدق (یقین) بادشاہ اور سلطان ہے، اس کے سوا دوسرے سب بے کار ہیں۔

صدق (یقین) معرفت کے خیمہ کی میخ ہے، اور ایمان کے درخت کی جڑ ہے، دوسری نیک خصلتیں

اور سب اچھی فضیلتیں رشتوں کی مثل ہیں، اور پھلوں پھولوں کی طرح ہیں، چند باتیں اس کے متعلق

ایک راسخ الاعتقاد صدق والے سے میں بیان کرتا ہوں، خبردار ہو، اور اس پر عمل پیرا ہو کر اسکی

لذت پاؤ، اور اس کا فائدہ دیکھو۔

مثنوی

ایران میں ایک تخت و تاج کا مالک تھا۔ زور حکومت سے سب لوگوں سے خراج حاصل کرتا تھا

سب بادشاہ اس کے زیر حکم تھے۔ اس کے نام پر زمین بوسی کرتے تھے۔

اس سے لوہا اور سخت پتھر بھی خوف کھاتے تھے۔ جہان میں اس کا نام شیر جنگ مشہور تھا۔

اس بادشاہ نے ہندوستان کی تعریف سنی۔ کہ وہ بڑا عمدہ ملک ہے۔

اس کے اوصاف سن کر دل گرفتار ہوگیا۔ اس کے دیکھنے کے لئے شوق بڑھ گیا۔

اس دلفریب ملک کی تمنا نے اس کے دل سے صبر اٹھا لیا۔

دن رات اس کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا۔ دہلی کی طرف جانے کا ارادہ کرلیا۔

جب بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ یاقوت اور سونے سے زمین تاجدار بن گئی۔

وزرا اور امرا ہر طرف تھے۔ ایک فرسنگ تک زمین ان سے بھر گئی۔

فوجیں اور ہاتھی اور اونٹ۔ شمار میں نہیں آسکتے تھے۔

بادشاہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ پہلوانوں کا لشکر ہر طرف دوڑنے لگا۔

اس کے رعب سے ہر ملک میں زلزلہ پڑ گیا۔ اس شور سے جہان بھاگنے لگا۔

اس بات کی خبر راجہ ہند کو بھی ہو گئی۔ بھرتھ کی اولاد سے اس کا نام ابھی چند تھا۔

وہ بھی شیر کی طرح گرجا۔ اور کہا کہ وہ بیوقوف کہاں سے آگیا۔

اس کی کیا قدر ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کرے۔ میں پہاڑ کو ایکدم میں ریزہ ریزہ کر سکتا ہوں

یہ عجب بات ہے کہ ہاتھی سے کیڑا جنگ کرے۔ میرے خوف سے دریائے شور بھی خشک ہو جاتا ہے

میرے بازو کا زور کون دیکھ سکتا ہے۔ میرے ترازو پر کون برابر آسکتا ہے۔

اپنے ساتھیوں کو کہا۔ دشمن کے منہ کو دیکھنا چاہیے۔

سب راجپوتوں کا لشکر۔ دہلی سے جنگ کے لئے باہر نکلا۔

بڑے بہادر جوان تلوار چلانے والے۔ جنگ میں لوہے کو لوہے سے توڑنے والے۔

بندوق اور کلہاڑا اور تلوار اور تیر۔ ہر ایک خونخواری کے لئے خونریز ہوا۔

دونو طرف سے لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ہر ایک آدمی موت کا خریدار ہوا۔

دونو طرف سے سیاہ بادل چھا گیا۔ خون سے ژالہ باری شروع ہوئی۔

لوہے سے ہاتھیوں کو سجایا۔ جنگ کو قوی ثبت بنا دیا۔

ایک قسم گرز اٹھانیوالے بہادروں کی۔ ان کی گرز کے آگے پہاڑ بھی تھوم کی طرح ہو جاتا۔

ایک قسم بادشاہ کا بے شمار لشکر۔
جو ہاتھیوں کی پشت پر سوار تھا۔

ایک عقلمند اور جنگ کرنے والے۔
بگولا (دوادرولا) کیطرح گرد اڑانے والے

ایک سیاہ رنگ زنگیوں کا لشکر۔
ایک فرنگی توپیں چلانے والے۔

ایک گروہ مقناطیس کی طرح۔
مخالفوں کے ہتھیار اور کپڑے کھینچنے والے

ایک گروہ سیاہ ناگ اور مگرمچھ۔
زرہ پہنے ہوئے اور جنگ کے لئے شراب پی ہوئی

نقارے، ڈھول، دف بجنے لگے۔
ان کی آواز سے سب لوگ جانباز بن گئے۔

سوئی ہوئی موت کو کہتے تھے کہ جاگ۔
اے بیوقوف جلدی جنگ کے لئے آ۔

آسمان حقہ باز نے یہ کیا۔
کہ خونریزی کے نئے فتنہ برپا کر دیا۔

زمین نے کہا کہ میں بلاشک والدہ ہوں۔
لیکن ہر وقت بیٹوں کو کھانے والی ہوں۔

اس طرح انہوں نے جنگ کا نقشہ قائم کیا کہ۔
وہ دن قیامت کے روز کیطرح ہوگیا۔

میدان میں ہزاروں کمندیں ڈالنے والے آگئے۔
قابلیت میں اسفندیار کے استاد تھے۔

اگر اس جنگ کی آگ کو دیکھے۔
تو رستم کی بہادری مٹ جاوے۔

ڈھالوں والے جنگ کے لئے آگئے۔
مقابلہ کے لئے بیحد تیار ہوکر آئے۔

ایک لشکر قہر کا طلبگار ہو کر آیا۔
زور و شور سے دریا کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا۔

اس جگہ بہرام کی کیا طاقت؟
سام کی ہوش چلی جاتی اور دیوانہ ہو جاتا۔

جنگ میں وہ کیوں نہ خون بہائیں
جو ہوں کا، جو مریخ کے دل والے تیر بہادر ہیں۔

ہر ایک مرد کے لئے زحل پیشوا بن گیا۔
جنگی بہادروں کو دیکھنے کے لئے۔

جنگل کا میدان فوج سے بھر گیا۔
دریا کی طرح سب موج در موج بن گیا۔

دونو لشکر میدانِ جنگ میں
ڈھول بجانے لگے ، وہ سیاہ رنگ

اس سے دونو لشکر جوش میں آگئے۔
تمام دلیر شور کرنے لگے۔

گھوڑے میدان میں دوڑانے لگے۔
مست ہاتھی گرد سے بھی آگے آگے دوڑتے تھے

نیزہ باز گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔
نیزے پرندوں کی طرح اڑنے لگے۔

سب نے کمانوں سے شستیں چھوڑ دیں۔
بہت ساری روحیں دنیا کی قید سے آزاد ہو گئیں۔

منہ پھٹی توپیں چلانے لگے۔
گویا دوزخ کے دروازے کھول دیئے۔

توپوں میں ایسی آگ ڈال دی۔
کہ نیستان سے آگ کی آواز آنے لگی۔

ایسے خوفناک نعرے لگائے۔
کہ شیروں کے دل خاک کی طرح ہو گئے۔

توپوں کی آواز سے زمین ہل گئی۔
پہاڑ کانپتے ہوئے ڈر گئے۔

جسموں میں ہزاروں تیروں کے پھل نظر آنے لگے
جیسے درخت بہر کے ساتھ سرخ بیر لگتے ہیں۔

تیر اور کلہاڑے ایسے تیز رَو ہو گئے۔
کہ جیسے گنّے کی گنڈیریاں کاٹ رہے ہیں۔

جسموں سے بیشمار سر جدا ہو گئے۔
جیسے کھیت میں خربوزے پڑے ہیں۔

توپوں سے گھوڑے اسطرح اُڑنے لگے۔
جیسے آندھی سے درختوں کے پتے اُڑتے ہیں۔

جب توپوں سے جنگ کا طوفان آگیا۔
تو تمام مچھلیاں اور مگرمچھ بھی فنا ہو گئے۔

ہتھیاروں پر ہتھیار اور ڈھالوں پر ڈھالیں۔
مارتے تھے اور توڑتے تھے اور سروں کو کاٹتے تھے۔

دونو لشکروں میں تلوار اس طرح چلی۔
جیسے سیاہ بادل میں بجلی چمکتی ہے۔

کٹے ہوئے سروں سے مغز اس طرح بہنے لگا۔
جیسے دہی لوٹوں سے بہنے لگتی ہے۔

جب جنگ میں تیز تلواریں چلنے لگیں۔
ہاتھوں کو اس طرح کاٹا جیسے کھیرے۔

ڈھول بج رہے تھے اور توپیں چل رہی تھیں۔
گھوڑے، خچر، ہاتھی اور آدمی

جوش وخروش اور شور کی وجہ سے
سب گونگے اور بہرے ہو گئے

بے شمار آ[illegible]ر چلانے سے
بہت لوگ مارے گئے، زمین سرخ ہو گئی۔

بارود کے دھوئیں اور میدان کی گرد سے
تمام زمین و آسمان کے درمیان کا خلا پُر ہو گیا۔

سورج اور چاند سے روشنی مٹ گئی۔
آسمان کا دماغ دھوئیں سے چکرا گیا۔

خلقت جنگلوں اور دریاؤں میں پہنچ گئی۔
غم سے سب کو قیامت ظاہر ہو گئی۔

جنگ سے خون کے دریا بہنے لگے۔
پاؤں اس میں لغزش کھا کر الٹے گرنے لگے

لڑائی میں آدمی بہت تھوڑے رہ گئے۔
چالیس میں سے ایک رہ گیا۔

دونو طرف سے بہادروں کے منہ نہ پھرے
عام لشکر سے بھی کوئی نہ پھرا۔

آسمان شعبدہ باز نے ایک چال کھیلی
پوشیدہ طور پر ہندوؤں سے لڑائی کی۔

تقدیر الٰہی سے راجہ ابھی چند کو
ایک تیر لگا، اور اس کو جان سے لے گیا۔

اس وقت ہندیوں کے دل کمزور ہو گئے۔
اس کے لشکر میں شکست پڑ گئی۔

یہ جان لو کہ جب مرد مبارک بخت چلا جاوے
تو نہ عزت رہتی ہے نہ تاج و تخت۔

جب لشکر کا سامان ٹوٹ گیا۔
حکومت کا رعب اور زمین سے معاملہ بھی گیا۔

بادشاہ ایران فتحیاب ہو گیا۔
فتحمندی اور دبدبہ سے روانہ ہوا۔

جس کو خداوند کریم مرتبہ دیوے
اس سے دریا اور پہاڑ بھی پیچھے نہیں رہتے

گیدڑ اور بگھیاڑ اور غیبی بلائیں۔ ڈائنیں اور کوے اور لومڑیاں۔

جو دیر سے بھوکے تھے۔ مُردوں کو کھا کر سیر ہو گئے۔

سب کو ایسی خوشی ہو گئی۔ وہ دن سب کو عید کا روز ہو گیا۔

آسمان نے دیکھا اور ہنسا اور کہا اے زمین تو نے کبھی ایسا جنگ دیکھا ہے؟

جو گذر گیا سو گذر گیا اب اس کو نہ ڈھونڈو۔ اے درویش! اب آگے حال بیان کرو۔

سلطان شیر جنگ نے لڑائی میں فتح کے تخت کی زینت پائی، اور نصرت کو ہاتھ میں لے کر بے فکر ہو کر دہلی کو تاراج کیا، ایران کے رندانِ بدمعاش اور پہلوانوں نے دہلی کے گلی کوچوں اور گھروں میں جا بجا پھرنا شروع کیا، غریبوں کا سامان اور دولتمندوں کا سرمایہ سب لے لیا، ایک گروہ نے گھر کا دروازہ بند کر کے قفل لگایا ہوا تھا، انہوں نے تلوار سے کاٹ کر اس کا دروازہ بھی کھول دیا، دیکھا کہ ایک ہندو زُنّار دار ہاتھ باندھ کر زمین پر بیٹھا ہے، اور ایک پتھر کا بت سامنے رکھ کر اس کے دیکھنے میں مشغول ہے، اور ایسا صدق (یقین واعتقاد) اس پر باندھا ہے، اور ایسا اُس کی محبت میں مستغرق ہے کہ اس کو لڑائی، اور دہلی کے تاراج کی کوئی خبر نہیں، اور اپنی آنکھوں کو اُس کی طرف سے نہیں پھیرا، اور اس اکھاڑا کی طرف

ہرگز نہیں دیکھا۔

رباعی

اس سکو کار نے دل میں کیسا پختہ نقش باندھ لیا۔ نقش دیوار کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا۔
نیست اور ہست اُس کے سامنے بے نشان ہو گیا۔ وہ میں اور تو اور بھول اور کانٹے سے پاک ہو گیا۔

وہ لوٹنے والے، نالائقوں اور بدتر قسم کے لوگوں سے تھے، کہنے لگے کہ یہ سخت کافر ہے، اس کو قتل کرنا چاہیے، اُس صدق والے اور عبادت والے مرد کو بے گناہ تلواریں ماریں اور پارہ پارہ کر دیا، ایک تلوار اس کے دل پر گذری وہ اسی وقت ٹوٹ گیا، اس کے ٹوٹنے کی آواز سنکر وہ ظالم خونخوار نہایت حیرت اور فکر میں پڑ گئے، کہ اس کے جسم میں کیا بلا ہے؟ اس کی تشخیص کرنے کے لئے تیز چھری لے کر اُس کے دل کو پیٹ سے باہر نکالا، وہ سخت اور بھارا معلوم ہوا اس کے گرد سے گوشت کو دور کر دیا، دیکھا تو وہ ایک پتھر تھا، اور بعینہٖ اُسی بُت کی صورت تھی، جس کا وہ شخص پجاری تھا، ان بیوقوفوں کو وہ تماشا ہاتھ لگ گیا، دونو کو پکڑ کر لیئے مکان پر لے آئے، اور اس کی حقیقت ظاہر کی، کسی سے نکھڑا نہ ہو سکا کہ دل کونسا ہے اور بُت کونسا؟

پھر حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔ اے پیر محمد! صدق کا کمال یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے، جب

طالب درجہ صداقت کو کمال تک پہنچائے تو وہ طالب نہیں رہتا بلکہ خود مطلوب ہو جاتا ہے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے کمالات کے مجموعہ، اور مہموں کو رفع کرنے والے، یہ کلام الہام غیب اور اسرار الٰہی سے ہے، اور یہ باتیں سراسر انوار کی بارش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ معانی کے ڈبہ سے گوہر افشانی فرماویں، اور سبکساری کے برج سے پرہیزگاری کا سورج طلوع فرماویں، تاکہ اس کی روشنی سے دل کا شیشہ روشن اور چمکیلا ہو جاوے، اور خوش علیتی کے دریا سے ایک قطرہ، اور درویشی کے باغ سے ایک غنچہ میرے حصہ میں بھی آجاوے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے بلند مرتبہ چاہنے والے، اور کیمیاگری کی حکمت کے تلاش کرنے والے، پرہیزگاری کا بیج خوف اور ڈر ہے، یعنی عذاب الٰہی، عذاب قبر اور عذاب نزع سے ڈرے، اور امر و نہی پر عمل کرے، حرام اور مکروہات سے پرہیز کرے، جیسا کہ دولتمندوں کی دولت اور امیروں کے کھانے کو

مفلس اور غریب دیکھتا ہے اور اندر ہی اندر میں جلتا رہتا ہے، لیکن اس کو ہاتھ نہیں ڈالتا، کہ اگر میں نے اس کو لیا تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤں گا، اور جان جاتی رہے گی، اسی طرح بار تعالیٰ کو حاضر دیکھے، اور ناظر جانے، اور اس کے قہر سے ہر وقت ڈرتا رہے، خود بخود پرہیزگار ہو جائے گا، اور تھوڑے و زیادہ، اور لذت والی و بے لذت چیز پر قناعت کرنے والا ہو جائے گا، اور چاہیئے کہ پروردگار کو ماضی اور حال اور مستقبل کے ہر احوال پر یکساں دیکھنے والا جانے! بنانے والا اور توڑنے والا وہی ہے، پرورش کرنے والا اور جزا دینے والا وہی ہے، وہی تھا، اور وہی ہے، اور وہی ہوگا، اس کے سوا سب نابود تھا، اور نابود ہوگا۔

رباعی

اس کے امر اور نہی کو آپس میں ملا نہ دو۔ اس کی تقدیر کی تلوار بہت تیز ہے۔

اس سے ڈرتے رہو اور کانپتے رہو اور سربسجود رہو۔ اے درویش یہی پرہیز کی جڑ ہے۔

سلطان ابراہیم ادہم نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ آپ کو اپنے خاص خادموں میں سے زیادہ مہربانی کس پر ہے، اور سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ اس کمال بزرگ نے کچھ جواب نہ دیا، سلطان نے پھر یہی سوال عرض کیا، پیر صاحب نے کہا تمہارا یہ سوال کرنا، اور ہمارا یہ راز کھولنا اچھا تو نہیں تھا

لیکن اب بتانا ضرور ہوا ۔ ایک شخص زمیندار شادی شدہ موضع گرتاس میں رہتا ہے، وہ ہم کو سب

مریدوں سے زیادہ پیارا ہے ۔ سلطان یہ سنکر بہت حیرت اور فکر میں پڑ گئے، کہ میں جہان کا بادشاہ

اور زمانے کا تاج ہوں، وہ کون شخص ہے جو مجھ پر فخر رکھتا ہے، اور مجھ سے بھی پیارا ہے ۔ وہاں پہنچکر

اس کو دیکھنا چاہیے کہ اس میں کیا وصف اچھا اور کیا خصلت نیک ہے ۔ چنانچہ سلطان زنانہ، درویشی

لباس پہنکر اکیلے ہی اُس کے دیکھنے کے لئے چل پڑے ۔

رباعی

سلطان پوشیدہ اس کی طرف روانہ ہوئے ۔ اس کے سونے کو کسوٹی پر آزمانے کے لئے ۔

بادشاہوں کا خیال بڑا دور اندیش ہوتا ہے ۔ نوک پرکار سے ٹیڑھے پن کو باہر لاتا ہے ۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے گاؤں اور اس کے گھر میں پہنچ گئے، وہ زمیندار اپنی کھیتی کے کام

میں باہر گیا ہوا تھا، اور اس کی عورت جو چاند کے چہرہ والوں کی غیرت اور کستوری میں معطر ہونے

والوں کی سردار تھی، وہ گھر میں تھی، سلطان نے اس کو دیکھا ۔

رباعی

جاٹ کی عورت خوبصورتی میں ایسی تھی ۔ کہ چاند کے جمال والی اور حور اِن جنت کی رشک تھی ۔

اس کے سامنے ہونے سے لالہ اور چنبیلی بھی منہ چھپاتے تھے دائمی باغ سے کھلا ہوا پھول تھا۔

سلطان اس عورت کے تیر نگاہ سے گھائل ہو گئے، اور اپنے دل میں خیال کیا کہ میں بادشاہ ہوں اور درویشوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں، مجھے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی ہوش کو قایم کرکے اُس عورت سے پوچھا کہ یہ گھر کس کا ہے، اور گھر کا مالک کہاں ہے؟ وہ عورت صورت کی طرح سیرت میں بھی کمال تھی، درویش جان کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور ان کو ادب سے بلند جگہ پر بٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ اپنا راز ظاہر کیا، کہ اس گھر کا مالک فلاں شخص زمیندار ہے، اور کھیتی کے کام میں مشغول ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی کام ہے تو مہربانی کرکے آپ اسی جگہ تشریف رکھیں، شام کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاوے گا۔ سلطان کو اپنے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسی خوبصورت اور دلفریب عورت کو ایک دم کے لئے بھی اپنے سے جدا کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ زمیندار اس گلرخسار سے جدا ہو کر دوسرے کاموں میں کس طرح آشنائی پیدا کرتا ہے، اور کس طرح کاموں کو انجام دیتا ہے۔ اس سے یہ بات پوچھنی چاہیئے، سلطان نے کہا اے نیک بخت! تمہارا کوئی بیٹا یا بیٹی بھی ہے۔ اس بات سے اُس عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور دل بیتاب ہو گیا، اور چپ ہو گئی، سلطان نے پھر کہا اے عورت کیوں جواب نہیں دیا، اُس عورت نے کہا اے درویش مرد، تم بزرگ ہو، میرا حال سنو!

وہ زمیندار میرا شوہر ہے، لیکن ابھی تک اُس مرد نے مجھے دیکھا نہیں، اولاد کہاں سے پیدا ہو، سلطان نے تعجب کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد عورت کے لایق نہیں، عورت نے کہا اے درویش! وہ شخص نا قابل نہیں، مرد ہے، سلطان نے کہا وہ کسی دوسری طرف گرفتار ہوگا، عورت نے کہا وہ صاحب ایمان ہے، بدکار نہیں، سلطان نے کہا کہ تجھ سے کوئی غلطی یا برا کام صادر ہوا ہوگا؟ اس لئے وہ تجھ سے رُوگرداں ہوگیا ہوگا؟ عورت نے کہا ہرگز مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، اور نہ ہی وہ مجھ سے بال جتنا بھی رُوگرداں ہے، ہر حالت میں میرے کہنے پر چلتا ہے، جو کچھ کہوں بجا لاتا ہے، لیکن شوہر ہونے کا دعوےٰ نہیں رکھتا۔

رباعی

جب سلطان نے اُس پارسا کا جواب سنا ۔۔۔ اس کی ماہیت سے متعجب ہوا۔

سلطان نے اپنے خیال میں بہت تلاش کی ۔۔۔ لیکن اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

سلطان اس کی اچھی گفتگو اور رسیلی باتوں سے ایسے متحیر ہوئے کہ اپنے ادراک کے خزانے سے سارے ذخیرے خرچ کر دیئے، لیکن وہ عیب پردۂ غیب میں ہی رہا، اس کی کوئی وجہ معین و مشخص نہ ہو سکی، سلطان وہاں سے اٹھے، اور اس کے خاوند کی طرف روانہ ہوئے، کہ اس دروازے کی کنجی نایاب اور مخفی ہے، اُس زمیندار کے سوا یہ راز معلوم نہیں ہو سکتا، وہ شخص زمینداری کے کام

ہل چلانے میں مشغول تھا، اُس کے پاس جاکر سلام سنت اسلام بجا لائے، زمیندار نے جواب دیا،
درویش سمجھ کر قدمبوسی کی، اور کپڑا بچھا کر اس پر ادب سے بٹھایا، اور دوسری خدمتیں کھانے
اور پینے کی ان سے پوچھیں، سلطان اس کی خوبصورتی اور جوانی اور خوش کلامی اور دانائی
کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہنس پڑے، کہ یہ خداوند تعالےٰ کی حکمت و کاریگری اور اس کے
قلم قدرت کی کیسی نیرنگی ہے، جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوا، سلطان کے پاس بیٹھ گیا اور
پوچھا کہاں سے تشریف لائے اور اس احقر پر کیسے مہربانی فرمائی؟ سلطان نے کہا کہ میں ایک
بھید کے پوچھنے کے لئے تیرے پاس آیا ہوں اگر تو سچ کہے اور وہ عقدہ کھول دے تو میرے دل کا
خدشہ اور فکر چلا جائے گا، زمیندار نے اقرار کیا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا دریغ نہ رکھوں گا،
اور حکم عدولی نہ کروں گا، سلطان نے کہا اے مرد۔ میں نے کسی معتبر سچ بولنے والے سے سنا ہے
کہ تو اپنی اہلیہ کے حقوق ادا نہیں کرتا، اگر تو معذور ہے تو پھر تو تجھے خلاصی ہے، اور اگر
سینہ زوری کرتا ہے تو تو ظالم ہے، خدا تعالیٰ کو کیا جواب دے گا، اس نے کہا اے درویش
تم بزرگ ہو بزرگوں سے راز پوشیدہ رکھنا، اور بزرگوں کی بات کو ٹال دینا سراسر بے ادبی
اور نامرادی ہوتی ہے، ورنہ یہ راز ظاہر کرنے کے لائق نہ تھا، لاچار زمیندار نے ابتدا

سے بیان شروع کیا، اور کہا کہ یہ عروس جب میں اپنے گھر میں لایا، قندیل کے چراغ کی طرح تھی

رات کو اس کے پاس گیا تو اُس وقت وہ مجھ سے ڈر گئی، اور بید کی طرح کانپنے لگی، مجھ کو میرے

پیر کی قسم ڈالی، اور اپنے آپ کو مجھ سے پوشیدہ کرلیا، اسی وقت میں اس سے بھاگ گیا، اور

انتظار سے بے اختیار ہونے والے دل کے پاؤں میں اپنے پیر کی ہیبت کی زنجیر ڈال دی، پھر اُس کے

نزدیک جانے کا کبھی ارادہ نہ کیا، ہرچند کہ یہ پیوند سخت تھا لیکن میں جدا رہا، اور اس کے ساتھ

اختلاط کا ارادہ نہ کیا، اب وہ چاہتی ہے کہ میں اُس کے ساتھ مخالطت کروں، لیکن اب میں

اُس قسم کو کیسے توڑ سکتا ہوں، جوانی کی قوت اور زندگانی کی طاقت بہت کچھ چلی گئی ہے،

اور دم بدم گھٹاؤ میں ہے، اب دنیائے فانی کی لذت نفسانی کے واسطے عاقبت کی ویرانی مجھ سے

نہیں ہوسکتی، میں اس میں معذور ہوں، اے بزرگ انصاف کرو، اس بات میں میرے ذمہ کیا ہے۔

رباعی

سلطان نے جب یہ اسرار سنے۔ اس کو دل کے رجوع سے کہا۔

زمانے سے تو سعادت کا گیند جیت لے گیا۔ اے نیکوکار تجھ پر ہزار آفرین ہو۔

سلطان نے آہ سرد کھینچی، اور خودی کا بچھونا لپیٹا، اور اس کی تعریف پر زبان چلائی، اور

مہربانی کا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا، اور اس سے رخصت ہو کر بہت جلدی اپنے پیر کی خدمت میں پہنچے، اور اس زمیندار کی بہادری اور عقلمندی تمام ظاہر کی، نیز اُس سلطانِ خدا پرست نے اپنے پیر صاحب کے آگے دست بستہ بیٹھ کر بے اندازہ التماس کی کہ اُس پختہ عقیدت والے اور صحیح اعتقاد والے نے اپنی ذات پر بہت تکلیف اٹھائی ہے، اور نامرادی کے گوشہ میں بیٹھا ہے اور وہ مجبوبہ گلرخسار جوبارے کی طرح قایم ہے اُن دونو کے دیدار سراپا انوار سے پروردگار کا فضل ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ بارش کے دیکھنے سے باغ کو خوشی اور تازگی حاصل ہوتی ہے، جب اُس عارف ربانی کے کانوں میں یہ کلام سروشِ غیبی کی طرح پہنچا، تو وہ مقبول درگاہ سلطانِ خیرخواہ کو ہمراہ لے کر وہاں سے چل پڑے، دونو روشن جمال بلند اقبال مرید کے گھر میں پہنچے، سورج اور چاند کی طرح ایک برج میں داخل ہوئے۔ وہ مرید صاف ضمیر سر کے بل اپنے پیر کے استقبال کو دوڑ کر قدمبوس ہوا، خدمت کے امور اور غلامی کے لوازمات بجالایا، مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے سے فارغ ہو کر بندہ نوازی کے طور پر مرید کو اپنے آرام گاہ میں طلب کر کے بڑی اچھی تقریر سے اس کو کہا اے مرید! تم آباد اور خوش مراد ہو، اہل خانہ کی رضامندی اور خوشی، دوسرے سب اقربا اور بیگانہ سے مقدم اور بہت بڑی چیز ہے، کیونکہ یہ انسان کی

کھیتی ہے ، اور اس میں دونو جہان کا فائدہ ہے ، پھلدار درختوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ، اور بے پھل

درخت سخت نابکار ہیں ، ہماری خوشنودی و رضامندی اسی بات میں ہے ، اور ہمارے یہاں آنے کا

سبب بھی یہی ہے ، کہ اہلیہ کے حقوق کو بجا لاؤ ، اور جدائی کا پردہ درمیان سے اٹھا دو ، مرید کی آنکھوں

میں آنسو بھر آئے ، اور نہایت بیقرار ہو گیا ، اور پیر بے نظیر کی خدمت میں عرض کیا ، یا پیر آپ کے نام

کا پردہ اس وقت بیچ میں حائل ہو گیا ہے ، اور وہ زمین و آسمان اور دونو جہان کے کارخانہ سے زیادہ

گران ہے ، اس کا اٹھنا محال ہے ، میں کب اٹھا سکتا ہوں ، میری کیا مجال ہے ؟ ایک بے حس و حرکت پتھر

(پارس) لوہے کو خالص سونا بنا سکتا ہے کیا آپ کی مہربانی کی اتنی تاثیر بھی نہیں کہ ایک ناچیز کو چیز

بنا دے اور پلید کو پاک کر دے ، میں امید رکھتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ اپنی بخشش اور سخاوت کے

دسترخوان سے ایک لقمہ اس عورت کو عنایت فرما دیں کہ وہ عورت نہ رہے ، دلائل اور اعتقاد میں مرد بن جاوے

اور آپ کے عشق و محبت میں اس کی تمام تکالیف غبار بن کر اڑ جاویں ۔

رباعی

اے میرے پیر ! اس کے حال پر نگاہ کرو ، کہ اس کے عورتوں والے خیالات اس کے دل سے دور ہو جاویں

آپ کے سوا اس کو کوئی چیز پیاری نہ رہے ، سب خال و خط اور جان و مال آپ پر قربان کر دے ۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا:

اے پیر محمد! پرہیزگاری یہ ہے کہ اپنے پیر کا فرمان اپنی زندگی سے بھی پیارا ہو، اور اس کا خوف مرنے سے زیادہ ہو، یہ نفس بتنگ مست ہاتھی ہے، اس کا ہاتھ شیطان کے ہاتھ میں ہے، اگر تم محنت کو پسند کرو، اور اعتقاد کی زنجیر سے اس کو باندھو، تمہاری سب صفتیں ان درجات پر پہنچ جائیں گی، تمہارے کچے خیالات اور حرام کا گوشت تم سے چلا جاوے گا، جب تم نے دل کے زنگار کو صیقل کیا تو بے داغ اور صاف شیشہ نکل آیگا، موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مرو) یہی ہے:

رباعی

جوانی اور بوڑھاپے کو ایک ہی جانو۔ یہ دونوں بے وفا ہیں ان سے کیا لیتے ہو۔

اگر تم چاہتے ہو کہ نہ مریں۔ خود مر جاؤ تو کبھی نہ مروگے۔

اُس وقت یہ جہان دوسری طرح دکھلائی دے گا، اور جو کچھ ہے سب تم کو نظر آجائے گا۔

۳
بہار سوم
حقیقت کے بیان میں

سوال۔ حضرت پیر محمد نے پوچھا۔ اے اندھوں کی آنکھیں کھولنے والے، اور بے اثروں کو تاثیر دینے والے

طریقت کے بازار اور حقیقت کے گلزار! جہان کی صورت کچھ اور بھی ہے؟

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا:

اے پیر محمد! جہان کی صورت یہی ہے جو تم کو بتلا رہا ہوں، تم اس سے واقف نہیں، یہ طلسم کی قسم سے ہے، فریب دینے والی اور دھوکا دینے والی ہے۔

رباعی

اگر تم کو ہوش اور واقفیت ہے تو اس کا فریب نہ کھاؤ، فانی حسن پر عاشق ہونا سراسر بیوقوفی ہے۔

میں تم کو کہتا ہوں کہ تم کب تک دیوانہ رہو گے۔ یہ برقی جلوہ ہے آخر یہ میدان خالی ہے۔

اے پیر محمد! اس کے متعلق ایک تحقیقی نظر والے محقق کا بیان کرتا ہوں، اس کو سنو اور اس پر عمل کرنے والے بنو، تبریز میں ایک درویش صاف باطن اور باریک نظر اسرار کا واقف اور تجربہ کار عیالدار تھا، اس کی بیٹی خوبصورت گلرخسار اور خوش رفتار تھی، شہر کی کنجریوں نے اس کو زمانہ کی فتنہ جان لیا، اس کی خواہش کے لئے درویش کے پاس آکر مکر کا جال بچھایا، اور خوشامد و قدمبوسی اختیار کر کے کہا کہ یہ لڑکی ہم کو عنایت کرو، اگر زر کی طلب ہے تو اس کی قیمت جسقدر چاہو ہم سے لے لو۔

رباعی

مجھ سے اصلی نصیحت سُن لو۔ یہ آزمایا ہوُا اور عمل کیا ہوُا نسخہ ہے۔

اے درویش! یہ کیا ہے جس کا نام دنیا ہے۔ مکاری اور چوری اور فریب کاری ہے۔

فقیر صاف ضمیر اگرچہ عیالداری میں مصروف تھا لیکن طریقہ درویشی میں بھی کمال تھا۔ اس نے کہا کہ اگر تمہارے کام کی ہے تو لے جاؤ۔ وہ مکار اور گانے والی کنجریاں اپنی مراد کو پہنچیں، شاداں و فرحاں اس لڑکی کو لے گئیں۔ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ناز و کرشمہ کے بہت انداز سیکھ گئی۔ اور خوش گفتاری و گانے بجانے کا سرمایہ جمع کیا۔ اگرچہ یہ شیطانی علم آخر میں شرمندگی لاتا ہے لیکن شروع میں زندگانی کی لذت رکھتا ہے۔ اس کے حسن جہانگیر نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اور اس معشوقہ کا غرور بڑھ گیا۔

رباعی

جب اس نے معشوقی کی شمع جلائی۔ تو ہزاروں دل پروانوں کی طرح اس پر جلے۔

ہر ایک کہتا تھا کہ اس فقیر کی بیٹی نے۔ یہ دلوں کا لُبھا لینا کِس سے سیکھا۔

ایکدن دوستوں اور مجلس نشینوں نے نہایت افسوس و حسرت سے اُس فقیر کو کہا کہ جو کام تجھ سے ظہور میں آیا ہے کسی عقلمند یا بے وقوف سے ہرگز ایسا صادر نہیں ہو سکتا۔ آخرت کی گنہگاری اور مخلوق کی

طرف سے شرمساری تجھ سے کہاں چلی گئی، ہم کو اس سے شرمندگی لاحق ہوتی ہے کہ ہر ایک شخص کہتا ہے

فقیر کی بیٹی بڑی بے نظیر کنجری ہے، فقیر نے کہا کہ خدا تعالےٰ کا خوف اور غیرت مجھ میں اسقدر ہے کہ

کسی دوسرے میں کم ہوگی، لیکن میں اہل نظر ہوں، تمہاری طرح اندھا نہیں، گنہ گاری اور شرمندگی

کسی "چیز" پر ہو سکتی ہے، جو چیز کہ خود چیز ہی نہ ہو اس کے ساتھ محبت کرنی، اور اس پر

غیرت کھانی، عقل کی کوتاہی، اور نگاہِ بصیرت کے اندھاپن کی دلیل ہے۔

رباعی

جو چیز بظاہر نظر آتی ہے اور اس کی صورت فانی ہے اس میں دل لگانا بیشک بے وقوفی ہے۔

جھوٹی چیز کو جھوٹ جاننا آرام کا طریقہ ہے۔ ورنہ اے بےعقل اس سے جلدی پشیمانی حاصل ہوگی،

نیست کو ہست جاننا، اور اس کا تصور باندھنا دانائی نہیں، سراسر دیوانگی ہے، فقیر نے کہا اگر کوئی

شخص خواب میں بادشاہ ہو جاوے، اور اسی وقت وہ بادشاہی کسی کو بخش دیوے، وہ بیدار ہو کر

لوگوں کے سامنے سخاوت اور جوانمردی کی کیا لاف مارے گا، اور اگر کسی شخص کو خواب میں کسی نے

بے عزت کیا، وہ بیدار ہو کر لوگوں کے سامنے کیا شرمندگی اٹھائے گا، اگر کوئی شخص خواب میں

عیالدار ہو جاوے، اس کی بیٹی کو کنجریاں لے جاویں، وہ کنجری بن جاوے، خواب میں تو اس کا

تصوّر قایم ہے کہ میری بیٹی کنجری ہوگئی وہ شرمندہ ہوگا ، لیکن جب بیدار ہوگا معلوم کرے گا کہ یہ خواب تھا ، وہ میرا جسم اور وہ میری بیٹی اور وہ کنجریاں اور وہ جہان اور وہ سارا ساز وسامان ، سراسر خیالی صورتیں میرے سامنے نمودار ہوئی تھیں ، جب ان کی حقیقت کُھل گئی کہ اس کا اصل کچھ نہ تھا ، اور یہ تحقیق ہوگیا کہ یہ خواب ہی تھا تو شرمندگی اُٹھ جائے گی ۔ فقیر نے کہا بلاشک وبے شبہ یہ دنیا خواب ہے ، اور تم لوگ خواب میں ہو ، اور خواب کو کامیاب جان رہے ہو ، اور میں بیدار ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ یہ خواب دھوکھا ہے ۔

رباعی

میں خواب کا دھوکھا نہیں کھا سکتا میں نے خواب کو جان لیا ہے ، اس فریب کاری کی چمک دمک کو جان لیا
اس کمینی دنیا کی ہستی ایسی ہے جیسے پلکوں پر آنسو ، اس بے ثبات کی ہستی ایسی ہے جیسے پانی پر نقش

لوگوں نے پوچھا اے فقیر ! یہ خواب کس طرح ہے ؟ یہ تو ظاہر وعیان نظر آتا ہے ، فقیر نے کہا ، جو شخص خواب میں ہوتا ہے اُس وقت نہیں جانتا کہ یہ خواب ہے ، اب تم خواب میں ہو ، تم کو خواب میں کس طرح معلوم ہو کہ یہ خواب ہے ۔ لوگوں نے پوچھا اے فقیر ! آنکھیں بند کیئے خواب دیکھتے ہیں یا کُھلی آنکھوں ، فقیر نے کہا اے بے وقوفو ! خواب اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کی صورت

بظاہر دکھلائی دیوے، اور تھوڑے بہت عرصہ میں فنا ہو جاوے، پھر اس کے لئے اگر ہزار حیلہ بھی کریں اور جان کو بھی مٹا دیویں لیکن پھر وہ میسّر نہ ہو سکے، اور نہ ہی نظر آوے، پس یہ تمام موجودات جو خالق لایزال کے سوا ہے سب فنا ہے، اور جو چیز فنا ہونے والی ہے وہ خواب ہے، خواب کی کنجیاں خواب کی (پیدا شدہ) بیچ کو لے گئیں، اس میں دخل دینے کی میری کیا غرض ہے؟

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! دنیا کا اصل یہ ہے، اور اس کو اس طرح سمجھنا چاہیئے، جب اس دام کو وحدانیت کی چھری سے کاٹو گے تو اس کی طرف راہ پاؤ گے۔

رباعی

جو چیز فانی ہو اس سے نفرت ہوتی ہے۔ عقل اور کمالیت میں راحت کا سوختہ ملتا ہے
اس کی بہت مہربانی اور احسان اپنے پر جانو۔ کہ بے زوال اور بے ضرر صورت کی شناخت کرلی ہے

اے پیر محمد! دنیا کی انجمن ویران ہے، اور عقبےٰ کی انجمن ہمیشہ رہنے والی ہے، اگر اس مجلس میں اپنی جگہ بناؤ گے تو اس مجلس میں تمہاری کوئی جگہ نہ ہوگی، ظلمت والوں کو رحمت والوں

کے ساتھ برابر نہ سمجھنا چاہیئے ، کوڑیوں کا گاہک اور موتیوں کا خریدار ایک جیسے نہیں ہوتے ۔

اگرچہ صورت میں ایک جیسے ہوں مگر معنوں میں گِل اور گُل جتنا فرق ہے ۔ اس دیرینہ سال اور آراستہ پیراستہ آسمان نے بہت چکر کاٹے ہیں ، اسی ہیر پھیر میں بے شمار لوگ مر گئے اور بے شمار مر جاویں گے لیکن یہ جوئے باز ابھی تک باز نہیں آیا ، تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں ، اور جان بوجھ کر اعتبار نہیں کرتیں ، اور اس مینخ کی جڑھ اپنے آپ میں سے نہیں اکھاڑتیں ۔

اے درویش ! درویشان سابق کے قانون کے مطابق اور بیپہ سائیوں کے طریقے کے موافق اپنی ہستی کا نقش دور کرو ، اور نیستی کی صورت ثابت نہ کرو ۔

رباعی

رنگین صورت کو دل سے اٹھا لو ۔	ورنہ تمہارا انجام سولی پر ہوگا ۔
بے صورتی اور بے رنگی کے نقش کو	قایم کرو بہت اچھے رہو گے ۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا ۔

اے میرے پیر نگار رنگ کا کارخانہ ظاہر و آشکار ہے ۔ اور صورت بیرنگی مخفی و پوشیدہ

ہے۔ جو چیز ہر طرف نظر آتی ہو، اور ہر وقت دکھلائی دیتی ہو اُس کو بُھلا دینا، اور اپنی خودی

کو توڑ دینا بہت مشکل ہے، اور بے صورتی کی صورت کو اپنے میں قائم کرنا مشکل ترین ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

رباعی

دنیا ہزار رنگ رکھتی ہے جو دل کو لوٹ لینے والے ہیں، یہ منقش سانپ ہے جو جان کا دشمن ہے۔

اگر تو اس کو مار دے اور کشتہ کر کے کھائے تو سب زہروں کی دوائی اور تریاق ہے۔

دنیا پارے کی طرح صورت میں جولان اور چمکیلی اور دلربا ہے، لیکن اس کا کھانا زحمت ہے،

جو شخص اس کو کھا جائے وہ بیمار لاعلاج ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو مار دیوے اور خوب کشتہ

کرے تو وہی پارہ اکسیر بے نظیر ہو جاتا ہے۔

رباعی

اگر تو مرد ہے تو اِس پارے کو مار دے۔ ورنہ میں یہ بات عورت کو کہہ رہا ہوں۔

اگر تو گدھے کا بوجھ خریدے تو گدھا ہے۔ تین من گرد جھاڑ دے تو چنبیلی کا پھول ہو جائیگا۔

میں تم کو باربار کہتا ہوں کہ اس ہلکے پھلکے بوجھ سے ایک طرف ہو جاؤ تو کامیاب ہو جاؤگے، اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں باریابی حاصل کروگے۔ اور اس چہرہ چمکانے والی روشنی سے چاند کی طرح ہو جاؤگے، ورنہ بے نور اور بے عزت ہو جاؤگے، اس خیال کو قایم کرلو۔ اور دنیا کی طرف سے دروازہ بند کرلو، تھوڑے ہی عرصہ میں بلند مرتبہ ہو جاؤگے۔

رباعی

جب اس گفتگو کے مطابق تعمیر کروگے، میرے سامنے راہ راست پر چلنے والے اور سچ بولنے والے ہو جاؤگے۔
اس منزل سے آگے دوسری منزل کو پہچانو۔ سب کھلاڑیوں سے گیند جیت لوگے۔

دنیادار دیوانہ ہیں، اور اپنے آپ سے بیگانہ ہیں، اس محدود قطعہ سے لذت پکڑتے ہیں، اور اس کی حقیقت سمجھ کر اس کو ہاتھ سے پھینکتے نہیں، ایسی داڑھی پر ہزار افسوس ہے، جو اپنے زخمی ہونے کا سبب نہیں جانتی، اس بازار سے اپنے دل کی مہار کو واپس لاؤ، کیونکہ اس باغ کا دیکھنا عاجز کرنیوالا اور بیزار کرنیوالا ہے۔ **سوال**

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

یا پیر۔ اشارات و رموزات اور تصحیف و تجنیس سے جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائی ہیں

یہ میں مزید دلائل سے سمجھ سکوں گا، مفصل اور مشخص طور پر عنایت فرماویں تاکہ مبتدی اس کا مطلب

آسانی سے سمجھ سکے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد، مفصل سنو۔ درویشوں کا کارخانہ زرنگاروں اور بازداروں کی طرح ہے، پہلے

کاغذ کی زمین کو صاف اور چمکیلی اور روشن بناتے ہیں، اس کے بعد اس پر لکھتے ہیں، داغدار

اور کھردری جگہ پر زرنگاری نہیں ہو سکتی، اسی طرح مذکورہ برے کاموں سے دل گرد آلودہ

اور مردود ہو جاتا ہے، ہدایت کا نقش نہیں پکڑتا۔

رباعی

شیشہ کی قیمت اندھا بدنصیب کیا جانے | گونگے کی آواز کو بہرا غریب کیا جانے۔

امساک کی لذت کو ہیجڑ الایچی کیا جانے | معشوق کے دیدار سے رقیب ملعون کو کیا واقفیت؟

جسطرح ہم نے ظاہر کیا ہے، پہلے تختہ دل صاف ہوگا، تو اس کے بعد نیستی کا نقش قبول کرے گا،

اس کے بعد نقش ہمہ از دست اور ہمہ اوست ظہور پذیر ہوگا۔

اسی طرح بازدار (باز رکھنے والے) نئے باز کو پکڑ کر اس کی آنکھیں سی دیتے ہیں، اور

ہمیشہ اس کو بیدار رکھتے ہیں، اور اس کو غذا بہت تھوڑی اور بے لذت دیتے ہیں، اور رات دن اپنے ہاتھ پر رکھتے ہیں، وہ بہت عرصہ تک لاچار اور بیقرار رہتا ہے، اس عذاب میں اس کی نادرست خصلتیں سب جل جاتی ہیں، اور بے وفائی وغیرہ نامناسب عادتیں اس سے چلی جاتی ہیں، فرمانبرداری کی قابلیت، اور بار برداری کا جوہر اس میں پیدا ہو جاتا ہے، اس وقت وہ بلند مرتبہ امیروں کا مقبول خاطر ہو جاتا ہے، اور اس کا ٹھکانہ بادشاہوں کے ہاتھ پر ہوتا ہے

رباعی

باز دار کی طرح اس کو اپنے ہاتھ میں رکھو۔ اس نفس کے مست ہاتھی کی پیلبانی کرو۔
اے درویش! یہ حکمت قانونِ فقر سے ہے۔ اس کے فعل سے ایک گھڑی بھی غافل نہ رہو۔

اسی طرح درویشی کی حکمت ہے، طریقہ مذکور کے مطابق تمام لذتیں اور آرام اپنے آپ پر حرام کرے، دل کی تختی کو غیر سے پاک وصاف کر کے پہلے نیستی کا نقش اس پر رکھے، اور ایسا کہ سوائے خالقِ حیّ القیوم کے سب چیز فنا دکھائی دے۔

رباعی

دل کی آنکھیں کھول دیوے۔ جب طالب اس راز سے واقف ہو جاوے۔

جس صورت کو دیکھو اس کو شروع سے دیکھو۔ کہ وہ کیا تھی اور کیا ہے؟ پھر اس کا انجام دیکھو

مگر ہر زمانہ میں اس کا درجہ معین کرو، اور ہر منزل میں اس کو دیکھو۔

چاہیے کہ اس کے شروع سے چل پڑو، اور اس کو منزل بمنزل دیکھ کر اس کے انجام تک پہنچو، اور اس کے

آخر کو دیکھو، اس کا آخر خاک ہے، اس کو خاک بنا کر اور خاک دیکھ کر اس سے دل کو اٹھالو کہ

یہ مٹی ہے، مثلاً جب پھول کو جسمانی آنکھوں سے دیکھو، اسی وقت ہوش کی آنکھوں کو اس پر

کھول دو، اور شروع سے دیکھو کہ یہ ایک بیج تھا، چند روز زمین میں پوشیدہ رہا، قدرت الٰہی

کی طاقت سے دوسری صورت لے کر اُگ پڑا، ہوتے ہوتے باکمال درخت بن گیا، پھر صورت اور

نام دوسرا حاصل کیا، یعنی پھول بن گیا، جب تم نے اس کے ماضی (گذشتہ زمانہ) کو دیکھ لیا تو

اب اس کے مستقبل (آئندہ زمانہ) کو دیکھو، اور جو صورت وہ بعد میں اختیار کرے گا اس کو

دیکھو، سوکھا ہوا اور بے رنگ اور مرجھایا ہوا دیکھو، پھر اس کے پیچھے زیادہ چلو، اس کو پرانا

اور پھٹا ہوا اور مٹی میں ملا ہوا دیکھو، اسی طریقہ کے مطابق نتیجہ بین نگاہ سے اس کو دیکھو کہ

مٹی ہے۔ اور ایسا مٹی بناؤ کہ اس کی ہستی کا اثر نہ رہے، اور ہوش کی آنکھیں ایسی کھل

جاویں، اور باریک دیکھنے والی ہو جاویں کہ جسمانی آنکھوں کی بینائی شرمندہ اور جھوٹی ہو کر

سب موجودات کو نابود دیکھے۔ ایک کو ہی موجود جانے جو جہان کے بنانے والا ہے

دنیا کی ہستی کا کارخانہ بال جتنا بھی ہست نظر نہ آوے، ایسا ہو جاوے کہ اس کو دغاباز جان کر تمہارا دل خود بخود اس سے پرہیز کر جاوے، اور ہرگز راغب نہ ہو، جیسا کہ کتوں اور بھیڑوں سے ہرن، اور شکاریوں کے پھندے سے کوے ان کو دشمن جان کر بھاگتے ہیں، ایسا ہی تسلی کر کے دنیا سے بھاگے، اس دغاباز اور جان گدورت کی صورت بیشک وبے شبہ حباب و سراب کی طرح موجود نظر آتی ہے، اور اس نقش کا طریقہ یہ ہے۔

اے پیر محمد! خدا تعالیٰ نے آدمی کو بینائی دو قسم عطا فرمائی ہے، ایک جسمانی آنکھیں جو ابتدا کو دیکھنے والی اور ظاہر کو دیکھنے والی ہیں، دوسری ہوش (قلب) کی آنکھیں جو انتہا کو دیکھنے والی اور باطن کو دیکھنے والی ہیں، اہل دنیا نے غفلت کی گرد سے قلبی آنکھوں کو جو انجام دیکھنے والی ہیں اندھا کر دیا ہے، اور اہل توحید و محققین نے جسمانی آنکھوں کو غلط دیکھنے والی جان لیا ہے، اس لئے ان پر اعتبار نہیں کرتے، ہر وقت ہوش کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، جس چیز کو تم جسمانی آنکھوں سے دیکھو اس کا انجام ہوش کی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کرو۔

رباعی

گم ہو جاوے، لیکن شروع سے اخیر تک ہر منزل میں اس کی ہر صورت کو اپنے سامنے ایسا ثابت و درست

کرو کہ اس میں ہرگز کوئی فرق نہ رہے، اس کی صورت کا نقشہ بعینہٖ روبرو کھڑا نظر آوے۔

کچھ مدت تک رات اور دن اور ہر وقت اسی مشق میں مشغول رہو، اور اس میں نیستی کے نقش کو کمال

تک پہنچاؤ کہ ہستی کا نقش تمہارے سامنے سے بالکل چلا جاوے، جب اس مقام پر پہنچو گے، اور

اس پر محکم ہو جاؤ گے، تو اس سے آگے والی منزل کا طریقہ پھر بتائیں گے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔ رباعی

اے میرے پیر آپ کے اوصاف کو یہ غلام کیا بیان کرے، آپ کے قدموں کی خاک جنت میں عزت دینے والی ہے

آپ کی پیشوائی بدبختوں کو مبارک بخت بنا دیتی ہے، آپ عاشقوں اور عارفوں کے طریقہ کے بیشک امام ہیں۔

جب اپنی ہستی اور جہان کی ہستی نیست ہو گئی تو پھر کیا کر سکتا ہے، اور مردہ سے کیا کام ظاہر

ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! وہ مردہ نہیں، کیونکہ دیکھنا و سننا، اور بولنا و سمجھنا، اور بیٹھنا و اٹھنا

اس میں ظاہر ہے، مُردہ وہ ہے کہ اس میں کوئی حس و حرکت نہ رہے، جو شخص یہ جان لے کہ دنیا کی

صورت اور میری صورت دونو فنا ہیں، وہ زندہ ہے، بلکہ اس کے نزدیک اہل دنیا مردہ ہیں،

جو کہ اصل مقصد سے بے خبر ہیں، اُس شخص نے اپنے مخالفوں کو قتل کیا، اور اپنے آپ سے اُن کا غلبہ

دور کیا، اور موت سے لا پرواہ ہو گیا، اس کو مرنے سے اور مُردوں سے کیا کام ہے؟

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

رباعی

میرے دل میں یہ مشکل پڑی ہوئی تھی۔ کہ جہان سے نابود ہونا کیا نفع؟

اس کا مطلب بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ اب آپ نے یہ عقدہ کھول دیا۔

الغرض ہستی کی صورت دور کرنے اور نیستی کا نقش قایم کرنے کے متعلق تو مجھے کچھ حاصل

ہو گیا، اور آپ کے اقبال عالی کا صدقہ اور بھی حاصل ہوتا جائے گا، میں اس احسان کا

شکریہ کس طرح ادا کر سکتا ہوں، یہ سراسر آپ کی مہربانی ہے، اب از راہِ غلام پروری

اس سے آگے بھی رہبری فرما دیں۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد۔ اس سے آگے سنو، جب تمام صورتیں نیست ہو گئیں، اور نیستی کا نقش کمال کو پہنچ گیا، پھر ذات حق کی ہستی کو ظاہر کرو، اگرچہ دنیا میں ہماری ہستی مقرر ہے، لیکن ہمارا ہونا اور نہ ہونا، اور ہمارا آرام و تکلیف ہم سے کچھ بھی نہیں، یہ سب اُسی سے ہے (ہمہ ازوست

رباعی

میں ایک ذرہ ہوں وہ آفتاب ہے۔ اس کی روشنی سے میرا یہ ناز و خرام ہے۔

جسطرح وہ ہلاتا ہے میں ہلتا ہوں۔ وگرنہ میری اپنی کوشش تو ضائع ہے۔

اس طرح پر ہستی حق کو ہست جان کر دیکھنا چاہیے۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے طوبے کے درخت، عجیب کلام والے، جہان کی آبادی، آسمان کی بزرگی، آپ نے سقدر محنت و ریاضت کے بعد نیست کر کے ہست کرنا، اور سب اسی کی طرف سے جاننا فرمایا ہے

یہی ہمہ از دست پہلے ہی کیوں نہ ظاہر فرما دیا۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے درویش! اس طریقہ کے محققین کی یہ تدبیر ہے، جو شخص بیمار ہو زمانہ کے تجربہ کار طبیب غیر طبعی خلط کو تشخیص کر کے اس کے خارج کرنے کے لئے، پہلے منضجات (مواد کو پکانے والی دوائیوں) کو عمل میں لاتے ہیں، اس کچی خلط کو پکا کر مسہل (دست آور دوائی) اور فصد (خون نکالنے) سے اس کا ازالہ کرتے ہیں، اس کے بعد مرض کے برخلاف دوائیاں دیتے ہیں۔

رباعی

ٹھنڈے کا علاج گرم سے اور گرم کا علاج سرد سے۔ خشک چیز کا علاج تر سے کرتے ہیں۔
تر کا علاج خشکی سے کرتے ہیں۔ حکمت کی بنا اسی سے شروع ہے۔

اور کھانے پینے والی چیزیں تھوڑی اور بے نمک اور بے لذت اس کو شروع کراتے ہیں، اور پھلوں و گوشتوں وغیرہ کے کھانے سے اس کو پرہیز کراتے ہیں، کچھ مدت تک اسی پر اکتفا کرتا ہے، پھر مقوی دوائیں شروع کراتے ہیں تاکہ اس کے اعضائے رئیسہ (دل وجگر و دماغ

اور اعصاب (پٹھے) طاقت پکڑیں ۔ اور اس کے قوای کا ضعف جاتا رہے ، اور قوت ماسکہ

(معدہ میں ٹھیرانے والی) اور قوت جاذبہ (مادہ کو جذب کرنے والی) اور قوت دافعہ (فضلہ کو

دفع کرنے والی) ہر ایک اپنی جگہ پر قایم ہو جائیں ، اور قوت ہاضمہ (ہضم کرنے والی) میں کیلوس

(غذا کا معدہ میں پہلا ہضم) اور کیموس (غذا کا معدہ میں دوسرا ہضم) میں کوئی فرق نہ رہے

اس وقت اس کی پرہیز اور پابندی کو دور کر دیتے ہیں ، اور اجازت دے دیتے ہیں کہ اب

جو چاہو کھاؤ ، تم تندرست اور طاقتور ہو اب تم کو کسی چیز کے کھانے سے تکلیف نہ پہنچے گی ،

خدا کی پناہ ، اگر پرہیز کے وقت میں بدپرہیزی کرے تو ہلاک ہو جائے یا مرض میں دوسرا عرض

پیدا ہو جائے کہ علاج کرنے والے اس کے علاج سے عاجز رہ جائیں۔

رباعی

اگر پرہیز سے اس کا پاؤں باہر ہو گیا ۔ تو روئے گا کہ میرا آرام کہاں گیا ۔

پھر صحت کا پرندہ دام میں نہیں آسکتا ۔ پھر کوچہ بکوچہ اس کو ڈھونڈے گا کہ کہاں گیا ۔

اسی طرح درویشوں کے آئین میں دنیا کی خواہش بہت بڑا مرض ہے ، اور اہل دنیا مریض ہیں ۔

جب تک اہل توحید کی حکمت کے اصول کے مطابق عمل نہ کریں ، اس عرض سے خلاصی نہیں پا سکتے ۔

شعر

ہر ایک گروہ میں جو شخص کمالیت رکھتا ہے وہی آذر ہے، لقمان بھی اپنی جگہ پر اُس رستہ پر قادر ہے۔

اس مرض کے اعراض سب ہڈیوں کے مغزوں کے اندر پہنچ چکے ہیں، اور رگ رگ میں اور بال بال میں پھیل گئے ہیں، جب تک ان کی حکومت جسم سے نہ جاوے گی ہمہ از دوست کا نقش قائم کرنا ممکن نہ ہوگا، جیسا کہ بیمار، مرض سے فارغ ہونے کے بعد سب چیزیں کھاتا ہے، اور اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا، اسی طرح ہمہ ہستی کی صورت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے غفلت کے بھنور سے نکالنے والے، وحدت کا سرمایہ بخشنے والے، اس رستہ میں میں نے بڑی تحقیق سے تسلی حاصل کرلی ہے، اب اپنی زبان مبارک فال سے ہمہ از دوست کا دروازہ کھولیں، اور بھیدوں کا خزانہ مجھے دکھائیں کہ سعادت کے دروازہ کی چابی یہی ہے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔ اے پیر محمد! تم نے اچھا سوال کیا، اب اس کا مقصد دل کے کانوں

سے سنو اور خاص ہوش سے جان لو۔

نظم

تمہارے سامنے اس راز کو کھولتا ہوں۔ اور بےزوال خزانہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔

جب تم ہمہ از دست کے دروازہ کے واقف ہو جاؤ گے۔ تو اس کی درگاہ میں بیشک مقبول ہو جاؤ گے

دل میں جو خیال آوے اُسی سے جانو۔ جو گمان میں آوے وہ بھی اُسی سے سمجھو۔

جس سے وہ تم کو جدا کرتا ہے تم اُسی سے جدا ہوتے ہو۔ جس سے وہ تم کو باندھ دیتا ہے تم اُسی سے بندھ جاتے ہو

تمہاری حرکات گیند کی طرح ہیں اور چوگان اس کے ہاتھ میں ہے، تمہاری ہستی اسی کی ذات وصفات کے عکس سے ہے

اس کے حکم کے بغیر تمہاری زبان بول نہیں سکتی۔ اور تمہاری ناک کا نتھنا سونگھ نہیں سکتا۔

تم ایک سانس بھی اس کے بغیر نہیں لے سکتے۔ خواہ سانس کو باہر نکالو یا اندر کھینچو۔

بہار کی تاثیر اور رنگ اور نام کسطرح بنایا؟ بادل میں بارش کا قطرہ قطرہ کس طرح بنایا؟

خواب میں جو چیز تم کو دکھاتا ہے۔ وہ کہاں سے لاتا ہے اور پھر اس کو کہاں لیجاتا ہے؟

دیکھنا اور سننا جسم میں کس سے ہے؟ چاروں اخلاط (خون، بلغم، سودا، صفرا) بہتری کس سے ہے؟

اپنی حکمت کے اسرار وہی حکیم جانتا ہے۔ وہ ہر زمانہ اور ہر حال میں مہربان ہے

آسمان کا چکر کاٹنا اسی کے حکم سے دیکھو۔ ذرہ کا رقص کرنا اُسی تازہ رُو سے دیکھو۔

اس کے نزدیک آسمان اور ذرہ اور بارش برابر ہیں۔ اس کے دیکھنے میں سب لوگ برابر ہیں۔

مسجد اور بتخانہ میں بٹھانے والا اسی کو پہچانو۔ نیک اور بد کام کرانے والا اسی کو پہچانو۔

یہ سب خواہش اُسی سے ہے جو خواہش سے پاک ہے۔ ہر راستہ کی رہبری اسی کے ہاتھ میں ہے۔

وہ کسی حال میں کسی کے حال سے بے خبر نہیں۔ ہم کو یہ طاقت نہیں کہ بال جیسا بھی اُس سے باہر جاویں۔

آسمان کے سر پر ستاروں کا نقشہ کھولا ہے۔ کنوئیں کے تھاہ میں ریت کے دانے اُسی نے دیکھے ہیں

اپنے ملک سے چلاتا ہے اور ہم سے جدا ہو جاتا ہے تم بتاؤ کہ ہماری جگہ کہاں ہو۔

ہم سے جو کچھ وہ کرائے بیشک ہم وہی کرتے ہیں۔ اگر وہ اس میں ناراض ہو تو ہم کیسے کر سکتے ہیں۔

اے درویش۔ سب اُسی سے ہے عقلمند اور خوار اور مست شراب پینے والا اور شراب بیچنے والا اور فقیہ اور بت پرست

خالق اور مخلوق میں اسی قدر فرق ہے کہ خالق جو چاہے کرتا ہے، اور مخلوق بے حس وحرکت ہے، اس سے

کچھ نہیں ہو سکتا، بزرگوں نے پروردگار کے آداب کی وجہ سے بندہ کو فاعل مختار کہا ہے، ہماری کیا مجال

کہ ہم کہیں گناہ اُس کی طرف سے ہے ورنہ حدیث شریف میں آیا ہے خیرہٖ وشرّہٖ من اللہ تعالیٰ

(نیکی اور بدی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے)

اے درویش! اگر گناہ کرنے والے ہم ہوں تو ہم سے مخلوق علیٰحدہ ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ گناہ ہے لیکن

جب کسی چیز کے بنا لینے کی قوت ہم میں ہو گئی تو ہم بھی خالق ہو گئے، مخلوق کا اِسم اُس کے لئے مختص ہے

کہ جس سے کوئی حس و حرکت ظاہر نہ ہو۔

رباعی

تیرے ہی نام سے پانی کی رونق و خوشی ہے۔ نوبے تنگ رہٹ کے چرخ کی طرح ہے۔

تو تو ایک سبب ہے اور وہ سبھوں کا بنانیوالا ہے مگر تیرا پھرنا تیرے ہاتھ میں نہیں۔

اس کی حرکت اس کے بنانے والے کے ہاتھ میں ہے، پس ہم خود بخود ہرگز متحرک نہیں، گیند کی طرح

ہماری حرکت اس کی قدرت کے چوگان کے ہاتھ میں ہے، ہم تیر کی طرح بے حس ہیں، ہمارا اڑنا اس کی

حکمت کی کمان کے ہاتھ میں ہے، ہم فعل ہیں، ہماری عزت اور ذلت ہمارے فاعل (بنانے والے)

کے ہاتھ میں ہے، فعل کو کیا طاقت ہے کہ کسی چیز کی فاعلی کرے۔

شعر

ہم بتوں کی طرح ہیں اور اپنے آپ میں بے حرکت ہیں، ہماری حرکات اس کی رضامندی کی ہوا کیساتھ وابستہ ہیں۔

اپنے آپ کو بگولا (واو ولا) کی طرح جانو۔ اس کے جگر میں ہوا پوشیدہ ہے جو جگر کو پھراتی ہے۔

رباعی

کبھی مٹی کو مٹی پر لیجاتی ہے۔ کبھی بلندی پر اور کبھی پستی پر لاتی ہے۔

اے مرد جان لو کہ ہم بیشک گرد ہیں۔ ہم کو جس طرح وہ چاہے رکھے۔

شعر

اگر اپنی حرکت ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔ تو ہم اپنی حاجتوں میں کب دُکھ اٹھاتے۔

ایک درویش معرفت میں دانشمند، اور وحدت میں باکمال، بے سامان، خدا کا طلبگار، جسم سے برہنہ سردی سے ٹھٹھرا ہوا تھا، اس کے دل میں خیال آیا کہ میں ننگا ہوں، کسی دولتمند سے چادر مانگوں یہ ارادہ پکا کر کے ایک امیر کے پاس گیا، اور اس کے آگے سوال کیا، امیر نے تیوری چڑھا کر اور چڑچڑا ہو کر سخت کلامی سے جواب دیا، فقیر جواب لے کر واپس ہو گیا، اور اپنے آرام گاہ کیطرف روانہ ہوا، لیکن دل میں ناراض نہ ہوا، بلکہ اپنے خیال میں خوش ہوا، اور آواز بلند سے اپنے بھیجنے والے، اور واپس لانے والے خدا کو کہا، تو نے یہ کیا کیا؟ مجھ کو اُس کے پاس بھیجا، اور اس کو مجھ پر تلخ کر دیا، اور اس سے جواب دلا دیا، اس میں کیا حکمت ہے؟ مگر میں نے معلوم کر لیا ہے کہ میری خودی کو توڑنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

رباعی

مجھے خود ہی اُس کے دروازہ پر بھیجا۔ اور پھر خود ہی اُس کا دل مجھ پر ناراض کر دیا۔

جب تجھکو شکستہ دلی پسند آئی ہے۔ تو مجھ کو کون مہربانی کر سکتا ہے۔

اے پرِ محمد! انہیں معنوں میں ایک دوسری حقیقت بیان کرتا ہوں، ایک فقیر ایک کنجری کی صورت پر مبتلا تھا، بہت عاجزانہ اس کے ساتھ دل بندھا ہوا تھا، رات دن کنجریوں کی خدمت میں حاضر اور مستعد رہتا تھا، ایسی تابعداری اختیار کی کہ ان کے جوتے اُٹھانے کو اپنا فخر جانتا تھا۔

غزل

اگر کسی کا دل کسی سے وابستہ ہو جائے۔	تو وہ لاعلاج اور دردمند اور گھائل ہو جاتا ہے۔
جب عشق کے طریقہ میں پختہ ہو جاتا ہے۔	تو شرم و حیا کی قید سے باہر ہو جاتا ہے۔
کوتوال اور بازاریوں کی ملامت دیکھتا ہے۔	لیکن ناراض نہیں ہوتا اُس کے سے یہ گلدستہ ہوتا ہے۔
اگر کفر ہے تو بھی اس کے لئے اسلام ہو جاتا ہے	مگر اس کے مذہب میں برمحل ہوتا ہے۔
جب زنجیر کی زلف میں پڑ گیا تو بلبنیک۔	کفر اور دین کی قید سے چھوٹ گیا۔
کلہاڑا کب اس کو کاٹ سکتا ہے۔	عشق کا درخت جو دل میں اُگ چکا ہو۔
نرگس اور لالہ کا پھول دل میں نہیں دیکھتا۔	جب اس کی صورت کی چمک اس میں بیٹھ گئی۔
نصیحت کرنے والا دولت کا طمع نہیں کر سکتا۔	وہ ہر غیر سے علیحدہ ہو چکا ہے۔
خواہ اس سے دور ہو یا نزدیک	وہ ہمیشہ اُسی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

ایک روز وہ کنجریاں فقیر کو ساتھ لئے ہوئے کسی دوسرے شہر میں گئیں، رات رہنے کے واسطے ایک درویش کے مکان کو پایا، ڈیرہ والے درویش نے اُس فقیر کے چال چلن دیکھے کہ لباس درویشوں کا پہنا ہے، اور نوکری کنجریوں کی اختیار کی ہے، مکاندار کو غیرت آئی۔ اور اس فقیر کو کہا اے فقیر! پروردگار نے تجھ کو درویشی لباس عطا کیا ہے، اور یہ لباس بزرگی میں بلند تر ہے، سب زندے اور مُردے اِس کی پناہ لیتے ہیں، گناہ بخشانے والا اور بخشش دلانے والا ہے، تجھے شرم نہیں آتی کہ ایسا لباس پہن کر اپنے آپ کو کنجریوں کا نوکر بنایا ہے۔ فقیر نے کہا اے بزرگ! تو نے اِس گنہگار نابکار پر مہربانی کی ہے جو ہدایت فرمائی ہے، اور نیک بختی کا راستہ دکھایا ہے، لیکن جس ذات نے مجھے درویشی لباس بخشا ہے اُسی ذات نے مجھے کنجریوں کا خدمت گار بنایا ہے، میں بھی جانتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اِس بھنور سے باہر آؤں، لیکن میں اپنی قسمت پر قادر نہیں ہوں، اور اگر تو مکان دار (صاحب خانقاہ) ہے تو یہ تیری بہادری نہیں، اور اگر میں خراب ہوں تو یہ میری بے شعوری نہ جانو۔

رباعی

وضع اور فعل اور صورت سب اُسی سے ظاہر ہے
بنانا اسی کے ہاتھ میں ہے جو جہان کا بنانے والا ہے۔

جو ذات پردہ ڈالنے والا ہے وہی پردہ پھاڑنے والا ہے
پردہ نشین ہونا یا فاحشہ ہونا کیا اختیار ہے

شعر

اس راستہ میں جلدی سے دوست بن ۔ محرم راز لوگوں کے پیچھے چل ۔

اے درویش قربان ہو اور منصف بن جا ۔ اُس کنجری کے مفتون فقر کے جواب پر ۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا ۔

اے پیر محمد ! اگر طبیب سے دوائی لے کر مریض اپنے پاس رکھ لے اور اس کو کھائے نہیں تو کوئی فائدہ نہیں پائے گا ، میں جو تمہارے ساتھ اسقدر محنت و کوشش کرتا ہوں ، اگر اس پر عمل کرو گے تو فائدہ پاؤ گے ، اگر افسانہ کی طرح رنگین کلام سمجھ کر سُن رکھو گے تو کوئی نفع نہ پاؤ گے ۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا ۔

اے میرے پیر ! آپ کے علم میں غیبی حالات اور سربستہ اسرار بینک ظاہر ہیں ، آپ کے آگے جام جمشید کی لاف زنی اور سکندر کا شیشہ سب ملیامیٹ ہے ، میرے ظاہر کرنے کی حاجت نہیں ، مگر جو شخص بلند سیڑھی پر چڑھنا چاہے ، پہلے اُس کے ڈنڈا (پایہ) کو ہاتھ ڈالتا ہے ، پھر اُس پر پاؤں رکھتا ہے ، پھر دوسرے ڈنڈا کو ہاتھ ڈالتا ہے ، اسی طرح وہ چھت پر چڑھ جاتا ہے ، میں مبتدی ہوں

میرے لئے پہلے سننا اور سمجھنا مثل ہاتھ ڈالنے کے ہے، اور اس پر عمل کرنا مثل پاؤں رکھنے کے ہے

اسی لئے میں رات دن سوالات کرتا رہتا ہوں۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! مرحبا۔ تم نے سچ کہا، ہر کام کی بنا سننے اور سمجھنے پر ہے، پہلے جس چیز کے اوصاف سنے جاتے ہیں اس کے دیکھنے کا شوق بڑھ جاتا ہے، جب اس کو دیکھتا ہے تو اس کے حاصل کرنے کا اشتیاق ظاہر ہو جاتا ہے، جب کوشش کرتا ہے تو اس کو پالیتا ہے، جیسا کہ سمرقند کا بادشاہ حبشی کی بات سننے سے فقیر ہو گیا اور مقصد حاصل کر لیا۔

حضرت پیر محمد نے پوچھا وہ کس طرح ہوا مہربانی کرکے بیان فرمادیں۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! سمرقند کا بادشاہ جمعہ کے روز نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع مسجد میں گیا، سب لوگ آداب شاہی بجا لائے، ایک حبشی مسافر بھی نماز جمعہ کے لئے اس مسجد میں آیا ہوا تھا وہ بھی سلام و تعظیم کرکے مسجد میں بیٹھ گیا، بادشاہ کی نظر اس حبشی پر پڑی، وہ نہایت بدصورت اور سیاہ رنگ تھا

بادشاہ کو دیکھ کر ہنسی آئی، حبشی عقلمند تھا، اور درویشوں کی صحبت سے بہت کچھ سمجھدار ہو گیا ہو

تھا، اس نے جان لیا کہ بادشاہ کو میری صورت دیکھ کر ہنسی آئی، ہاتھ باندھ کر بادشاہ کی خدمت

میں عرض کیا، اے بادشاہی تخت پر بیٹھنے والے، اور اے روئے زمین کی عزت، آپ سرکار عالی

کو کلال (برتن بنانے والے) کی بے شعوری پر ہنسی آئی ہے یا اس مٹی پر، بادشاہ نے سر نیچا کر لیا

اور غم سے بہت نادم ہوا، اور اس بات نے سرکشی و غرور کو اس کے دل سے اٹھا دیا، اور وہ اپنے

آپ کو غلام جان کر اٹھ کر حبشی کے پاؤں پر گر پڑا، اور کہا میں گمراہ تھا، اس کا بندہ نہیں تھا،

تو اُس کا بندہ ہے حبشی نے کہا۔

رباعی

تصویر بنانے والے نے کسی کو پریچہرہ بنا دیا۔ کسی کو بدصورت اور بدخو بندر بنا دیا۔

ہر ایک صورت کے بنانے والا وہی ایک ہے۔ اسی کا لکھا ہوا ہر جگہ اور ہر طرف دیکھو۔

انہیں معنوں میں یہ غزل ہے۔

غزل

ہمارا کاریگر ہم پر نظر رکھتا ہے۔ ہمارے اچھے اور برے کام سے خبر رکھتا ہے

ہر ساعت نئے نقش پیدا کرتا ہے قدرت کا قلم کیا نیا تازہ رکھتا ہے۔

اُسکی طرح زرافشاں نقاش کون ہو سکتا ہے سورج اور چاند کے چہرے پر سنہری کام کیا ہے۔

پتھر کے جسم میں آگ پیدا کر دی۔ سبز لکڑی کے سر پر پھل پیدا کر دے۔

اس کی بخشش کے سمندر کے کمالات سے ہر ایک راجباہ سَو ہنر رکھتا ہے

اسی باغ میں کڑوی مرچیں پیدا کرتا ہے اسی میں گنّا شیریں بنا دیتا ہے۔

چنگھاڑنے والے شیر کو توفیق بخشنے والا وہی ہے اسی کی بخشش سے مچھر پَر رکھتا ہے۔

اس کی حکومت میں یہ ملک کیا ہے؟ اور بھی بےشمار مُلک رکھتا ہے۔

بندہ کو ہر دم لازم ہے کہ اس کی بے نیازی سے ڈرتا رہے۔

لیکن یہ بھی ہم سے نہیں ہو سکتا۔ اسی کے قبضہ میں ہے اگر رکھے تو۔

ہم اونٹ کی طرح اُس کے پیچھے چلتے ہیں۔ جس راہ میں ہم کو راہبر چلائے۔

بادشاہوں کے سروں پر تاج رکھنے والا ہے گدھے کی پشت زار پر بوجھ رکھنے والا ہے۔

کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کسی کو سونے کا شوق اور طمع دے دیا ہے۔

ہم اُسی سے "ہست" ہیں اپنے آپ نہیں ہیں۔ خواہ ہم کو نیچا دکھائے یا اوپر رکھے۔

اے درویش! اسی کی مرضی کو پہچانو

وہی سب کاموں کا کرنے والا ہے

رباعی

تیرا جسم بربط کی طرح تاروں سے پُر ہے۔ تیرے بجانے والا ہی خلّاقِ عالم ہے۔

جس قسم کی تجھ سے آواز نکلتی ہے۔ اسی کے ہاتھ سے آتی ہے یہ اُسی کا اختیار ہے

رباعی

اس کی تقدیر کبھی قضا نہیں ہوتی۔ ہر بال اس کی رضا کی زنجیر سے وابستہ ہے۔

اگر بابوں پر غبار پڑجاتا ہے تو یہ بھی اس کے حکم بغیر نہیں ہے۔

اسی مطلب پر ایک اور حکایت بیان کرتا ہوں۔

عجم کا ایک بادشاہ بڑا سخی اور صاحب جاہ وجلال تھا لیکن عِنّین (ہیجڑا۔ نامرد) تھا سُریلے گویوں اور عشوہ ساز کنجریوں کے ساتھ محبت رکھتا تھا، اسی طریقہ پر اپنی زندگی کے دن خوش بخوش گذارتا تھا۔

رباعی

نامرد سے کوئی مستی کا کام نہیں ہو سکتا۔ اپنی نظر میں ہی وہ شہوت پرستی کرتا ہے۔

جو شخص جنگ کے موقعہ پر تلوار سے خالی ہے۔ وہ باتیں کرنے میں ہی بیشہ سستی کرتا ہے۔

مجلس کی ترتیب خوبصورت لوگوں کے ساتھ کیا کرتا، اور پری چہرہ معشوقوں کو اپنے گرد بٹھایا کرتا،

ایک روز دربان کو حکم دیا کہ شہر کی تمام کنجریوں اور گویوں کو میرے حضور میں لاؤ۔ کوئی شخص باہر

رہنے نہ پائے، سپاہی بڑا ہوشیار تھا، اُس نے جاکر تمام ناز و انداز والے خوبصورتوں اور سُریلے

آواز والے راگ گانے والے کلاونتوں کو لباس ہائے فاخرہ پہنا کر اور اچھے اچھے زیوروں سے آراستہ

کر کے، شاہی دربار میں حاضر لاکر زمین بوس کر دیا، ان حسین معشوقوں، پھول کے چہرہ والوں،

کبک کے خرام والوں نے موقعہ بموقعہ صفیں بنا کر جدولوں کی طرح دربار بادشاہی کی مجلس کو آراستہ

کر دیا۔

رباعی

حسن اور زر کے جلوہ سے نیا بہشت تیار کر دیا ۔ علیین کی طرح بہت عجب نقشہ بنا دیا۔

بولنے والی طوطیوں نے سر اٹھایا۔ عیش کی شراب سے دل کا پیالہ پُر ہو گیا۔

ساز بجانے والے گیت گانے والے خوش آواز بلبل، اور روشن چہرے والے، کرشمے دکھانے والے،

ناز و ادا کے سرمایہ دار معشوق، جابجا تیار ہو کر بیٹھے تھے، بادشاہ وقت جو عقل و دانش میں یکتا تھا، اُس نے

ایک ایک فرد کو نگاہ غور سے نظارہ کیا، ان میں سے ایک بدصورت لیکن پاکیزہ سیرت پر نظر پڑی

کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنجری سیاہ رنگ مگر مچھ کی صورت بہت بدشکل ہے، لیکن سر سے پاؤں تک

زیورات مرصع سے آراستہ سنہری لباس پہنے ہوئے اور جلوہ بنائے بیٹھی ہے، بادشاہ اس کی صورت

کو دیکھ کر ہنس پڑا اور کہا۔

شعر

اے بے وقوف اپنے چہرہ کو دیکھ گدھی کو یہ سونے کی کاٹھی کب سجتی ہے۔

ایسا حسن چھپا کر رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں نظر لگ جائے۔

وہ کنجری اگرچہ صورت میں نابکار اور بے وقار تھی، مگر سیرت میں بہت اچھی اور خالص سونا تھی، اُس نے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر بادشاہ کو مخاطب ہو کر کہا، اے آسمان کی بلندی رکھنے والے خراب زندگانی والے، ابھی تک تجھکو اُس ذات بے نیاز کی الوہیت، اور اپنی قابلیت کی پہچان نہیں ہوئی، جس نے مخنث (ہیجڑے) کو بادشاہی بخشدی، اور ایسے ایسے حسین وجمیل ہشیار خدمت گار نامرد کو بخش دیئے۔

غزل

اس کی قدرت کو دیکھو، خوبصورتی اور بدصورتی کو نہ دیکھو۔ اپنی کائنات پہچان لو اور بال بال سے اسکی تعریف کرو

اگر بدصورت کو وہ موتیوں والا لباس پہنا دے تو کچھ عجب نہیں، جب وہ ہیجڑے کو مردوں والا تاج پہنا سکتا ہے۔

وہ مالک الملک ہے اور خلقت کا بنانے والا اور رکھنے والا ہے، اس کا حکم ہر ذرے پر چاروں طرف جاری ہے۔

ہماری حرکتیں اور ہمارے کام سب اُسی کے حکم سے ظہور ہوتے ہیں، اس کو ظاہر و باطن ہر جا حاضر دیکھنے والا جانو۔

اس کچی مٹی میں زندگی کا پانی (روح) کس طرح رکھدیا ہے، نیز یہ گھڑا اپنے جسم میں نو سوراخ رکھتا ہے۔

تمام موجودات اس کی رضامندی کی ہوا سے متحرک ہے۔ اے نادان اگر تو عزت چاہتا ہے تو اپنے آپ کو تنکا کی مثل جان

اگر تم سب کچھ اُسی سے جانو تو تمہارے ذمہ کچھ بھی نہیں۔ اگر اپنے آپ کو فاعل پہچانو گے تو اسی کے باعث رونے لگو گے

اگر سعادت چاہتے ہو تو مختار کار نہ بنو۔ اے اندھے تم تحقیق کر و ہم سے سوائے رضا کے کیا ہو سکتا ہے۔

اے درویش! یہ سب سکھ اور دُکھ اسی سے جانو۔ اگرچہ تیری کوئی خدمت کرے یا تجھ سے سختی کرے۔

اے پیر محمد! اگر درویش کو اُس کنجری جتنی بھی سمجھ یا تسکین خاطر نہ ہو تو اس کو درویش

نہ کہنا چاہیے۔ وہ بیہوش اور لباس فروش ہے۔ **رباعی**

اس گودڑی کے پہننے میں کوئی نفع نہیں۔ جب تک تم جانباز نہ بن جاؤ، یہ کھیتی خراب ہی رہے گی۔

فقر کا طریقہ ظاہری کوئی غرض نہیں رکھتا، ہمہ از دست سے واقف ہونا چاہیئے، یہی سب کچھ ہے۔

جب تک درویش ہمہ از دست پر اعتقاد نہ باندھے، اپنے آپ کو درویشوں میں نہ شمار کرے، گذشتہ

درویشوں کے احوال جو تاریخوں میں لکھے ہوئے ہیں، ان سے استغفال کرنا چاہیئے، کہ تجربہ کاروں کے

زمان کے مطابق عمل کرنے سے کشود کار ہوتا ہے۔ اس رستہ میں ایک درویش کا واقعہ میں بیان کرتا ہوں۔

مثنوی

ایک درویش بہت مبارک بخت تھا۔ قناعت والا عبادت والا نیک فال تھا۔

اے پیر محمد! انہیں معنوں میں ایک دوسری حقیقت بیان کرتا ہوں، ایک فقیر ایک کنجری کی صورت پر مبتلا تھا، بہت عاجزانہ اس کے ساتھ دل بندھا ہوا تھا، رات دن کنجریوں کی خدمت میں حاضر اور مستعد رہتا تھا، ایسی تابعداری اختیار کی کہ اُن کے جوتے اُٹھانے کو اپنا فخر جانتا تھا۔

غزل

اگر کسی کا دل کسی سے وابستہ ہو جائے۔ تو وہ لاعلاج اور دردمند اور گھائل ہو جاتا ہے۔

جب عشق کے طریقہ میں پختہ ہو جاتا ہے۔ تو شرم وحیا کی قید سے باہر ہو جاتا ہے۔

کوتوال اور بازاریوں کی ملامت دیکھتا ہے۔ لیکن ناراض نہیں ہوتا اُس کے سے یہ گلدستہ ہوتا ہے۔

اگر کفر ہے تو بھی اس کے لئے اسلام ہو جاتا ہے مگر اس کے مذہب میں برمحل ہوتا ہے۔

جب زنجیر کی زلف میں پڑ گیا تو بلنتیک۔ کفر اور دین کی قید سے چھوٹ گیا۔

کُلہاڑا کب اس کو کاٹ سکتا ہے۔ عشق کا درخت جو دل میں اُگ چکا ہو۔

نرگس اور لالہ کا پھول دل میں نہیں دیکھتا۔ جب اس کی صورت کی چمک اس میں بیٹھ گئی۔

نصیحت کرنے والا دولت کا طمع نہیں کر سکتا۔ وہ ہر غیر سے علٰحدہ ہو چکا ہے۔

خواہ اس سے دور ہو یا نزدیک وہ ہمیشہ اسُی کے ساتھ ملا ہوا ہو گا۔

چاہیے کہ جلدی اس بُرے کام کو کر لوں۔ اس کے بعد بندگی اختیار کروں۔

توبہ سے اس روسیاہی کو دھو لوں شاید غفار الذنوب گناہ بخش دے۔

ایسا نہ ہو کہ اسی راستہ پر اخیر ہو جائے۔ اس دنیا سے گنہگار اور محروم جاؤں۔

چند درم لئے اور اپنے مکان سے چل دیا۔ رات کو کنجریوں کے گھر چلا گیا۔

مگر قبر کے عذاب سے ڈرتا تھا۔ شہوت کے جوش سے اندھا ہوا تھا۔

درم کنجری کے ہاتھ میں دئیے۔ اور شرمندگی سے زبان کھولی۔

جب اس گلبدن کے بستر پر بیٹھا حیا چلا گیا اور دونو جسم بے پردہ ہو گئے۔

اُس وقت قدرت خداوندی سے کسی چیز سے اس کے سر سے ٹوپی گر پڑی

اُس وقت اس فقیر نے اپنی ٹوپی کو دیکھا دوسرا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔

دل میں کہا قسمت کم و بیش نہیں ہو سکتی قلم کا لکھا ہوا آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

مجھے کیا طاقت ہے کہ میں اُس پر لکیر کھینچ دوں ایک بال جتنا بھی اس کے حکم سے باہر جاؤں

اگر خدا تعالیٰ کوئی ایسا سبب پیدا کر دے کہ میں بیہوش ہو جاؤں یا مجھ پر سختی ہو جاوے

اس میں اپنے گناہ کا عذر کر لوں گا غلطی میں اپنی زبان کھول دوں گا۔

ایسا نہ ہو کر آج اپنے اختیار سے
اپنے ہاتھوں اپنا ایمان آگ میں جلا دوں

میرا یقین ہے کہ یہ کلاہ میری عزت ہے۔
گناہ کو ڈھانپنے والی اور دونو جہان میں پناہ ہے۔

مجھے اس ٹوپی سے چاروں طرف فخر ہے
اس کو بے آبرو نہیں کرنا چاہیئے۔

ٹوپی کو تعظیم کرکے سر پر رکھ لیا۔
اس کے نصیبہ نے اس کے اندر میں دوسرا دروازہ کھول دیا۔

اسی وقت عقل قائم ہو گئی اور جلدی سے دوڑا
اسی وقت سروش غیبی سے آواز آئی۔

کہ اے مرد میں ہر وقت حاکم ہوں۔
اس راہ میں اپنی بہادری نہ جانو۔

تیری قسمت میں صرف اسی قدر کیا تھا
کہ دونو طرفیں آپس میں شرمگاہیں دیکھیں۔

میں ملک کا مالک اور کون و مکان کا بادشاہ ہوں
دونو جہان کی حرکت میرے ہاتھ میں ہے۔

مسجد اور بُت خانہ کی طرف
ہر مذہب اور رستہ کا دکھانیوالا میں ہی ہوں۔

خرابات اور عبادات کو میں نے ہی ظاہر کیا۔
پھول اور کانٹے میری ہی صنعت سے ہیں۔

کسی کو میں اپنی طرف خود کھینچ لیتا ہوں
کسی کو اپنے سے دور پھینک دیتا ہوں

میری تمام صنعتیں نظر آتی ہیں۔
اگر تو ان کو دیکھے تو مجھ کو دیکھ لے گا۔

اس خوشخبری سے درویش سجدہ میں گر پڑا
شکر حمد سے سعادت کا گیند جیت لیا۔

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پر محمد! درویشوں کے کلام سے درویشی سیکھو، اور فائدہ اٹھانے والے بنو، اسی طریقہ کے مطابق میں ایک درویش کی حکایت بیان کرتا ہوں۔

ایک درویش پاکیزہ سرشت صاف دل، اپنے نفس پر غالب، اپنے زمانہ میں بے نظیر تھا، اہل وعیال بھی رکھتا تھا، بڑا بلند ہمت، زمانہ کے کاروبار میں بھی بڑا دانا تھا، اس کا بیٹا نوجوان باغ کے سرو کی طرح تھا، بڑا شہوت پرست، کنجری باز، کرشمہ و ناز کا طلبگار، شراب نوشی کا عادی تھا، لیکن باپ سے پوشیدہ ہی شراب پیتا، اور پوشیدہ طور پر شراب خانہ میں جاتا، ایک شخص نے مصالحت کے طور پر اس کی گمراہی اور کوتاہی کو درویش کے سامنے ظاہر کر دیا، وہ بزرگوار ولی اللہ اور صاحب بصیرت تھا، ازراہ مکاشفہ اس کے حالات پر اطلاع پائی، اور ان گناہوں سے اس کی خلاصی کا کوئی رستہ نظر نہ آیا۔

رباعی

اس جہان کے خط کا دھونا نہایت مشکل ہے ۔ تو قسمت آسمانی کو کس طرح دھویا جا سکتا ہے۔

بادشاہوں کی زبان کے کلام کو کوئی نہیں پھیر سکتا ۔ تو اس بے آواز اور بے زبانی کے کلام کو کون پھیر سکتا ہے

فقیر انہیں تدبیروں میں نہایت عاجز ہو گیا، اپنے بیٹے کو جو جگر کا ٹکڑا تھا بھلا دیا اور چھوڑ دیا

بھی مشکل تھا، اور تقدیر بے زنجیر کا قیدی کرنا بھی محال تھا، آخر الامر اس برگزیدہ بزرگ نے اپنے بیٹے کو اپنے

سامنے بلا کر کہا، اے برخوردار بد اطوار، نیکو کاری اور بد کاری میں بہت دور کا فاصلہ ہے، اور

یہ ہر جگہ پر سفیدی و سیاہی کی طرح تمام جہان میں مشہور و معروف ہے۔

رباعی

اس آسمانی گنبد کے نیچے اور زمانہ کے گرم و سرد کے اندر، جو شخص کانٹے بوئے وہ انار پیدا نہیں کرتا۔

یہ زمانہ پانچ روز کی بہار ہے۔ جو دانشمند مرد ہے وہ اس میں نیکی کا بیج بوتا ہے۔

لیکن نیک بختی اور بد بختی کسی کی وراثت نہیں، اگر تو نیک بخت اور اچھی خصلتوں والا ہوتا تو میرے مطلب کا

ہوتا، اب خدائے جبار کے کام میں کسی کو اختیار نہیں، تجھے لازم ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر جو کچھ چاہے

کرے، اور بازار میں ننگ و ناموس کی جڑھ نہ اکھاڑے، بیٹے کو جب باپ کی طرف سے اجازت ہو گئی،

اپنے پر خدا کا بے انتہا فضل سمجھا، اور اپنے نفس کی مہار اُس طرف پھیر دی، اور خراباتی کام سب اپنے

گھر میں مہیا کر لئے، اور دن رات انہیں میں مستغرق ہو گیا۔

رباعی

جب شہوت کے چہرہ سے حیا کا پردہ اٹھ گیا۔ تو شراب نوشی سے کب صبر رہ سکتا ہے۔

جب شہوت کے بھوت نے نیکی کی زنجیر توڑ دی   تو دانائی اور ایمان اور ہوش کو دور کر دیتا ہے

جب باپ کا حجاب اُس سے دور ہو گیا تو دن رات اور دمبدم اُس نے شہوت پرستی اور میخواری کا پیشہ اختیار کیا، بہت مدت تک اسی طریقہ میں اُس نے زندگی کا سرمایہ خراب کیا، تاآنکہ اس کی برائیوں اور بدفعلیوں کا حساب اخیر کو پہنچا، غفلت کی رات ختم ہوئی، صبح روشن ہوئی، اُحول (بھینگی) آنکھ سیدھی ہو گئی، اپنی صورت کو دیکھا، بہت تاسف اور افسوس کیا، اور خلاصی کے راستہ کی طرف دوڑا، شرابخانہ کو ویران کر دیا، اور اپنے معشوقوں اور مجلسیوں کو جواب دے دیا، اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنے آپ کو شرمندہ و گنہگار سمجھتے ہوئے نہایت نیازمندی اور جانگدازی سے سامنے بیٹھ گیا، معذرت کی، اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی، اور گناہوں کے بخشنے والے، عیبوں کو ڈھانپنے والے خداوند تعالی کا راستہ طلب کیا۔

رباعی

جب دل کسی چیز سے پھر جاوے۔   اگرچہ اس میں سو آرام ہو وہ چلا جاتا ہے۔

تقدیر کے سوا کوئی دل کو روکنے والا نہیں۔   نیکی اور بدی کا موجب تقدیر ہی ہے۔

اُس بزرگ عارف نے جو اسرار الٰہی کا واقف تھا، باطن میں اُس کے نوشتہ تقدیر کی طرف نظر کی، دیکھا کہ اس کی بدیوں کا حساب اختتام کو پہنچ گیا ہے، اور آسمانی دبیر نے مہربانی سے اُس پر خط

کھینچ دیا ہے، بزرگ نے مراقبہ کی جیب سے سر اٹھایا، اور غیبی دفتر کا دیکھا ہوا نیک اختر بیٹے سے بیان کیا، اور کہا اے فرزند ارجمند جس ذات نے تجھے اُس راستہ پر پہنچایا تھا، اب اسی نے تجھکو اُس سے پھیر لیا ہے، وہی اِس راہ کا دکھانے والا ہے، انبساط (کشایشِ احوال) اور انقباض (بندشِ احوال) سب کام اسی کے ہاتھ میں ہیں، ہر قسم کے فرش بچھانے والا، اور لپیٹنے والا وہی ہے، دانائی اور عقلمندی اور بہتری کے حدود اسی قدر تھے جو خرچ ہو چکے۔

پس حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! اُس مردِ کامل کی غرض خراباتی کو اجازت دینے کی یہی تھی کہ قسمت کا لکھا ہوا مدعا کو حاصل کر لینے کے سوا ہرگز کم و بیش نہیں ہو سکتا تھا نصیحت کرنا، اور اپنی طرف بلانا، کوئی فائدہ نہیں رکھتا، مجھے چاہیے کہ اس کو امور ممنوعہ کی اجازت دے دوں، شاید کہ ابھی عمر کے کوئی دم باقی ہوتے ہی اس کی بدیوں کا حساب پورا ہو جاوے، اور بقیہ عمر نیکو کاری میں گذار ہے۔

اے پیر محمد درویشانِ معرفت کیش کے کلام کا مطلب سمجھو، کسی کی تعریف یا مذمت ہرگز نہ کرو، کسی کے ذمہ کچھ نہیں، قسمت کے لکھنے والے نے جس کام میں لگایا ہے، ہر ایک اُسی کام میں مشغول ہے (جب اِس طرح ہو جاؤ گے) تو تم کو دوست اور دشمن سب ایک ہی جیسے نظر آئیں گے۔

رباعی

اے دل تو آرام اور تکلیف سب اسی کی طرف سے پہچان۔ ہوش کی آنکھوں سے دیکھ اور قیاس سے خیال کر

خداوند تعالیٰ حکیم اور دانا و بینا و حاکم ہے۔ اُس کے سوا کون ہے جو خوشی اور غم دے سکے۔

تمام حرکات و سکنات اور افعال دفتر سرکاری کے لکھے کے مطابق ظاہر ہو رہے ہیں۔

نظم

میری بات کو پہچان اور طالب مولیٰ فقیر ہو جا دولتمند نہ بن عاجز اور حقیر بن۔

آسمان بلند پر نہ چڑھ اور کوئی چیز نہ بن ایسی گفتگو میں اور دل میں نہ کہو کہ میں کوئی چیز ہوں۔

اپنے گمراہ نفس کو ایسی گوشمالی کر کہ ٹیڑھے راستہ سے ہٹ جاوے اور سیدھے راستہ پر چلے

عشق کو اختیار کر اور ہر دم میں خیال رکھ آج وقت ہے سعادت کا ہما دام میں کرلے۔

یہ بھی تجھ سے نہیں ہو سکتا، وہی تجھ کو سمجھاتا ہے جب وہ تجھے بتائے تو تم نقش باندھ سکتے ہو۔

چیز بننے کے لئے اگر کوئی دعوےٰ کرتا ہے۔ تو اس جھوٹے دعوے سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا

اگر تو بندہ ہے تو تیری حرکت تیرے اختیار میں نہیں پروردگار کے ارادہ کے سوا کوئی حرکت نہیں ہو سکتی

اگر تو اپنے آپ کو فاعل اور مختار کار جانے۔ تو تو بندہ نہیں، پروردگار بن گیا۔

ہم میں اور پروردگار میں یہی فرق ہے وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

جو چیز خود فعل ہو وہ فاعل کب ہو سکتی ہے۔ امر کا فرق کیا ہو سکتا ہے اور وہ کس طرح مائل ہے۔

بہار چہارم

معرفت کے بیان میں

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے کون و مکان کے تکیہ گاہ۔ دو نوجہان کی پشت پناہ، وفا کے دن کے خورشید،

خوشی دکھانے والے زہرہ ستارے۔ ''ہمہ از دست'' کا مطلب آپ کے مبارک کلام فرحت نظام سے پورا پورا سمجھ میں آگیا کہ ہم فعل ہیں ہم سے فاعلی نہیں ہو سکتی۔

رباعی

مکھی چاہتی ہے کہ میں باغ بن جاؤں، ذرہ بھی چاہتا ہے کہ میں سورج کی طرح روشن ہو جاؤں

اگر ہمارا کام ہمارے اختیار میں ہو۔ تو کیا بدصورت نہیں چاہتا کہ میں خوبصورت ہو جاؤں؟

اے میرے صاحب داتا۔ مجھے خدا کے ساتھ واصل کرنے والے، اپنی زبان مبارک فال سے

اب منزل "ہمہ اوست" کی طرف میری رہنمائی کریں، اور یہ عقدہ کھول کر مجھ پر نوازش اور

مہربانی فرمادیں۔ شاید کہ آپ کی توجہات کی بارش سے عیش ونشاطِ ابدی کا گوہر، اور نجات

کا سرمایہ، اس دل کو جو سیپ کی طرح انتظار میں بیقرار ہے حاصل ہوجاوے۔

جواب

حضرت گنج بخش جیو نے فرمایا۔

اے پیر محمد! "ہمہ اوست" کمال معرفت کا درجہ ہے، وہاں ہم اور تم اور ہست

اور نیست کچھ نہیں، شمع کی طرح ہر طرف ایک ہی طرح رُخ رکھتا ہے۔

رباعی

وہ ہر صورت میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے، ہر طرف کو اپنی طرف جاتا ہے اُسی طرف جاتا ہے۔

شمع اور پروانہ کو غیر نہیں جانتا، ایک ہی جانتا ہے، بنانے والا اور بنا ہوا کو ایک ہی دیکھتا ہے

چنانچہ میں ایک منزل ہمہ اوست والے، خدا تعالیٰ کے واصل کی حکایت بیان کرتا ہوں۔

مثنوی

میں نے سنا ہے کہ گذشتہ زمانے میں شہر بسطام میں ایک درویش رہتا تھا۔

قلندر مشرب اور دیوانہ صورت تھا۔ کفر اور دین اور عاجزی و غرور سے مبرا تھا۔

بھوک میں اور سیری میں پردہ میں اور برہنگی میں۔ ہر حالت میں وہ یکساں ہنستا تھا شور کرنے سے خالی تھا

اپنا کوئی گھر بار نہیں بنایا تھا۔ تمام جہان کو اپنی جگہ سمجھا ہوا تھا۔

اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور حال پریشان تھا۔ بزرگی اور اقبال اس کی ہمت کے غلام تھے۔

بے اقبالی اور اقبال سے آزاد میں اور تو کی قید سے الگ۔

نہ جانتا تھا کہ قید و بیقیدی کیا چیز ہے؟ امید کیا ہے اور نومیدی کیا ہے؟

سب شکلوں کا شیشہ کھولا ہوا۔ ہر شیشہ میں اپنا منہ دیکھتا تھا۔

سوائے ایک ذات کے کسی کو کہیں نہ دیکھتا تھا۔ اندر اور باہر دائیں اور بائیں، نیچے اور اوپر۔

ایک روز اس شہر کے بازار میں بڑی خوبصورت کنجریاں آگئیں۔

ساتھ ہی نقال اور گیت گانے والے کلاونت شور ڈالنے والے اور خوش کرنے والے۔

جشن کے سب سامان مہیا تھے۔ طوطی خانہ کی طرح سب بازار شور سے بھر گیا۔

اس مجمع میں وہ فقیر بھی جا کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً ہی چلا گیا، ضرورت سے نہیں۔

سب لوگوں سے اس کو بیوقار دیکھ کر نقال لوگ اس کے سر پر جوتا مار دیتے۔

کی حقیقتوں کو دیکھتی ہے ، جب کثرت میں وحدت کی دلیل ظاہر ہو جاوے تو اس ظاہری بصارت پر اعتبار
نہیں رہتا ، اہل بصیرت اور محقق نظر ہو جاتا ہے ، سو بسو اور مو بمو اس کو سوائے ایک کے نظر نہیں آتا۔
بلکہ سب موجودات میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے ، مخلوق کا خیال اس سے جدا ہو جاتا ہے ، خالق ہی رہ
جاتا ہے ، اس کا غیر یعنی مخلوق کچھ نہیں رہتا۔ رباعی

جو کچھ تم کو سامنے نظر آتا ہے صراف کی طرح اس میں دیکھو۔
جب تحقیق سے اس میں دیکھو گے سوائے ایک ذات کے دوسرا کچھ نظر نہ آئے گا۔

اے درویش ! سارا مدعا خیال کی مشق میں ہے ، دنیا دار دن رات دنیا کے خیال میں رہتا ہے
تو خالق سے مخلوق بن جاتا ہے ، بے شمار غم اور تکلیفیں اس کو لاحق ہو جاتے ہیں ، اسی طرح اگر شب و روز
تم وحدت کا خیال رکھو ، آہستہ آہستہ ایک کے سوا کچھ نہ رہ جائے گا ، جیسا کہ عشق مجازی کے خیال
میں مجنوں نے کمال کیا ، اس کو چاروں طرف میں سوائے لیلےٰ کے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ، بلکہ مجنوں
بھی نہ رہا لیلےٰ ہی لیلےٰ ہو گئی۔ رباعی

اسی طریقہ کے مطابق پورانے بت خانہ کو دیکھو۔ ہر بُت میں بت بنانیوالے اور بت توڑنیوالے کو دیکھو
جب آنکھیں کھول لو گے تو سب شیشہ ہے سب میں تیرا جمال ہے اپنا چہرہ دیکھو۔

رباعی

تو ہی طالب اور عاشق ہے، تو ہی طلب ہے
تو ہی چیز دکھائی دیتا ہے، تو ہی ناچیز ہے۔
تو اپنی قیمت نہیں جانتا تو محرم راز نہیں
تو ہی خالص چاندی اور سونا ہے تو ہی تانبا اور جست ہے

رباعی

اگر تو اپنے جسم پر یکرنگی کا لباس پہنے
تو اس کی وحدت کے جام سے خوشی کی شراب پئے گا
اسی کے نشہ میں تجھ سے کفر اور اسلام چلا جاوے گا۔
عقل اور جنون کی زنجیر سے خلاصی پائے گا۔

رباعی

اگر جام جہاں بین سے اپنا منہ دیکھو گے
تو نہ ہی دین مذاہب ہوں گے نہ بے دینی۔
جب زلف کے قیدی ہو جاؤ گے، اپنی آواز سنو گے
ایک بال جتنی بھی تم کو خوشی اور غمگینی نہ ہو گی۔

رباعی

جب تو اپنی جگہ پہچان لے گا تو تمہاری کوئی جگہ نہ رہے گی، نہ یہ نہ وہ نہ تو نہ تیرا مکان رہے گا۔
زندگی کی محبت اور موت کا خوف وہاں کچھ نہیں، ہر ایک زبان پر ہر ایک بانسری پر تیرے ہی گیت گائے جائیں گے

رباعی

سخن شناس اور سخندان دونوں میں کون ہے؟ تو کس کی طلب رکھتا ہے تیرے سوا کون ہے؟

جب خدا ہی خدا ہے تو خدا جو کون ہے؟ جب یہ بات مقرر ہو چکی کہ سوائے ایک کے کچھ نہیں۔

غزل

خود ہی عاشق، خود ہی شیدا، خود ہی معشوق ہے، خود ہی گُل لالہ، اور خود ہی اُس کا نگہبان

خود ہی ہجر اور وصال اور ناز اور نیاز کی لذت پاتا ہے، ہے تو باقی لیکن ظاہر میں فانی بن گیا۔

خود ہی باغ، خود ہی باغبان، خود ہی بلبل، خود ہی بادِ خزاں، خود ہی خزاں دیدہ سراپا حسرت اور پریشانی۔

خود ہی مرض، خود ہی مریض، خود ہی مالک، خود ہی دوائی، خود ہی طبیب دانائے یونانی بن گیا۔

خود ہی حبش، خود ہی حبشی، خود ہی زنگی، خود ہی زنگبار، خود ہی کنعان، اور خود ہی ماہِ کنعانی۔

خود ہی ارسطو، خود ہی طلسمات بنانے والا افلاطون، خود ہی ملامت اٹھانے والا، نادان بنا ہوا

خود ہی طلب، خود ہی طالب، خود ہی دونو جہان میں مطلوب، خود ہی جہان، خود ہی اہلِ جہان، خود ہی والی جہان

خود ہی زیر و زبر کرتا ہے، خود عادل، خود انصاف کرنیوالا، خود ہی تعریف، خود ہی تعریف والا، خود ہی تعریف کرنیوالا

ہر ایک ذرے اور ہر ایک خیال میں میں نے خدا کو ہی دیکھا

کیونکہ میرا ہادی و رہنما حضرت محبوب سبحانی ہے

انہیں چاروں درجات کے مطابق سہل طریقہ پر مختصر کر کے نظم و نثر ملا کر میں بیان کرتا ہوں تا کہ مبتدی آسانی سے اس کے دلائل سمجھ سکے۔

حضرت پیر محمد کے سوالات اور حضرت گنج بخش جیو کے جوابات

سوال۔ اے میرے پیر! فقیر پر اول کیا چیز فرض ہے؟

جواب۔ علم کا حاصل کرنا۔

سوال۔ علم کیا نفع پہنچاتا ہے؟

جواب۔ اگر کہتر (کمینہ) ہو گا تو بہتر (سردار) ہو جاوے گا، اور اگر مسکین ہو گا تو دولتمند ہو جاوے گا۔

سوال۔ کہتری اور بہتری کیا چیز ہے؟

جواب۔ بیوقوفی کہتری اور عقلمندی بہتری ہے۔

سوال۔ بیوقوفی اور عقلمندی کیا چیز ہے؟

جواب۔ اپنے نفع و نقصان کو پہچاننا عقلمندی اور نہ پہچاننا بیوقوفی ہے۔

رباعی

اے دل تو آرام اور تکلیف سب اسی کی طرف سے پہچان۔ ہوش کی آنکھوں سے دیکھ اور قیاس سے خیال کر

خداوند تعالیٰ حکیم اور دانا و بینا و حاکم ہے۔ اُس کے سوا کون ہے جو خوشی او غم دے سکے۔

تمام حرکات و سکنات اور افعال دفتر سرکاری کے لکھے کے مطابق ظاہر ہو رہے ہیں۔

نظم

میری بات کو پہچان اور طالب ہو لی فقیر ہو جا دولتمند نہ بن عاجز اور حقیر بن۔

آسمان بلند پر نہ چڑھ اور کوئی چیز نہ بن ایسی گفتگو میں اور دل میں یہ نہ کہو کہ میں کوئی چیز ہوں۔

اپنے گمراہ نفس کو ایسی گوشمالی کر کہ ٹیڑھے راستہ سے ہٹ جاوے اور سیدھے راستہ پر چلے

عشق کو اختیار کر اور ہر دم میں خیال رکھ آج وقت ہے سعادت کا ہما دام میں کرلے۔

یہ بھی تجھ سے نہیں ہو سکتا، وہی تجھ کو سمجھاتا ہے جب وہ تجھے بتائے تو تم نقش باندھ سکتے ہو۔

چیز بننے کے لئے اگر کوئی دعوےٰ کرتا ہے۔ تو اس جھوٹے دعوے سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا

اگر تو بندہ ہے تو تیری حرکت تیرے اختیار میں نہیں پروردگار کے ارادہ کے سوا کوئی حرکت نہیں ہو سکتی

اگر تو اپنے آپ کو فاعل اور مختار کار جانے۔ تو تو بندہ نہیں، پروردگار بن گیا۔

ہم میں اور پروردگا میں یہی فرق ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

جو چیز خود فعل ہو وہ فاعل کب ہو سکتی ہے۔ امر کا فرق کیا ہو سکتا ہے اور وہ کسطرح مائل ہے۔

۴ بہار چہارم

معرفت کے بیان میں۔

سوال

حضرت پیر محمد نے پوچھا۔

اے کون و مکان کے تکیہ گاہ۔ دو نو جہان کی پشت پناہ، وفا کے دن کے خورشید،

خوشی دکھانے والے زہرہ ستارے۔ "ہمہ از دست" کا مطلب آپ کے مبارک کلام فرحت نظام سے پورا پورا سمجھ میں آگیا کہ ہم فعل ہیں ہم سے فاعلی نہیں ہو سکتی۔

رباعی

مکھی چاہتی ہے کہ میں باغ بن جاؤں، ذرہ بھی چاہتا ہے کہ میں سورج کی طرح روشن ہو جاؤں

اگر ہمارا کام ہمارے اختیار میں ہو۔ تو کیا بدصورت نہیں چاہتا کہ میں خوبصورت ہو جاؤں؟

اے میرے صاحب داتا۔ مجھے خدا کے ساتھ واصل کرنے والے، اپنی زبان مبارک قال سے

سوال۔ ظاہر بین کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو ظاہری رنگوں پر مائل ہوتا ہو۔

سوال۔ اگر ظاہری رنگوں کو نہ دیکھے تو کیا دیکھے؟

جواب۔ ہر جگہ اور ہر صورت میں ذاتِ مولا کو دیکھے۔

سوال۔ ذاتِ مولا کو کس طرح دیکھے؟

جواب۔ اپنے آپ کو اپنے آپ میں گُم کر دے۔

سوال۔ اپنے آپ کو اپنے آپ میں کس طرح گُم کرے؟

جواب۔ چپ رہ، جو گُم ہو جاوے وہی جانتا ہے۔

سوال۔ دائمی زندگی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ جب نیست ہو جاوے۔

سوال۔ جب نیست ہو گیا تو پھر باقی کیا رہا؟

جواب۔ نیست وہ ہے جو دنیا کی طرف سے نیست ہو جاوے، اور دنیا اُس کے سامنے نیست ہو جاوے۔

شعر

اگر تو ہستی مطلق کا طلبگار ہے تو اپنی ہستی کو نہ دیکھ ، اس کی رضا کے سامنے اپنا سر جھکا دے۔

سوال۔ نیست کس طرح ہو؟

جواب۔ عشق میں۔

سوال۔ عشق کیا چیز ہے؟

جواب۔ عشق ایک آگ ہے جو شخص اس میں پڑے وہ آگ ہو جاتا ہے۔

مصرعہ جس کے اندر نور عشق سے جان ہے وہ کب مر سکتا ہے۔

سوال۔ صوفی کون ہے؟

جواب۔ صفائی والا۔

سوال۔ صفائی کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

جواب۔ شہوات (خواہشات) کے دور کرنے سے۔

سوال۔ شہوات کس طرح دفع ہو سکتی ہیں؟

جواب۔ جب اپنے نفس پر غالب آجاوے۔

غزل

وہ قناعت والا ہے جس نے اپنی طبیعت کو اپنی راہ میں تابع فرمان کرلیا ہے، وہ شخص کمیاب ہے جیسے ایسے عنقا کو دام میں کیا۔

وہ سکندر کے بختوں والا اور ارسطو کی فطرت والا ہے۔ جس نے نفس دشمن کو اپنے کمند میں کر لیا۔

جس نے اپنے آپ کو شکست دے دی اُس نے دونو جہان میں فتح پائی، ایسی جوانمردی رستم و بہرام نے بھی ہرگز نہیں کی۔

اگر تکبر و غرور سے بد مزاجی کرتا ہے، تو جہالت کے بخار نے اس کے دماغ میں سرسام کر دیا ہے۔

سرداری اور نعمت کے دوران میں جو شخص فروتنی کرتا ہے۔ اس کی ہمت پر آفرین ہے اُس نے نفع میں دن صرف کئے

جہان میں ہر بچے کو بوڑھا ہی شمار کرنا چاہیے۔ کیونکہ زمانہ نے جس کام کو شروع کیا اس کو ختم کر دیا۔

اے درویش! زمانہ کے فریب سے وہ شخص امان میں رہا۔ جس شخص نے حضرت غوث اعظم کے نام کا صبح و شام ورد کیا۔

سوال۔ نفس پر غالب کسطرح ہو سکتا ہے؟

جواب۔ جو کام کرے، نفس کے خلاف کرے۔

سوال۔ نفس کا مخالف ہونا مشکل ہے کس طرح ہو سکتا ہے؟

جواب۔ زندگی کی عیش کو اپنے پر کڑوا بنائے، اور دنیا کو فنا جانے۔

سوال۔ مست کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو بے قید ہو جاوے۔

سوال۔ کونسی قید سے بے قید ہو؟

جواب۔ زندگانی اور موت، کفر اور اسلام، دوست اور دشمن، سب کو یکساں جانے، اور اِن قیدوں سے فارغ ہو جاوے۔

سوال۔ ایسا شخص تو نقشِ دیوار ہو گیا اُس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

جواب۔ وہ فائدہ اور بیفائدہ سے بھی فارغ ہوتا ہے۔

شعر

جب دل کے شیشہ کو خودی کے زنگار سے صاف کر دیا، جامِ جمشید کثرت کو دیکھنے والا تھا یہ ایک کو دیکھنے والا جام بن گیا۔

سوال۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ اہلِ اسلام کو۔

سوال۔ اسلام کیا چیز ہے؟

جواب۔ امر و نہی کا پیروی کرنا۔

سوال۔ پیروی کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب۔ مولا کے فرمان کے مطابق اور صدق دل کے ساتھ۔

سوال۔ اسلام کی حد کیا ہے؟

جواب۔ ایک بال جتنا بھی اسلام سے باہر قدم نہ رکھے۔

سوال، اسلام کی پختگی کیا ہے؟

جواب۔ اپنے قیاس (دلیل) کو درمیان میں دخل نہ دے اور مولا کے فرمان کی اطاعت کرے۔

سوال۔ کافر کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ گمراہ کو (یعنی جس نے راستہ بھلا دیا ہو۔)

سوال۔ کس راستہ سے؟

جواب۔ سیدھے راستہ سے

سوال۔ منافق کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو چیز ظاہر میں رکھتا ہو باطن میں نہ رکھتا ہو۔

شعر

جس کے اندر ریا کی چھلنی ہے اُس کا زنبد خالی ہے، کف گیر (چھلنی دار) کو سوائے جھاگ کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

سوال۔ دیوانہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو اپنے خیال میں مستغرق ہو، اور دوسروں کے کہنے سننے کے ساتھ کوئی غرض نہ رکھے۔

سوال۔ دائمی دولت کیا ہے؟

جواب۔ صبر اور شکر۔

سوال۔ صابر بہتر ہے یا شاکر؟

جواب۔ صبر کے سوا شکر کیسے ہو سکتا ہے؟

سوال۔ مسافر اور مقیم میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ نیکی، اگر مقیم نیک ہو تو (آنے والے) مسافروں کو فائدہ پہنچتا ہے، اور اگر مسافر نیک ہو تو جہاں جائے گا نیک تعلیم دے گا، لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ نیکی کے بغیر دونو ہی کچھ نہیں۔

رباعی

انسان اس کو پہچانو جو خلقت سے مستغنی ہے۔ جس پھول میں حسن اور رنگ نہ ہو وہ مٹی ہے۔

جو ترش طبع ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا گداگر۔ گندہ خربوزہ تماں سے بھی زیادہ خراب ہوتا ہے۔

سوال۔ ایمان کیا ہے؟

جواب۔ ایمان خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے یعنی قبولیت کا نشان ہے، یہ اسلام کی پختگی سے حاصل ہوتا ہے۔

شعر

جس شخص نے دعوی کو اپنے سر سے باہر نکال دیا، سب جہان اور مال وزر اور گھر بار اُسی کا ہے

سوال۔ کس چیز کو یاد رکھنا آدمی کے لئے بہتر ہے؟

جواب۔ موت کی یاد۔

سوال۔ آدمی کس طرح آدمی ہو سکتا ہے؟

جواب۔ اہل اللہ کی صحبت سے۔

سوال۔ آدمی کون ہے؟

جواب۔ خدا تعالیٰ کی پہچان والا (یعنی اہل معرفت)

سوال۔ خدا کی شناخت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب۔ دو وجہ سے۔ ایک ہمہ از وست (یعنی توحید شہودی) دوسرا ہمہ اوست (یعنی توحید وجودی) سے۔

سوال۔ دنیا کا سامان کیا ہے؟

جواب۔ گمراہی۔

سوال۔ عاقبت کا سامان کیا ہے؟

جواب۔ دل کی شکستگی۔

سوال۔ طالب کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ طلب رکھنے والے کو۔

سوال۔ طلب کی حد کیا ہے؟

جواب۔ طلب اور طالب اور مطلوب خود ہو جائے۔

سوال۔ خدا تعالیٰ سے کیا طلب کرنا چاہیئے؟

جواب۔ اس کی معرفت۔

سوال۔ زندگی کس طرح گذارنی چاہئیے؟

جواب۔ دعوے کے بغیر۔

سوال۔ بزرگی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ تھوڑا کھانے والا تھوڑا خوار ہے اور زیادہ کھانے والا زیادہ خوار ہے۔

"کم خوار کم خوار و بسیار خوار بسیار خوار"

سوال۔ دنیا کے کارخانہ میں زیادہ حق کس کا ہے؟

جواب۔ ماں اور باپ کا۔

سوال۔ زیادہ خدمت کس کی کرنی چاہیئے؟

جواب۔ مسکینوں کی اور ماں باپ کی۔

سوال۔ بدی کس سے کرنی چاہیئے؟

جواب۔ اپنے نفس سے۔

شعر

نفس کافر کو اگر تو مسمار کرے تو یہ ضروری ہے۔ از حاسدوں کو اگر ہنرمندگی نہ ہو تو نہ سہی۔

سوال۔ ایسی کھیتی کونسی ہے جو ایک زمین میں بوئیں اور دوسری میں کاٹیں؟

جواب۔ نیکی اور بدی، اس جہان میں بوتے ہیں اور اُس جہان میں کاٹیں گے۔

سوال۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی کس چیز سے حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ ماں باپ کی رضامندی اور عاجزوں و شکستہ دلوں کے راضی رکھنے سے۔

سوال۔ مردِ دانا کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو تھوڑی باتیں کرنے والا ہو اور زیادہ سننے والا ہو۔

سوال۔ نیک بخت کسطرح پہچانا جاتا ہے؟

جواب۔ تین علامتوں سے، علم کی طلب رکھتا ہو، سخاوت کرتا ہو، خندہ پیشانی ہو۔

سوال۔ سخی کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو کچھ اپنے پاس موجود رکھتا ہو دے دے۔

سوال۔ سب سے برا کام کیا ہے؟

جواب۔ سوال کرنا۔

سوال۔ سب سے بہتر کام کیا ہے؟

جواب۔ خدمت کرنی۔

شعر

خدمت کا راستہ کمال تک پہنچا دیتا ہے ۔۔۔ تھوڑے ہی دنوں میں خادم کو مخدوم بنا دیتا ہے

سوال۔ فقیر کا ابتدا کیا ہے؟

جواب۔ کم آزاری (یعنی کسی کو تکلیف نہ دینا)

سوال۔ کم آزار کسطرح ہو سکتا ہے؟

جواب۔ اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر جانے۔

سوال۔ یہ بات کسطرح حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ فقیروں کی صحبت سے۔

سوال۔ سختی کا کیا علاج ہے؟

جواب۔ رضائے حق ڈھونڈنا۔ شعر

نہ اپنے کام پر مغرور ہو نہ دوسرے سے مرد مانگ دین و دنیا کی مرادوں میں رضا پر امید رکھ۔

سوال۔ گناہ کا کیا علاج ہے؟

جواب۔ توبہ۔

سوال۔ نامراد کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ بے طاعت اور بے مروّت کو۔

سوال۔ ناقص کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو شخص فقر کا لباس پہنے اور دولتمند کے دروازہ پر جاوے۔

سوال۔ دل کی روشنائی کیا ہے؟

جواب۔ رات کا جاگنا۔

سوال۔ رات کا جاگنا کسطرح حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب۔ تھوڑا کھانے سے۔

سوال۔ تھوڑا کسطرح کھایا جا سکتا ہے؟

جواب۔ بتدریج تھوڑا تھوڑا کم کرتا جاوے۔

سوال۔ دنیا میں کسطرح رہنا چاہیے؟

جواب۔ مسافر کی طرح

شعر

جہان کی عمارتوں پر ہرگز زیادہ دل نہ لگا۔ کیونکہ یہ عدم کے راستہ میں ایک مسافر خانہ ہے

سوال۔ منزل پر کسطرح پہنچا جاتا ہے۔

جواب۔ سبکساری سے (یعنی دنیا کی بے تعلقی سے)

سوال۔ وہ کیا چیز ہے جس کی قدر آتی ہے؟

جواب۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جاوے۔

سوال۔ فقر کا لباس کیا ہے؟

جواب۔ پردہ پوشی۔

سوال۔ زبان کسطرح پاک ہو سکتی ہے؟

جواب۔ حلال کھانے اور سچ بولنے سے۔

سوال۔ جسم کسطرح پاک ہو سکتا ہے؟

جواب۔ پرہیزگاری سے۔

سوال۔ روح کسطرح پاک ہو سکتی ہے؟

جواب۔ بے ریائی سے۔

سوال۔ لذت والا لقمہ کونسا ہے؟

جواب۔ جو کسی کو کھلائے، اور باقی بچا ہوا خود کھائے

سوال۔ دولتمند کے لئے کیا کام بہتر ہے؟

جواب۔ روٹی کھلانا۔

سوال۔ فقیر کے لئے کیا اچھا ہے؟

جواب۔ خدا پر توکل کرنا۔

سوال۔ بلند ہمت کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ بے طمع کو۔

سوال مرد کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو محض اللہ تعالےٰ کے واسطے کام میں مستعد رہے۔

سوال۔ بے ضرر گھر کونسا ہے؟

جواب۔ آزادی کا گھر۔

سوال۔ کون آیا، اور کون گیا، اور کون رہا؟

جواب۔ آیا وہ ہے جو خلقت کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور گیا وہ ہے جس کی کوئی نیک یادگار نہ رہی۔ اور رہا وہ ہے جس کی نیکی جہان میں رہ گئی۔

شعر

اے دل پہچان لے کہ تیرے لئے نیکی عجیب چیز ہے۔ وہ شخص گیا نہیں جس کی نیک نامی باقی رہ گئی۔

سوال۔ سعادت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ حیا سے۔

سوال۔ حیا کسطرح پیدا ہوتا ہے؟

جواب۔ خدا تعالیٰ کے خوف، اور بُرے کاموں کی ندامت، اور عاقبت کے حساب کے ڈر سے۔

سوال۔ جاہل کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ جو نفس کا محکوم ہو۔

سوال۔ موت کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ دنیا سے گذر جانے کو۔

سوال۔ دنیا سے گذر کر کہاں جاتا ہے؟

جواب۔ دنیا میں۔

سوال۔ کیا اور بھی کوئی دنیا ہے؟

جواب۔ یہی دنیا متصوّر ہو کر (عقبےٰ کی صورت میں) سامنے گلوگیر ہے، جب تک دنیا میں دنیا فراموش نہ ہو جاوے دنیا سے باہر نہیں جا سکتا۔

سوال۔ دنیا کسطرح فراموش ہو سکتی ہے؟

جواب۔ دو وجہ سے۔ اوّل یہ کہ دنیا کو فنا دیکھے ، دوسرا یہ کہ مخلوق کو (نہ دیکھے)

سب (جگہ) خالق کو دیکھے ، علم سلوک کے مطابق ہر صورت میں دوست ہی موجود ہے

اور غبار دوئی کو اس طرح دھوئے کہ ایک ہی دیکھے ، اور ایک ہی جانے ، کیونکہ

ایک ہی ہے ، اور ایک ہی ہوگا ، اور ایک کو ایسا دیکھے کہ ایک ہی ہو جاوے ۔

رباعی

سمندر سے جب عاجز قطرہ جدا ہو گیا۔ خشک ہونیکے خوف سے حیران اور بے وقار ہو گیا۔

شائد کہ پھر اس کو قسمت سمندر میں لے جاوے اے درویش ! وہ موت کے خوف سے برطرف ہو جائیگا

اس کو دونو جہان سے کوئی کام نہیں ، حدیث شریف میں ہے ان اولیاء اللہ لایموتون

(بیشک اولیاء اللہ نہیں مرتے)

اے عزیز ! پہلے عبودیت حاصل کر ، اور اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا بن ، پھر پروردگار کی

مہربانی سے یہ تمام دروازے تجھ پر کھل جاویں گے ، اور دونو جہان کے درجے بخشے جاویں گے ۔

غزل

وہ دم جو خوش بخوش گزر جاوے اس کا ہزار شکر بجالا۔ جو غم چلا گیا اس کو نہ چیتار۔ شکر بجالا۔

دنیا کا دعویٰ کرنا مذہب اور جان کا دشمن ہے   جب اس بلا سے خلاصی پا دے تو شکر بجا لا

آئینہ دل کے چہرے پر خدا تعالیٰ کا شکر لکھ۔   سجدہ میں چلا جا اور قلم کی طرح شکر بجا لا

شکر کے سوا کوئی عبادت درکار نہیں۔   خواب میں بھی تو بے اختیار شکر بجا لا

بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کی جڑ اور شاخوں کو کاٹ دیتا ہے، زبان تلوار کی طرح چمکا اور شکر بجا لا

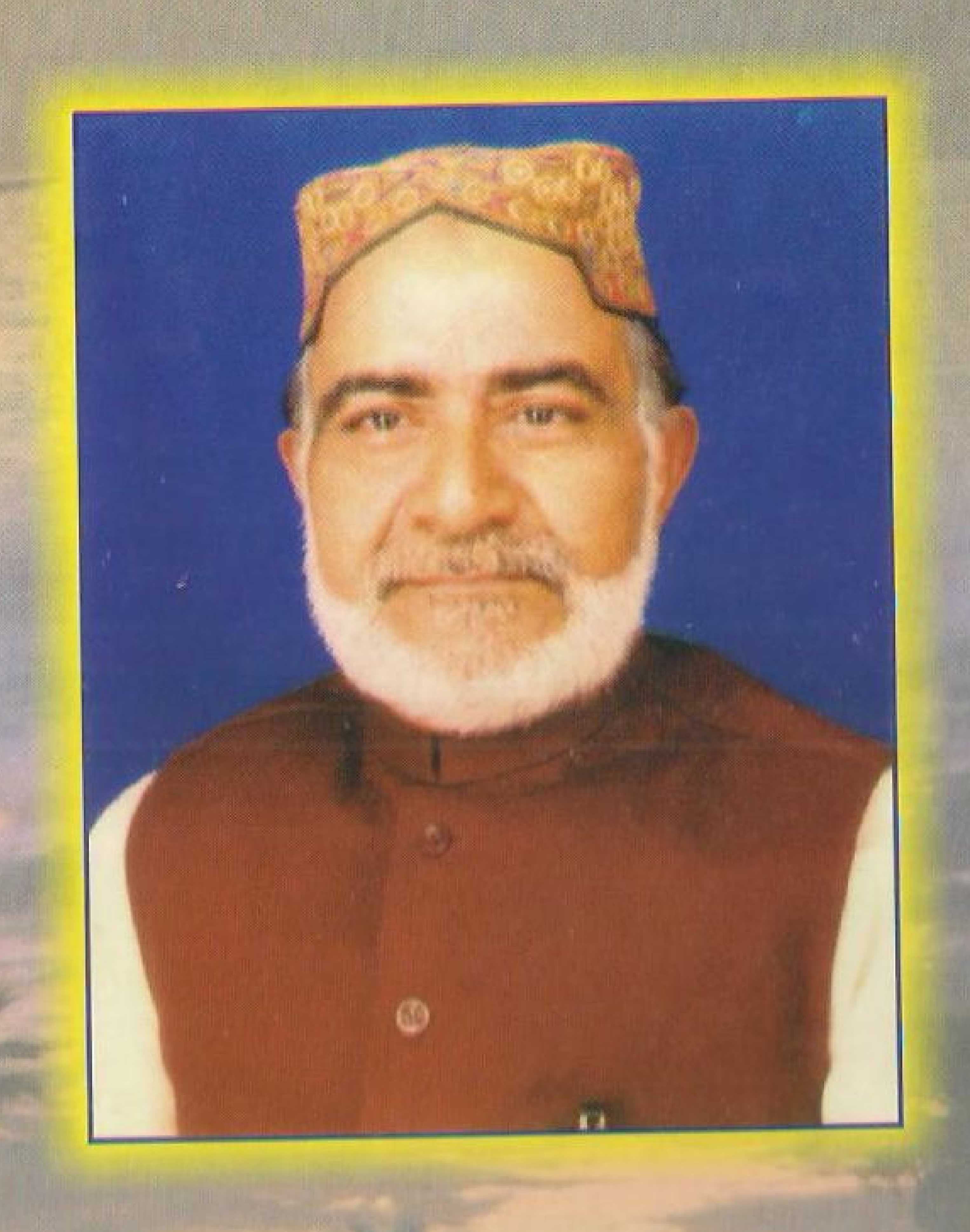
تجھے جناب حضرت غوث الاعظمؒ کا غلام بنا دیا۔   خدا کے اس عطیہ سے بار بار شکر بجا لا

شکر کی تعریف کرنا فقیر سے شمار نہیں ہو سکتا

اس کو شمار نہ کر بے شمار ہی شکر بجا لا

تمام شد

کتاب مستطاب خزائن الاسرار ترجمہ اردو چہار بہار از ارشادات عالیہ و ملفوظات متعالیہ قطب الاولیاء غوث الاصفیا شیخ الاسلام حضرت حافظ سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش مجدد اکبر علوی قادری قدس سرہ العزیز مرتبہ و جمع کردہ حضرت شیخ محمد ہاشم بن شیخ حاجی محمد شریف نوشاہی جگدیوی و ترجمہ خادم آل محمد فقیر سید ابوالظفر شریف احمد شرافت ابن حضرت مولنا سید غلام مصطفےٰ نوشاہی برخوردار ی ساہنپالی بہ دستخط مترجم بروز پنجشنبہ بتاریخ دہم صفر ۱۳۷۷ھ نوشتہ شد فللّٰہ الحمد ۱۲



اللہ ہو رحمان نی مائے

رحمت دا طوفان نی مائے

سانبھ لے اپنے پنکھ پپیھرو

کھلا ای آسمان نی مائے

سید جاوید احمد شاہ، سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت سید ہاشم شاہؒ